زاد الخطباء

www.KitaboSunnat.com

جلد 16

تالیف حافظ عبدالرحمن کشمیری

مسجد اُمّ القریٰ بروکلین۔ نیو یارک

مسجد اُمّ القریٰ
بروکلین۔ نیو یارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- مقدمہ 5
- انسانی معاشرے کی طبقاتی تقسیم 7
- کمزور ایمان کی علامات 17
- تجدیدِ ایمان کیوں ضروری ہے؟ 26
- وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت 37
- وقت کی اہمیت وضرورت 46
- اچھے انسان کا معیار معاشرے کے لیے مفید و مددگار 54
- معاشرتی زندگی کے اصول وآداب 65
- حرمت اذیتِ مسلم 75
- جرم اذیتِ مسلم کی چند صورتیں اور ان کی سنگینی 85
- اذیتِ مسلم جرمِ عظیم ہے 96
- تحفظِ خواتین بل 105
- فتنوں کی پہچان اور اس سے بچاؤ کیسے؟ 116
- دین کی ضرورت واہمیت اور اس سے دوری کے اسباب 126
- دین ہماری ضرورت ہے! 137
- دین سے دوری کا ایک سبب نظریاتی جنگ 148
- تزکیہ وتربیت ضروری کیوں؟ 158
- ماہ شعبان کی اہمیت وفضیلت 167
- ہماری عبادات کا ہماری زندگی پر اثر مفقود کیوں؟ 179
- ہماری عبادات بے اثر کیوں؟ 187
- رمضان المبارک ماہِ تزکیہ وتربیت 197
- توبہ کی اہمیت 208
- رمضان المبارک سے استفادہ نہ کرسکنے کی وجوہات 218

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- رمضان المبارک سے استفادے کی راہ میں رکاوٹیں 229
- رمضان المبارک میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ 238
- نصیب اپنا اپنا 248
- عید الفطر 258
- رمضان المبارک کے بعد یک بیک ہمارا رویہ کیوں تبدیل ہوگیا 267
- انسان کا سب سے بڑا اعزاز اس کا مقصدِ تخلیق 275
- دین اسلام میں غیرت کی اہمیت وضرورت (حصہ اوّل) 285
- غیرت کی اہمیت وضرورت (حصہ دوم) 296
- حکمت کا معنی ومفہوم اور اہمیت 305
- حکمت کی اہمیت وضرورت 312
- حکمت ایک قابلِ رشک نعمت ہے 325
- عشرہ ذوالحجہ کے فضائل اور کرنے کے کام 335
- عشرۂ ذوالحجہ کی اہمیت وفضیلت 345
- خطبہ عید الأضحیٰ 355
- حکمت کا انسان کی زندگی پر اثر 360
- گھریلو اختلافات کو کیسے سلجھایا جاسکتا ہے؟ 371
- کامیاب گھریلو زندگی کے اصول وآداب 381
- گھریلو خوشگوار زندگی کا سب سے اہم ضابطہ 389
- عورتوں کو ان کے خاوندوں کے لیے باعث سکون قرار دینے کا معنی؟ 398
- معاشرے میں بگاڑ کیوں پیدا ہوتا ہے؟ 407
- اَخلاق وآداب کی ضرورت واہمیت 416
- اخلاق وآداب انسان کی بنیاد معاشرتی ضرورت 425
- اخلاق وآداب کی موجودگی خوش سیرتی اور شائستگی کی دلیل 435
- اخلاق وآداب سے متصف ہونا کامیاب معاشرتی زندگی کا اک لازمہ 444
- اخلاق وآداب خلاصۂ دینِ اسلام 452
- اپنے نفس کو آداب واخلاقِ حسنہ کا خوگر کیسے بنائیں؟ 462
- فکرِ آخرت 471
- فکرِ آخرت اک بھولا ہوا سبق 479

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

امابعد:

سلسلۂ زاد الخطباء کی یہ جلد نمبر ۱۶ ہے، اس سلسلے کی ہر جلد سال بھر کے خطباتِ جمعہ پر مشتمل ہے اور گریگورین کیلنڈر (عیسوی تقویم) کے مطابق اس میں خطبات جمع کیے گئے ہیں، البتہ ان کی ترتیب میں اک تھوڑی سی گنجلک ہے، چاہوں گا کہ اس گتھی کو سلجھاتا چلوں اور وہ کچھ یوں ہے کہ تقریباً ہر جلد میں کچھ خطبات ایسے بھی آجاتے ہیں جو سلسلہ وار بیان ہورہے ہوتے ہیں اور چلتے چلتے اگلی جلد میں داخل ہوجاتے ہیں اور چونکہ ہر خطبے میں اس مخصوص موضوع سے متعلق ایک مختلف مواد ہوتا ہے لہٰذا اس مضمون کا مکمل احاطہ کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس کو گذشتہ سے پیوستہ کرکے پڑھا جائے، لہٰذا آپ کے سامنے اگر کوئی ایسی صورتِ حال پیش آئے تو گذشتہ جلد میں اس کے سابقہ خطبے دیکھ لیے جائیں، اسی طرح کتاب کے آخر میں اگر ایسی صورت پیش آئے کہ جہاں موضوع کے تسلسل کا اشارہ دیا گیا ہو تو وہاں اس سے اگلی جلد میں اس سے ملحقہ خطبے دیکھے جاسکتے ہیں۔

یہ خطبات اگرچہ وہ خطبات ہیں جو گذشتہ سالوں میں ''مسجد ام القریٰ۔ نیویارک'' میں دیے جاچکے ہیں، اور جلد نمبر ۱۶ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ خطبات سنہ ۲۰۱۶ء میں دیے گئے ہیں اس لیے ان کی تیاری میں کوئی اضافی محنت پیش نہیں آئی، بلکہ جوں کے توں ہی شائع کیے جارہے ہیں، البتہ ان کی طباعت کے مراحل میں سے گزرتے ہوئے یک گونہ مشقت ضرور اٹھانا پڑی ہے اور اس کی ایک بڑی وجہ اس شعبے کے رنگ ڈھنگ اور آداب و رسوم سے ناواقفیت ہوئی، تاہم بفضلہٖ وکرمہ یہ مرحلہ بھی بخیر وخوبی اختتام کو پہنچا، وللہ الحمد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ خطبات اصل میں تو اپنا ہدف اور مقصد پورا کر چکے ہیں کہ جن مخاطبین کے لیے تیار کیے گئے تھے ان تک پہنچ چکے اور انہیں سنائے جا چکے ہیں لیکن افادۂ عام کے لیے اب انہیں کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ عوام میں سے اگر کوئی مستفید ہونا چاہیں تو مستفید ہوسکیں جبکہ طلباء اور نوآموز خطباء کے لیے تو بطور خاص ان شاء اللہ مفید ثابت ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قول وعمل میں اخلاص نصیب فرمائے اور ان ٹوٹی پھوٹی کوششوں کو ذخیرۂ آخرت بنائے اور جملہ معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

خادم العلم والعلماء

حافظ عبد الرحمٰن کاشمیری

نیویارک

یکم جولائی 2021ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانی معاشرے کی طبقاتی تقسیم

﴿ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ ﴾

(العلق: ٦ ـ ٨)

"ہر گز نہیں! بے شک انسان حد سے بڑھ جاتا ہے۔اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ غنی ہوگیا ہے بے شک تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔"

اس دنیا میں، انسانی معاشرے میں یوں تو بہت سے طبقات پائے جاتے ہیں اور ہر طبقہ اپنے آپ کو دوسرے طبقے سے بہتر و برتر سمجھتا ہے اور ہر طبقہ اپنی اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور یوں طبقاتی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔

طبقاتی برتری ثابت کرنا اگر تو کارکردگی کی بنیاد پر ہو یعنی کسی خوبی، کسی خصوصیت اور کسی امتیازی صلاحیت کی بنیاد پر ہو تو چنداں مضائقہ نہیں، بلکہ ایک خوش آئند بات ہوگی، کہ لوگوں میں پنہاں صلاحیتیں ظاہر ہوں گی اور خوبیاں نکھر کر سامنے آئیں گی کہ جس سے پورا معاشرہ مستفید ہوگا۔مگر مشاہدہ یہ ہے کہ طبقاتی برتری کے اظہار کی بنیاد کوئی خصوصیت اور امتیازی وصف نہیں ہوتا بلکہ اس کی بنیاد عصبیت پر ہوتی ہے اور اس کی بہت سی شکلیں اور صورتیں ہیں کہیں لسانی تعصب کارفرما ہوتا ہے، کہیں قومی، کہیں علاقائی، کہیں مذہبی اور کہیں کوئی اور۔

اور برتری کے اظہار کی یہ بنیادیں معاشرے کے لیے یقیناً زہر قاتل ہوتی ہیں، اس کی تباہی و بربادی کا سبب ہوتی ہیں اور آپس میں عداوت، بغض، حسد اور نفرت کا باعث بنتی ہیں۔

طبقاتی کشمکش کس طرح معاشرے کو تباہ و برباد کرتی ہے اور اسے ختم کرنے کا طریقہ کیا ہے، یہ ایک دوسری بحث اور موضوع ہے۔مگر اس وقت ہم جس موضوع پر بات کرنا چاہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ شریعت کی روشنی میں انسانی معاشرہ کتنے طبقات میں منقسم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی روشنی میں، آخرت کے لحاظ سے انسانی معاشرہ چار طبقات پر مشتمل ہے۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ .))

''یہ دنیا چار قسم کے لوگوں کے لیے ہے۔''

یعنی اس دنیا میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

((عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَعِلْمًا .))

''ایک وہ شخص ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا ہے اور علم سے بھی نواز رکھا ہے۔''

((فَهُوَ يَتَّقِي فِيْهِ رَبَّهُ وَ يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ وَ يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا .))

''وہ اس میں تقوی کی راہ اختیار کرتا ہے، اس مال کے ذریعے صلہ رحمی کرتا ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کا بھی لحاظ کرتا ہے۔''

((فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ .))

''ایسا شخص سب سے بلند مرتبہ ہے۔''

((وَ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالاً .))

''اور ایک دوسرا شخص ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے علم تو دیا ہے مگر مال نہیں دیا۔''

((فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ لِيْ مَالاً لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ .))

''مگر وہ سچی نیت رکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی اُس جیسے عمل ہی کرتا۔''

یعنی صلہ رحمی کرتا اور دیگر غرباء و مساکین اور ضرورت مندوں اور حاجت مندوں پر خرچ کرتا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ ، فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ .))

''پس وہ اور اس کی نیت یعنی جیسی اس کی نیت ہے ویسا اس کو اجر ملے گا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور پھر وضاحت فرمائی، فرمایا:

((فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ .))

''وہ دونوں اجر میں برابر ہیں۔''

یعنی وہ مالدار جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور وہ غریب جو اس طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا پختہ عزم رکھتا ہے۔

((وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا .))

''اور ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال تو دیا ہے مگر علم نہیں دیا۔''

((فَهُوَ يَخْبِطُ فِيْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ .))

''وہ اپنا مال لاعلمی سے بے تُکا خرچ کرتا ہے۔''

یعنی جائز اور ناجائز، صحیح اور غلط اور حلال اور حرام کی پہچان اور معرفت رکھتا ہے اور نہ پرواہ کرتا ہے۔

((لاَ يَتَّقِي فِيْهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا))

''وہ اس مال کے خرچ کرنے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، اور نہ اس سے صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حق سمجھتا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور غریب رشتہ داروں پر خرچ نہیں کرتا۔

((فَهٰذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ .))

''فرمایا: پس ایسا شخص بدترین درجے کا ہے۔''

((وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالاً وَلَا عِلْمًا .))

''اور ایک وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور نہ علم۔''

((فَهُوَ يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ .))

''تو وہ کہتا ہے: اگر میرے پاس بھی اُس کی طرح مال ہوتا تو میں بھی اُس کی طرح مال خرچ کرتا'' عیش ونشاط میں مگن ہوتا اور زندگی کے مزے اڑاتا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:

((فَهُوَ بِنِيَّتِهِ .))

''پس وہ اوراس کی نیت۔''

یعنی جس طرح کی اس کی نیت ہے اسی طرح کا اس کو اجر ملے گا، اور پھر فرمایا:

((فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ .)) (سنن ترمذی ، کتاب الزهد : ٢٣٢٥)

''پس وہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔''

اس حدیث میں لوگوں کو چار طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے کوئی بھی شخص ان چار طبقات میں سے ہرگز ہرگز باہر نہیں ہے، کسی نہ کسی ایک میں ضرور اسی کا شمار ہوتا ہے۔

یہ چار طبقے بھی اصل میں اور اساسی اور بنیادی طور پر دو ہی بنتے ہیں اور باقی دو اُن کے تابع ہیں۔ ایک بنیادی طبقہ سب سے بلند مرتبہ ہے اور دوسرا بنیادی طبقہ بدترین مرتبے والا ہے۔

ان طبقات میں سے سب سے بلند اور بہتر کون سا طبقہ ہے؟

((رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَمَالاً .))

''سب سے بلند مرتبہ وہ طبقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم اور مال سے نوازا ہے۔''

اور یہ طبقہ سب سے بلند مرتبہ کیوں ہے؟ علم کی وجہ سے۔ اسی طرح سب سے بدترین اور برے مرتبے والا طبقہ کون سا ہے؟

((رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً وَلَمْ يُؤْتِهِ عِلْمًا .))

''وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال تو دیا ہے مگر علم نہیں دیا۔''

اور یہ طبقہ سب سے برے مرتبے والا کیوں ہے؟ جہالت کی وجہ سے، علم نہ ہونے کی وجہ سے۔

تو گویا کہ مال کا ہونا، نہ ہونا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ علم کا ہونا یا نہ ہونا ہے۔ کہ علم کی وجہ سے بلند مرتبہ ہوتا ہے اور علم نہ ہونے کی وجہ سے بدترین درجہ والا بن جاتا ہے۔ یہاں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

علم سے مراد دنیا کا علم نہیں، بلکہ دین کا علم ہے، کہ جس سے حلال اور حرام کی تمیز ہوتی ہے۔

تو اِس حدیث میں علم کو سراہا گیا ہے، مال کو نہیں، مالدار اور دولت مند شخص صرف اسی صورت میں قابل تعریف اور لائق مدح وستائش ٹھہرتا ہے جب اس کے ساتھ علم کا اضافہ ہو۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ مالدار کا عالم ہونا بھی ضروری ہے۔

ہاں اگر دولتمند شخص عالم بھی ہو تو بہت اچھا ہے، لیکن اگر خود عالم نہ ہو تو علماء کے ساتھ اس کا تعلق اور رابطہ ضروری ہے، تاکہ مال و دولت کے صحیح استعمال کے حوالے سے وہ ان سے علم حاصل کر سکے، کیونکہ علم کے بغیر مال کا صحیح استعمال نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی شخص اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ اُس کے پاس مال و دولت کے صحیح استعمال کے بارے میں بہت علم ہے تو یہ اور بات ہے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ علم اور معلومات میں بہت فرق ہے۔ علم کسی مخصوص موضوع پر بحث و تحقیق کے بعد حاصل ہونے والی معلومات ہوتی ہیں، جو باہم مربوط اور مرتب ہوں اور جن کے ذریعے کسی نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہو۔

جبکہ معلومات: سطحی، سرسری، غیر مربوط، غیر مرتب، سنی سنائی اور تجربات و مشاہدات سے حاصل ہونے والی معلومات ہوتی ہیں۔ اس لیے ٹھوس اور با قاعدہ علم کے بعد کسی چیز پر کوئی حکم لگانا ہی علم ہوگا۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ تنہا مال کو کبھی بھی نہیں سراہا گیا۔ مال اور مالدار صرف اسی صورت میں قابل ستائش ہوتے ہیں جب قرآن و حدیث کے بتلائے ہوئے اصولوں کی روشنی میں مال حاصل کیا جائے اور انھی کے مطابق خرچ کیا جائے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ .))

''حسد صرف دو چیزوں میں ہی کیا جا سکتا ہے۔''

یہاں حسد بمعنی رشک ہے، ورنہ حسد تو کسی صورت میں جائز نہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور حسد اور رشک میں کہ جسے عربی میں "غِبطة" کہا جاتا ہے، فرق یہ ہے کہ حسد یہ ہوتا ہے کہ آدمی کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر دل میں یہ خواہش کرے کہ وہ نعمت اُس سے چھن جائے اور اسے (یعنی حسد کرنے والے کو) مل جائے۔

جبکہ رشک یہ ہے کہ وہ اس جیسی نعمت کی خواہش کرے، کہ جیسے فلاں کو ملی ہے ایسے اُس کو بھی مل جائے۔

اور یہ رشک بھی صرف دو چیزوں میں جائز ہے:

((رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ))

"اور ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اسے حق کی راہ میں اور حق کے مطابق خرچ کرتا ہو۔"

((رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا))

(صحیح البخاری ، کتاب العلم : ۷۳)

"ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت و دانائی دے رکھی ہو تو وہ اس کے مطابق معاملات طے کرتا ہو اور وہ لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہو۔"

ایک حدیث میں حکمت کی جگہ قرآن اور ایک حدیث میں علم کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد علم ہے۔

یعنی علم والے کے ساتھ رشک کیا جاسکتا ہے، مگر ایسے علم والے کے ساتھ جو قرآن و حدیث کے اس علم کے مطابق زندگی گزارتا ہو، اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو۔

تو علم دین کی روشنی میں خرچ کیا جانے والا مال ہی قابل رشک ہوتا ہے کہ علم کے بغیر آدمی صحیح اور غلط میں تمیز نہیں کرسکتا۔

علم کے بغیر جب آدمی کوئی کام کرتا ہے اور اپنے لیے کوئی چیز منتخب کرتا ہے یا علم کی بات سن کر اس سے مستفید نہیں ہوتا تو اُس کی مثال ایسے ہی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے۔ وہ حدیث اگرچہ سند کے اعتبار سے تو اتنی صحیح نہیں ہے مگر مثال کے لیے بیان کی جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((مَثَلُ الَّذِيْ يَجْلِسُ يَسْمَعُ الْحِكْمَةَ ثُمَّ لَا يُحَدِّثُ عَنْ صَاحِبِهِ إِلَّا بِشَرِّ مَا يَسْمَعُ))

''اس شخص کی مثال جو بیٹھ کر علم وحکمت کی بات تو سنتا ہے مگر اپنے ساتھی کی اس بات میں جو سب سے بُرا پہلو ہوتا ہے اسی کو لیتا ہے۔''

((كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى رَاعِيًا .))

''اُس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو کسی بکریوں کے چرواہے کے پاس آیا۔''

((فَقَالَ : يَارَاعِيْ اَجْزِرْنِيْ شَاةً مِنْ غَنَمِكَ))

''اور کہا اے چرواہے! مجھے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری ذبح کرنے کے لیے دے دو۔''

((قَالَ: إِذْهَبْ فَخُذْ بِأُذُنِ خَيْرِهَا))

''تو اس نے کہا: جاؤ، اور ان بکریوں میں سے جو سب سے اچھی ہو اسے کان سے پکڑ کر لے جاؤ۔''

((فَذَهَبَ فَأَخَذَ بِأُذُنِ كَلْبِ الْغَنَمِ)) (ابن ماجة ، كتاب الزهد : ٧٣)

''وہ گیا اور بھیڑوں کی رکھوالی کرنے والے کتے کو کان سے پکڑ کر لے آیا۔''

تو جس طرح اس مثال میں کتے اور بکری میں فرق و امتیاز کرنے کی صلاحیت اور علم سے محروم شخص کا انجام یہ ہوا کہ جسے وہ اپنے تئیں بکری سمجھ رہا تھا وہ حقیقت میں کتا نکلا، کچھ اسی طرح اس شخص کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے جو شرعی علم کے بغیر مال خرچ کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شرعی علم کے مقابلے میں اپنی عقل اور اپنے تجربات و مشاہدات کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے آپ پر انحصار کر کے فیصلے کرنا پسند کرتا ہے، جب کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے تمام معاملات شرعی حکم کے مطابق طے کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں، چنانچہ ہمیں سکھایا گیا ہے کہ ہم یوں اللہ تعالیٰ کے حضور ملتجی ہوں کہ:

((اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ ، فَلَاتَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ .))

''اے اللہ میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں، پس تو آنکھ جھپکنے کے برابر بھی مجھے میرے اپنے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے لیے میرے سب کام سنوار دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔''

آپ نے دیکھا کہ دنیا کے اِن چار قسم کے لوگوں میں جنہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام و مرتبے سے نوازا گیا وہ وہ ہیں جن کے پاس دین کا علم ہے۔

اور دوسرے دو کہ جنہیں بدترین مرتبے والے قرار دیا وہ وہ ہیں جو جہالت کی وجہ سے دنیا کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

دولت کمانا اور دولت خرچ کرنا اگر شریعت کے علم کے مطابق نہیں ہے تو پھر جان لیجئے کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس دنیا میں بھی ناپسندیدہ ہیں اور آخرت میں بھی۔

اورجیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کہ مالدار ہونے کے لیے عالم ہونا شرط نہیں، مگر علماء سے رہنمائی لینا ضروری ہے۔

اپنے علم پر بھروسہ نہ کریں، کیونکہ بسا اوقات جوکسی کو کچھ ٹوٹی پھوٹی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ ان کی روشنی میں خود ہی فیصلہ کرلیتا ہے کہ یہ صحیح ہے اور وہ غلط ہے، حالانکہ اس میں تو ایسی باریکیاں ہیں کہ بسا اوقات علماء کرام کوبھی بہت بحث وتحقیق سے گزرنا پڑتا ہے۔

تو علماء کرام سے رابطہ رکھنا اوران کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے کہ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح بات بتلاسکیں ورنہ دنیا اپنی طرف کھینچ لیتی ہے کہ وہ بڑی ہی پرکشش ہے۔

قارون کا نام تو آپ نے سنا ہی ہوگا، موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ایک شخص تھا، دولت نے اس کا دماغ خراب کردیا تھا، دولت کے حساب سے وہ آج کے دولت مندوں سے بڑھ کرتھا، اس کی دولت کا اندازہ قرآن پاک نے یوں بیان کیا ہے کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں طاقت ورآدمیوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھاسکتی تھی۔

﴿ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ﴾ (القصص : 79)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''ایک روز وہ اپنی قوم کے سامنے پورے ٹھاٹھ میں نکلا۔''

﴿قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝﴾ (القصص : 79)

''جو لوگ حیاتِ دنیا کے طالب تھے وہ اسے دیکھ کر کہتے تھے کاش ہمیں بھی وہی کچھ ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے، یہ تو بڑا ہی نصیبے والا ہے'' یعنی اس کی دولت اور ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر لوگوں کی رالیں ٹپکنے لگیں۔''

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝﴾ (القصص : 80)

''مگر جو لوگ علم رکھنے والے تھے وہ کہنے لگے افسوس تمہارے حال پر، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس شخص کے لیے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صبر کرنے والوں کو۔''

تو معنی یہ ہوا کہ علماء کرام ہی قرآن وحدیث کے علم کی روشنی میں صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں، لہٰذا اگر خود عالم نہیں تو علماء کرام کے ساتھ اک تعلق ضرور رہنا چاہیے۔

علماء کرام کے ساتھ تعلق رکھنا کتنا بڑا شرف اور اعزاز ہے اس کی قدر بھی علماء کرام ہی جانتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، ان کے والد اسماعیل رحمہ اللہ مالدار شخص تھے، اور ایسے مالدار کہ دس لاکھ درہم چھوڑ کر گئے اور بیٹے کو بلا کر کہا کہ ان میں کوئی ایک درہم بھی مشکوک نہیں ہے۔

غور فرمایئے کتنی بڑی بات ہے کہ یہ نہیں کہا کہ حرام نہیں ہے بلکہ فرمایا مشکوک بھی نہیں ہے اور وہ بھی ایسے کہ ایک درہم بھی مشکوک نہیں ہے مگر اس سب کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ اپنے والد کا تذکرہ مال ودولت کے حوالے سے نہیں بلکہ علماء کرام کے ساتھ تعلق کے حوالے سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((سَمِعَ اَبِي مِنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ ، وَرَأَى حَمَّادَبْنَ زَيْدٍ ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَصَافَحَ بْنَ الْمُبَارَكِ .)) (سیر اعلام النبلاء ، ج: ١٢ ، ص: ٣٩٢ ، تاریخ الاسلام للذهبی ، ج : ١٩ ، ص: ٢٣٩)

''میرے والد نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے سنا، حماد بن زید کو دیکھا اور ابن المبارک سے مصافحہ کیا۔''

یعنی جس بات کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے والد کی میراث اور اپنے لیے شرف اور اعزاز کی بات سمجھا وہ انھیں علماء کرام رحمہم اللہ سے شرفِ ملاقات حاصل ہونا قرار دیا۔

لہٰذا علم کے ساتھ تعلق پڑھنے پڑھانے کے حوالے سے اگر نہ بھی ہو تو کم از کم علماء کرام سے تعلق کی حد تک ضرور ہونا چاہیے، کہ ان کا ادب واحترام، ان کی قدر ومنزلت کا اعتراف آدمی کی دین کے ساتھ نسبت وتعلق کی علامت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کمزور ایمان کی علامات

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ﴾

(الاسراء: ۱۸)

''جو شخص اس جلدی والی (دنیا) کا ارادہ رکھتا ہو ہم اس میں سے اسے جو چاہیں گے جلدی دیں گے، جس کے لیے ہم چاہیں گے۔''

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ اک انتہائی پرفتن اور پر آشوب دور ہے، ہر طرف فتنہ و فساد برپا ہے، انسان بے شمار مسائل سے دوچار، لاتعداد پریشانیوں میں مبتلا، ڈھیروں مصیبتوں کا شکار اور بہت سے خطرات میں گھرا ہوا ہے۔

اُن خطرات میں سے چند اہم خطرات: جان کے ضیاع کا خطرہ، مال کے نقصان کا خطرہ، عزت کی پامالی کا خطرہ اور سب سے بڑھ کر ایمان کی تباہی و بربادی کا خطرہ ہے۔

ایسے میں کسی بھی عقل مند، صاحب بصیرت اور احساس وشعور رکھنے والے انسان کا فکر مند ہونا ایک طبعی اور فطری بات ہے، کوئی بھی عقلمند انسان اس صورت حال سے بے فکر اور بے پرواہ نہیں رہ سکتا ہے، اُسے اِن تمام باتوں کی فکر لامحالہ کرنا ہوگی، بالخصوص ایمان کی حفاظت کی فکر اور اس کے ضیاع کا ڈر اور خوف۔

اور جب کسی کے دل میں اپنے ایمان کو بچانے کی اور اس کی حفاظت کی فکر پیدا ہو جاتی ہے، تو وہ یقیناً اس کے لیے کچھ اقدامات کرتا ہے، کوئی احتیاطی تدابیر اختیار کرتا اور کوئی انتظامات کرتا ہے اور اس کے لیے سنجیدہ اور مخلصانہ کوششیں کرتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایمان جو کہ انسان کے پاس اس کی سب سے قیمتی متاع ہے، اسے اس کی حفاظت کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ تو آیئے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان کی ضرورت و اہمیت اور قدر و قیمت معلوم ہو جانے کے بعد ضرورت یہ جاننے کی ہے کہ کون کون سے اعمال ایمان کو ختم یا اسے کمزور کرتے ہیں۔

ایمان کو سرے سے ختم کر دینے والے اعمال، اقوال اور اعتقادات تو بہت ہیں، جیسا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا، دین کا مذاق اڑانا، حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا وغیرہ، ایک لمبی فہرست ہے، مگر آج کی گفتگو میں ہم ایمان کو کمزور کر دینے والے چند اعمال کا ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ

لیکن اُس سے پہلے ذرا کمزور ایمان کی علامات اور نشانیاں جاننے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ اکثر و بیشتر لوگوں کو ایمان کی کمزوری کا احساس ہی نہیں ہوتا، اور جب تک ایمان کی کمزوری کا احساس نہیں ہوگا تو ظاہر ہے اس کی تجدید، اس کی اصلاح اور اس کی تقویت کا خیال بھی نہیں آئے گا، اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جائے گی۔

تو کمزور ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت اور نشانی یہ ہے کہ آدمی گناہوں میں اس قدر لت پت اور آلودہ ہو جاتا ہے کہ گناہ کی عادت پختہ ہو کر اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے اور گناہ کے گناہ ہونے کا احساس ہی ختم ہو جاتا ہے حتی کہ آدمی وہ گناہ سرعام اور علی الاعلان کرنے لگ جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافىً اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ .))

''میری امت کے تمام لوگوں سے درگزر کیا جائے گا، سوائے ان لوگوں کے جو علانیہ گناہ کرتے اور ان کی تشہیر کرتے ہیں۔''

((وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ اَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ، ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ .))

''اور علی الاعلان گناہ کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی رات میں کوئی گناہ کرتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال رکھا ہوتا ہے۔''

((فَيَقُوْلُ: يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا ، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ .))

(صحيح البخاري ، كتاب الأدب : ٦٠٦٩)

”مگر وہ خود لوگوں سے کہتا ہے کہ اے فلاں! میں نے رات کو ایسا ایسا کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا ہوتا ہے اور وہ صبح کو پردہ ہٹا دیتا ہے، اپنے آپ کو بے نقاب کر دیتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا اس کی پردہ پوشی کرنے کا مطلب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس کے رات کی تاریکی میں چھپ کر کیے گئے گناہ کو بھی فاش کر دیتا، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ ، وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ قَلْبَهُ لَا تَغْتَابُوْا الْمُسْلِمِيْنَ ، وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ .))

”اے لوگو! جو زبان سے ایمان لائے اور ایمان ابھی تک ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ اُن کی عیب جوئی کرو۔“

((فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ .))

”کیونکہ جو لوگوں کے عیبوں کے پیچھے پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑتا ہے۔“

((وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِيْ بَيْتِهِ .))

(ابو داود ، كتاب الأدب : ٤٨٨٠)

”اور جب اللہ تعالیٰ کسی کے عیبوں کے پیچھے پڑتا ہے تو اسے رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے چاہے وہ اپنے گھر میں ہی چھپ کر بیٹھا ہو۔“

تو اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو اس کے گناہ کو لوگوں کے سامنے اچھال سکتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالا، کیونکہ اللہ تعالیٰ پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے۔

اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توبہ کا موقع دینا چاہتا ہے، جیسا کہ حدیث

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ .))

''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔''

((وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ .))

''اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔''

((حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا .))

(مسلم ، كتاب التوبة : ٢٧٥٩)

''اور اللہ تعالیٰ کی یہ پیش کش اس وقت تک ہے جب تک مغرب سے سورج طلوع نہیں ہوجاتا، یعنی قیامت تک ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ پردہ پوشی کرتا ہے اور پردہ پوشی کرنے کو پسند کرتا ہے۔ حدیث میں ہے:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ بِلَا إِزَارٍ ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ .))

''آپ ﷺ نے ایک شخص کو کھلے میدان میں بغیر تہ بند کے غسل کرتے دیکھا، تو منبر پر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔''

ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَلِيْمٌ حَيِيٌّ سِتِّيْرٌ ، يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسِّتْرَ ، فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ .))

(سنن ابی داود ، كتاب الحمّام : ٤٠١٢)

اور فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ حلیم و بردبار ہے، حیادار ہے، پردہ پوشی کرنے والا ہے، حیا اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردے میں رہ کر کرے۔''

تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے، لیکن جب کوئی حد سے تجاوز کرجاتا ہے اور اس کا شر دوسروں تک وسیع ہوجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا پردہ چاک کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا زَنَا فِي عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رضی اللہ عنہ ، فَقَالَ : وَاللّٰهِ مَا زَنَيْتُ إِلَّا هَـذِهِ ، فَقَالَ عُمَرُ : كَذَبْتَ ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يَفْضَحُ عَبْدَهُ فِـي أَوَّلِ مَرَّةٍ)) (التهـذيـب فـي فـقه الامام الشافعي ، ح : ٦ ، ص : ٢٢٤ ، تفسير الرازي ، ج: ٢٣ ، ص: ١٥٧)

''ایک شخص نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں زنا کیا، تو کہنے لگا اللہ کی قسم! پہلی مرتبہ مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ پہلی بار پر کسی کو رسوا نہیں کرتا۔''

تو کمزور ایمان کی علامتوں کی بات ہو رہی تھی اور کمزور ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے جو کہ ایک پہلو سے سبب بھی ہے کہ آدمی کے دل سے گناہ کا احساس مٹ جاتا ہے۔

اور کمزور ایمان کی ایک علامت یہ ہے کہ آدمی عبادات میں سستی کرتا ہے عبادات کا اہتمام نہیں کرتا، نمازوں میں تاخیر سے کام لیتا ہے موقع ملے تو پڑھ لیتا ہے، ورنہ اپنے کام میں مصروف رہتا ہے یا سویا رہتا ہے، نماز کے لیے اٹھنے کا اہتمام نہیں کرتا، اور اگر نماز کے لیے جاتا ہے تو شوق سے نہیں بلکہ مردہ دلی سے جاتا ہے۔

﴿وَإِذَا قَامُوٓا۟ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُوا۟ كُسَالَىٰ﴾ (النساء: ١٤٢)

''جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے۔''

کمزور ایمان کی ایک علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حرمتیں اور اس کے احکام پامال کیے جاتے ہوں، اس کے دین کا مذاق اڑایا جاتا ہو تو اس کی حمیت اور غیرت بیدار نہیں ہوتی، اسے غصہ نہیں آتا، وہ پھر بھی ایسے شخص سے مسکرا کر بات کرتا ہے، اس سے تعلقات قائم رکھتا ہے، اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور گپ شپ لگاتا ہے، لیکن اپنے خلاف کوئی معمولی سی بات بھی ہو تو فوراً بھڑک اٹھتا ہے، قطع تعلقی کر لیتا ہے اور آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اس کے دل سے دین کی غیرت اور حمیت ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ اس کے دل کی حالت ایسی ہو چکی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوبِ كَالْحَصِيرِ عُوْدًا عُوْدًا .))

''فتنے دلوں پر ایسے وارد ہوں گے جیسے چٹائی ایک ایک تنکا جوڑ کر بنائی جاتی ہے۔''

((فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَتْ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ .))

''جس دل میں کوئی فتنہ رچ بس جاتا ہے تو اُس میں ایک سیاہ داغ بن جاتا ہے۔''

((وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ .))

''اور جو دل فتنے کو رد کر دیتا ہے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے، اس کا شکار نہیں ہوتا اس کے دل میں ایک سفید نشان بن جاتا ہے۔''

((حَتَّى تَصِيرَ عَلَى قَلْبَيْنِ .))

''حتی کہ دو قسم کے دل ہو جاتے ہیں۔''

((عَلَى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا .))

''ایک دل سنگ مرمر کی طرح صاف سفید اور چکنا ہو جاتا کہ جس پر کوئی چیز چپکتی نہیں۔''

((فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ .))

''ایسے صاف ستھرے دل کو پھر جب تک زمین و آسمان قائم ہیں کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچا سکتا، یعنی قیامت تک وہ فتنوں سے محفوظ رہے گا۔''

((وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًا كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا))

(مسلم ، كتاب الايمان : ١٤٤)

''اور دوسرا دل سیاہی مائل اوندھے کوزے کی طرح ہو جاتا ہے۔''

((لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا، وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا، إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ .))

''ایسا دل اچھائی کو اچھائی نہیں سمجھتا اور برائی کو برائی نہیں جانتا وہ بس صرف وہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ جانتا اور اسی کے مطابق چلتا ہے جو فتنہ اس کے دل میں بیٹھ گیا ہوتا ہے۔“

اس کے نزدیک اچھائی اور برائی کا معیار صرف وہی ہوتا ہے جو اس فتنے سے اس کے دل میں بنا ہو۔ وہ ہر وقت فتنوں میں گھرا رہتا ہے، کسی نے کہا ہڑتال کرو تو ہڑتال کر دی، کسی نے کہا دھرنا دو تو دھرنا دے کر بیٹھ گئے، کسی نے کہا: راستے بلاک کر دو، توڑ پھوڑ کر دو، جلاؤ گھیراؤ کر دو تو توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

کمزور ایمان کی بہت سی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو حقیر جاننا، اپنی شان کے منافی سمجھنا، جیسے عمر میں کسی چھوٹے شخص کو یا غریب آدمی کو سلام کرنے میں اپنی توہین سمجھنا، مسجد کی صفائی کرنے اور راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینے کو اپنی شان کے منافی سمجھنا وغیرہ۔

جبکہ اسلام خصوصی طور پر ہدایات دیتا ہے کہ کسی بھی چھوٹی نیکی کو کبھی حقیر نہ جانو، جیسا کہ حدیث میں ہے، اَبُوْ جُرَيِّ اَلْهُجَيْمِي رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ ، فَعَلِّمْنَا شَيْئاً يَنْفَعُنَا اللّٰهُ بِهِ .))

”کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم دیہات کے رہنے والے ہیں لہٰذا ہمیں کچھ سکھا دیں جس سے اللہ ہمیں فائدہ دے دے۔“

((قَالَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئاً .))

آپ ﷺ نے فرمایا: ”کسی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھو۔“

((وَلَوْ اَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ اِنَاءِ الْمُسْتَسْقِيْ .))

”اگرچہ پانی مانگنے والے کے برتن میں تو اپنے ڈول سے کچھ پانی ہی ڈال دے۔“

((وَلَوْ اَنْ تُكَلِّمَ اَخَاكَ وَوَجْهُكَ اِلَيْهِ مُنْبَسِطٌ .))

(ابن حبان / فصل من البر والاحسان : ٥٢٢)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”اگرچہ تو اپنے مسلمان بھائی سے بات کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے پیش آئے۔“

تو بات ہو رہی تھی کہ کمزور ایمان کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو حقیر جاننا، جب کہ بسا اوقات چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہی آدمی کی بخشش اور نجات کا ذریعہ بن جاتی ہیں جیسا کہ کتے کو پانی پلانے والے شخص کی بخشش اور مغفرت کا واقعہ تو آپ نے سن ہی رکھا ہوگا، ایسے ہی وہ حدیث بھی جس میں ہے کہ، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَأُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ .))

(مسلم ، كتاب البر والصلة : ١٩١٤)

”ایک آدمی راستے پر پڑتی درخت کی ایک شاخ کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے مسلمانوں سے ضرور دور ہٹا دوں گا تاکہ وہ انھیں تکلیف نہ دے چنانچہ وہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔“

((وَكَانَ مُعَاذٌ رضی اللہ عنہ يَمْشِي وَرَجُلٌ مَعَهُ ، فَرَفَعَ حَجَرًا مِنَ الطَّرِيْقِ .))

”حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ایک بار کہیں جا رہے تھے، ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے راستے سے ایک پتھر ہٹا دیا۔“

ابو شیبہ کہتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے تو فرمایا:

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ رَفَعَ حَجَرًا مِنَ الطَّرِيْقِ كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ حَسَنَةٌ دَخَلَ الْجَنَّةَ .))

(السلسلة الصحيحة : ٣٨٧/ ٥)

”انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے راستے سے پتھر اٹھایا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جس کی ایک نیکی ہوئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یعنی گناہوں سے ایک نیکی بھی زیادہ ہوگی تو جنت کا حقدار بن جائے گا۔

ایسے ہی کمزور ایمان کی علامت دنیا سے اس درجہ شدید محبت کہ وہ دوسروں سے حسد کرنے لگ جائے۔ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ الْإِيْمَانُ وَالْحَسَدُ.))

(سنن نسائی ، کتاب الجھاد: ۳۱۰۹)

''کسی بندے کے دل میں دو چیزیں اکٹھی نہیں ہوسکتیں: ایمان اور حسد۔''

اور دنیا کی محبت حقیقت میں سارے مسائل کی جڑ ہے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَاتَّقُو الدُّنْيَا .)) (صحيح مسلم ، كتاب الرقاق : ۲۷٤۲)

''دنیا سے بچو۔''

اور دنیا سے بچنا تو آپ جانتے ہیں کہ اپنے اندر ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے، چنانچہ دنیا کی بہت سی چیزوں کا نام لے کر بھی خبردار کیا گیا ہے، جیسا کہ دنیا میں سے ایک چیز مال کے فتنے سے خبردار کیا گیا ہے کہ مال کی کشش ہر آدمی کو اپنی طرف کھینچتی ہے، اس کی کشش سے بچنے کے لیے جتنے بھی دلائل دیئے جائیں ان کا اثر نہیں ہوتا، اگر ہوتا ہے تو بس تھوڑی دیر کے لیے اور پھر وہی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، لہٰذا بار بار خبردار کیا جاتا ہے اور بار بار خبردار کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے کہ ہر شخص کو بار بار نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَّذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الذاریات : 55)

''نصیحت کیجئے کہ نصیحت اہل ایمان کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں نصیحت سننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تجدیدِ ایمان کیوں ضروری ہے؟

﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ (الحديد: ١٦)

’’کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے نازل کردہ حق سے نرم ہو جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جو اس سے پہلے کتاب دیے گئے پھر ان پر لمبی مدت گزری تو ان کے دل سخت ہو گئے اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔‘‘

گذشتہ جمعے کمزور ایمان کی علامات کا ذکر ہو رہا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی صحت وسلامتی اور ضعف وکمزوری کے بارے میں جاننا انسان کے لیے نہایت ضروری ہے، اس لیے کہ ایمان کی صحت وسلامتی پر ہی انحصار ہے انسان کی دنیوی و اخروی کامیابی کا اور اس کا ضعف اور ناتُوانی سبب ہے انسان کی دنیوی واخروی ناکامی کا۔

ایمانی حالت کے بارے میں فکر مند ہونا اور خبردار رہنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ایمان کا مقام ومسکن دل ہے اور دل کو کسی لمحے چین اور قرار نہیں ہے، ہر وقت تڑپتا اور دھڑکتا رہتا ہے اور جیسے دل ہر وقت دھڑکتا ہے ایسے ہی اس میں موجود ایمان بھی ہمہ وقت متقلب اور الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَقَلْبُ ابْنِ آدَمَ أَسْرَعُ تَقَلُّباً مِنَ الْقِدْرِ إِذَا اسْتَجْمَعَتْ غَلْيًا .))

(المعجم الكبير للطبراني ، ج: ٢٠ ، ص: ٢٥٣)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ابن آدم کا دل ہنڈیا میں ابلتے ہوئے پانی سے بھی زیادہ مضطرب و بے قرار ہوتا ہے۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

((لَقَلْبُ ابْنِ آدَمَ أَشَدُّ انْقِلاَبًا مِنَ الْقِدْرِ اذا اجْتَمَعَتْ غَلَيَانًا .))

(السلسلة الصحيحة : ٤/ ٣٧٤)

''ابن آدم کا دل ہنڈیا میں اُبلتے ہوئے پانی سے بھی زیادہ شدت سے بدلتا ہے۔''

جس کا مطلب یہ ہے کہ دل کے بدلنے میں سرعت بھی ہے اور شدت بھی ہے۔

اور ایک حدیث میں دل کی اس کیفیت کو ایک دوسری تشبیہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا مَثَلُ الْقَلْبِ كَمَثَلِ رِيْشَةٍ مُعَلَّقَةٍ فِیْ اَصْلِ شَجَرَةٍ تُقَلِّبُهَا الرِّيْحُ ظَهْراً لِبَطْنٍ .)) (مسند احمد : ١٩٦٦١)

''دل کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی پَر کسی درخت پہ اٹکا ہو اور ہوا اس کو الٹ پلٹ کر رہی ہو۔''

جس کا مطلب ہے کہ اپنے ایمان کی فکر کرو، ایمان دل میں ہوتا ہے اور دل ہر وقت الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے، گویا کہ ایمان بھی الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے، کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے، اپنی اتجاہ اور ڈائریکشن بدلتا رہتا ہے۔

جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ .))

''تمام بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ .)) (صحيح مسلم ، كتاب القدر : ٢٦٥٥)

اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! دلوں کو پھیر دینے والے! ہمارے دلوں کو اپنی طاعت وفرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔''

لہٰذا ایمان کی حالت وقفے وقفے سے چیک کرتے رہنا چاہیے، اگر ایمانی کیفیت کو گاہے بگاہے چیک نہ کیا جائے تو اس کے بڑے خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

مثلاً: اُس کا ایک انجام یہ ہوسکتا ہے کہ دل سخت ہو جائے۔ جب کوئی آدمی معصیت و نافرمانی کی راہ پر گامزن ہو اور کبھی اپنی اصلاح کا خیال نہ آیا ہو، اس کے لیے کبھی کوئی کوشش نہ کی اور ایک لمبا عرصہ اسی کیفیت پر گزر جائے تو پھر خطرہ ہے کہ دل ایسا سخت ہو جائے کہ ہدایت کا راستہ ہی بند ہو جائے۔

اور اگر ایسی صورتِ حال نہ بھی ہو، بلکہ دین پر کار بند تو ہو، مگر خوب سے خوب تر کی کوشش نہ ہو، تو بھی قابل سرزنش قرار پاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی سرزنش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ (الحديد: ١٦)

''کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں، اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے۔''

اندازہ کیجئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سرزنش قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے لیے ہے، یعنی صحابہ کرام کے لیے ہے، مگر اس میں شامل تمام مسلمان ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تو جب بعض صحابہ کرام کو اس بات پر سرزنش کی گئی ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد ایک ہی حالت پر منجمد ہو گئے ہیں اور خوب سے خوب تر کے لیے جدوجہد نہیں کرتے، تو پھر ہم تو اِس سرزنش کے یقیناً زیادہ حقدار ٹھہرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس سرزنش کے بارے میں فرماتے ہیں:

((مَا کَانَ بَیْنَ اِسْلَامِنَا وَبَیْنَ اَنْ عَاتَبَنَا اللّٰہُ بِھٰذِہِ الْآیَۃِ ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ﴾ اِلَّا اَرْبَعُ سِنِیْنَ .))

(صحیح مسلم ، کتاب التفسیر : ۳۰۲۷)

"ہمارے اسلام لانے اور اللہ تعالیٰ کے ہمیں آیت ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ﴾ کے ذریعے ڈانٹنے کے درمیان صرف چار سال کا عرصہ ہے۔"

یعنی کوئی بہت لمبا عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرزنش آ گئی۔

حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایمانی حالت اور ہماری ایمانی حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اور سرزنش کس بات پر کی جا رہی ہے ﴿اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ﴾ "ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلتے نہیں۔" نرم کیوں نہیں ہوتے۔ ان میں ڈر اور خوف کیوں نہیں پیدا ہوتا، کپکپاتے کیوں نہیں ہیں۔

اہل ایمان کی صفات تو یہ ہیں کہ:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا﴾ (الانفال: ۲)

"سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔"

اور اللہ کے کلام میں خاصیت یہ ہے کہ اسے سن کر لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں:

﴿اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ﴾

(الزمر: ۲۳)

''اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے جو ایک ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے، جسے سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، جسم کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور پھر اُن کے جسم اور دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔''

تو جب اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ خاصیت ہے کہ اسے سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور سچے ایمان کی نشانی یہ ہے کہ ایسا صاحبِ ایمان جب اللہ کا کلام سنتا ہے تو لرز جاتا ہے۔

تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے دل اللہ کا کلام سن کر، وعظ ونصیحت سن کر اثر نہیں لیتے، ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، ہم اس قدر بے حس کیوں ہوچکے ہیں؟

کبھی ہم نے غور کیا؟ کبھی ہم نے اپنے دلوں کو ٹٹولا؟ کبھی ہم نے جاننے کی کوشش کی کہ ہمارے ایمانوں کو کیا ہوگیا ہے، ہمارے دل غور وفکر سے بے بہرہ اور محروم کیوں ہیں؟

جاننا چاہتے ہیں کہ قرآن پاک پڑھنے اور سننے کے بعد اُس پر غور وفکر نہ کرنے کا سبب کیا ہے؟ تو آیئے سنئے! قرآن بتلاتا ہے:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝۲۴﴾ (محمد: ۲٤)

''کیا یہ لوگ قرآن پاک پر غور نہیں کرتے، یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں!''

قرآن پاک پر غور وفکر کریں اور اس کی بات سمجھ نہ آئے اور دل پر اثر نہ کرے، ہو نہیں سکتا۔ قرآن پاک کو پڑھا لکھا بھی سمجھتا ہے اور عامی بھی سمجھتا ہے، اس کو نصیحت کے لیے بالخصوص آسان کردیا گیا ہے۔

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۴۰﴾ (القمر: ٤٠)

''اور ہم نے اِس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان بنادیا ہے، پس ہے کوئی نصیحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبول کرنے والا؟"

اگر کوئی واقعی نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُس کے لیے قرآن پاک ہی واحد معیار ہے۔

﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ﴾ (ق: ٤٥)

"اور جو میری تہدید اور تنبیہ سے ڈرتا ہے اسے قرآن پاک کے ذریعہ نصیحت کیجئے۔"

تو اگر قرآن پاک پر غور وفکر کیا ہوتا تو اس طلسماتی دنیا کا بھید کھل گیا ہوتا اور آخرت کی حقیقت سمجھ آ گئی ہوتی، اور اگر پھر بھی دنیا کا گرویدہ ہو اور آخرت سے روگردانی کیئے ہوئے ہو، یعنی قرآن پاک پر غور وفکر کے بعد بھی اس کی یہ حالت ہو کہ اس پر رقت طاری نہیں ہوتی، اس کے دل میں آخرت کا ڈر پیدا نہیں ہوتا، اسے خشوع وخضوع کی کیفیت حاصل نہیں ہوتی تو پھر یہ علامت اس بات کی ہے کہ اس کا دل اک بیمار دل ہے، اور پھر اس بات کا بھی ڈر ہے کہ کہیں اس کا شمار اُن دلوں میں نہ ہو جائے کہ جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ: ﴿عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ "اُن کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔" ان پر ہدایت کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔

تو آیئے ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور اپنے دلوں کو ٹٹولیں اپنی اپنی ایمانی کیفیت اور حالت جانچیں اور پرکھیں، اس سے پہلے کہ ہمارے دل سخت ہو جائیں اور ہدایت کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اعاذ نا اللہ منہا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہ جن کے ایمان کی خود اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے اور ان کے ایمانوں کو ہمارے لیے معیار مقرر فرمایا ہے، یہ کہہ کر کہ:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا﴾ (البقرہ: ١٣٧)

"اگر لوگ اس طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم لائے ہو (یعنی صحابہ کرام) (فقد اھتدوا) تو پھر وہ ہدایت پر ہیں۔"

انہیں اپنے ایمان کی اس قدر فکر دامن گیر تھی کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا، حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: لَقِيَنِي أَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ: كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ؟

کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور کہنے لگے: اے حنظلہ آپ کیسے ہو؟

قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ

میں نے کہا: حنظلہ منافق ہوگیا ہے۔

قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا تَقُوْلُ؟

انھوں نے کہا: سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو؟

((قُلْتُ: نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتّٰى كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ.))

''میں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور جہنم یاد کرواتے ہیں۔تو ہم محسوس کرتے ہیں۔گویا ہم ان دونوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔''

فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ، فَنَسِيْنَا كَثِيْرًا.))

''لیکن ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے نکل جاتے ہیں تو ہم بیویوں، بچوں اور کھیتی باڑی کو سنبھالنے میں لگ جاتے ہیں اور بہت سی چیزیں بھول جاتے ہیں۔''

قَالَ أَبُوْبَكْرٍ: ((فَوَاللّٰهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هٰذَا.))

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! یہی کچھ ہمیں بھی پیش آتا ہے۔''

اندازہ کیجئے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی عاجزی اور انکساری کا، حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں کہ جن کا مقام پوری امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بلند ہے، آپ ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل ہیں اس پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر عاجزی کیسی! فرماتے ہیں کہ ایسی کیفیت تو ہماری بھی ہوتی ہے۔

آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آج کے دور میں اگر کوئی شخص کسی کے سامنے اس طرح اپنی ایمانی کیفیت کا اظہار کرتا ہے تو دوسرا شخص جواب میں کیا کہے گا؟

وہ اس کے سامنے نصیحتوں کے انبار لگا دے گا کہ تمہیں ایسے کرنا چاہیے اور ایسے نہیں کرنا چاہیے، فلاں چیز سے بچنا چاہیے وغیرہ، گویا وہ اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ اور پاک صاف سمجھ رہا ہوگا، اور پارسائی کی چوٹی پر براجمان سمجھ رہا ہوگا۔ دوسرے کی کیفیت جان کر اپنے گریبان میں جھانکنا یہ انہی لوگوں کا خاصہ تھا۔

تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .

میں اور ابوبکر دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔

فَقُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ .

میں نے کہا: اللہ کے رسول! حنظلہ منافق ہوگیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَمَا ذَاكَ؟))

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اور وہ کیا ہے؟“

قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْىَ عَيْنٍ .

میں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت اور جہنم یاد کراتے ہیں گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا .

”اور جب ہم آپ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو ہم بیویوں، بچوں اور کھیتی باڑی وغیرہ کو سنبھالنے میں لگ جاتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، اِنْ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلَى مَاتَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَا فَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ، وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً، ثَلَاثَ مَرَاتٍ.)) (صحيح مسلم، كتاب التوبة: ٢٧٥٠)

''پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم ہمیشہ اس کیفیت میں رہو جس طرح میرے پاس ہوتے ہوئے اور ذکر میں لگے رہنے سے ہوتی ہے تو تمھارے بستروں اور تمھارے راستوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ! گھڑی گھڑی کی بات ہے، یعنی ہر وقت ایمانی حالت ایک جیسی نہیں رہتی کوئی گھڑی کس طرح ہوتی ہے اور کوئی گھڑی کس طرح ہوتی ہے۔''

اس حدیث میں یوں تو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں مگر ایک فائدہ کہ آپ ﷺ نے بالخصوص جس کا ذکر فرمایا ہے وہ ہے مداومت اور ہمیشگی۔

دینداری اور نیکی کی راہ پر چلنے کے لیے کوئی بڑے بڑے نیک کام اور میگا پراجیکٹ کرنا شرط نہیں ہے، بلکہ مداومت اور ہمیشگی ہے، فرائض کے بعد۔

فرائض کی تو ہر حال میں پابندی کرنا ہے، فرائض کی ادائیگی کے بعد اگر کوئی کسی نیک عمل پر کہ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہو پابندی کرتا ہے تو اُس کا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے، چاہے وہ بہت تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، مگر ہو ہمیشہ، پابندی کے ساتھ۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَاَنَّ اَحَبَّ الْأَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ.))

(صحيح البخاری، كتاب الرقاق: ٦٤٦٤)

''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو، چاہے بہت تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثلاً: کوئی شخص تہجد پڑھتا ہے مگر صرف دو رکعت ہی پڑھتا ہے، زیادہ پڑھنے کی کسی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی مگر پڑھتا پابندی کے ساتھ ہے، کبھی ناغہ نہیں کرتا، اِس شخص کی دو رکعت کی تہجد اُس شخص کی آٹھ دس بارہ اور زیادہ رکعات کی تہجد سے بہتر اور افضل ہے، جو کبھی پڑھتا ہے اور کبھی نہیں پڑھتا۔

کیونکہ مداومت، ہمیشگی اور پابندی اصل میں آدمی کے اپنے مطلوب ومقصود کے ساتھ سنجیدگی اور اخلاص کی علامت ہوتی ہے، اور اُس ہمیشگی کا آدمی کے دل پر اثر ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کئے جانے والے بڑے کام اور ہمیشہ کئے جانے والے تھوڑے اور چھوٹے سے کام کی مثال کچھ یوں ہے، کہ اگر سیلاب آئے اور کسی پتھر کے اوپر سے گزر جائے تو اُس سیلاب کا پتھر پر کیا اثر ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ اُس پتھر کے اوپر کا گرد وغبار صاف ہو جائے گا۔ لیکن اس کے برعکس اگر پانی کا ایک قطرہ مسلسل پتھر پر گرتا رہے تو آپ جانتے ہیں کہ پتھر میں سوراخ کر دیتا ہے۔

تو بات ہو رہی تھی اپنی ایمانی کیفیت کو وقتاً فوقتاً چیک کرتے رہنے کی کہ انسان کے لیے نہایت ہی ضروری ہے، صحابہ کرام کے عمل سے اس کی اہمیت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بہت سے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ تجدید ایمان ہوتی رہتی ہے، اور تجدید ایمان کی یقیناً انسان کو ضرورت رہتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْإِيْمَانَ لَيَخْلَقُ فِي جَوْفِ أَحَدِكُمْ كَمَا يَخْلَقُ الثَّوْبُ فَاسْئَلُوْا اللّٰهَ تَعَالَى أَنْ يُجَدِّدَا الْإِيْمَانَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ))

(صحيح الجامع الصغير وزيادته : ١٥٩٠)

''ایمان یقیناً تم میں سے کسی کے سینے میں بوسیدہ ہو سکتا ہے، جس طرح کہ کپڑا بوسیدہ ہو جاتا ہے، لہٰذا دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں ایمان کی تجدید فرما دے۔''

یعنی بار بار تجدید کرتے رہا کرو کیوں کہ ایمان کی تجدید کی آدمی کو ایک بار نہیں، بلکہ بار بار ضرورت پڑتی ہے کہ ایمان صرف لغزش خطا اور گناہ سے ہی بوسیدہ نہیں ہوتا بلکہ ذکر سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غفلت اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں نہ رہنے سے بھی ہوتا ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقیناً اس بات کا اہتمام کیا کرتے تھے حتی کہ کبھی آپس میں مل بیٹھ کر دین کی باتیں کرنے سے بھی تجدید ایمان کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ کبھی اپنے کسی ساتھی سے کہا کرتے تھے جیسا کہ اسود بن ہِلال المُحارِبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ((قَالَ لِي مُعَاذٌ إِجْلِسْ بِنَانُؤْمِنْ سَاعَةً)) (مصنف ابن ابي شيبة ، ج : ٦ ، ص : ١٦٤) آؤ بیٹھیں کہ کچھ دیر ایمان لائیں، یعنی ایمان تازہ کریں۔

لہٰذا ہمیں بھی تجدید ایمان کرتے رہنا چاہیے ، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت

﴿وَ الْعَصْرِ ۙ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ۝۲ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳﴾ (سورۃ العصر)

اس حقیقت سے سبھی آ گاہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار انعامات سے نواز رکھا ہے، قرآن پاک نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ﴾ (النحل: ۱۸)

''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو نہ گن پاؤ گے۔''

اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت اپنی جگہ یقیناً ایک نہایت ہی اہم نعمت ہے، مگر کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو زیادہ اہم ہیں اور کچھ ایسی ہیں جو سب سے اہم ہیں، اور پھر اُن میں سے کچھ ایسی ہیں کہ کوئی ایک کسی ایک پہلو سے سب سے اہم ہے اور کوئی دوسری کسی دوسرے پہلو سے سب سے اہم ہے۔

مثلاً: نعمتِ ہدایت ایک ایسی نعمت ہے جو حقیقی کامیابی کے لحاظ سے سب سے اہم ہے، مگر دوسری طرف ایک اور نعمت ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں اس کے وجود پر موقوف ہیں، یعنی اگر وہ نعمت موجود ہے تو کسی اور نعمت کا وجود ہو سکتا ہے اور اگر وہ نعمت حاصل نہیں ہے تو دنیا کی کوئی نعمت حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ ہے نعمتِ عمر، یعنی زندگی، اگر انسان زندہ ہے تو اس کے لیے نعمتیں ہو سکتی ہیں، چھوٹی یا بڑی، تھوڑی یا زیادہ۔ لیکن اگر وہ زندہ نہیں ہے تو اسے دنیا کی کوئی بھی نعمت حاصل نہیں ہو سکتی۔

اگرچہ انسان کے پاس نعمتِ ہدایت نہ ہو، نعمتِ مال، نعمتِ اولاد اور نعمتِ علم بھی اسے حاصل نہ، لیکن پھر بھی اسے بے شمار دیگر نعمتیں حاصل ہو سکتی ہیں، لیکن اگر زندگی کی نعمت نہ ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو پھر کسی بھی نعمت کا وجود ممکن نہیں ہے۔ تو اس لحاظ سے زندگی کی نعمت انسان کے پاس سب سے قیمتی اور عزیز ترین نعمت ہے، کہ اس نعمت کا کوئی متبادل نہیں ہے۔

اِن معنوں میں زندگی کی اہمیت تو سبھی سمجھتے ہیں، مگر حقیقت میں زندگی کی اہمیت کیا ہے، بلکہ اس سے بھی پہلے خود زندگی کیا ہے، شاید بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اگر زندگی کا مفہوم پوچھا جائے کہ زندگی کا مطلب کیا ہے، تو شاید اکثر لوگ یہی جواب دیں گے کہ زندگی کا مطلب ہے کہ انسان کے جسم میں روح موجود ہے، روح جسم سے الگ نہیں ہوئی، آدمی چلنے پھرنے اور سننے بولنے کی صلاحیت رکھتا ہے، حالانکہ یہ تو زندگی کی چند ظاہری علامات ہیں، مگر خود زندگی کیا ہے، اِس کی حقیقت سے شاید اکثر لوگ واقف نہیں ہیں۔

تو زندگی کیا ہے؟ زندگی مرورِ زمانہ کا نام ہے، زندگی گزرتے ہوئے مہ و سال، ساعات و لمحات اور دقائق و ثوانی ہیں۔ زندگی وقت ہے اور وقت انسان کی حقیقی عمر اور زندگی ہے۔

جیسا کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((إِبْنَ آدَمَ إِنَّمَا أَنْتَ أَيَّامٌ .))

”اے ابن آدم تم ایک مجموعہ ایام ہو۔“

((وَكُلَّمَا ذَهَبَ يَوْمٌ، ذَهَبَ بَعْضُكَ .)) (الزهد لأحمد بن حنبل، ص : ٢٢٥)

”جیسے ہی کوئی ایک دن ختم ہوا تو تمھارے وجود کا ایک حصہ بھی ختم ہوا۔“

اور امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَقْتُ الْإِنْسَانِ هُوَ عُمْرُهُ فِي الْحَقِيْقَةِ .)) (الداء والدواء : ٣٥٨)

”وقت ہی انسان کی حقیقی عمر ہے۔“

انسان کی عمر کا حساب وقت کے گزرنے کے حساب سے ہی ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی میں جتنا وقت گزر چکا ہوتا ہے وہی اس کی عمر ہوتی ہے۔ انسان کی ساری کی ساری زندگی وقت کے ساتھ ہی مربوط و منسلک ہے وقت کو الگ کر کے زندگی کا کوئی تصور اور کوئی حقیقت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔

تو معنی یہ ہوا کہ وقت ہی انسان کی حقیقی عمر اور زندگی ہے، جسے اپنی زندگی پیاری ہے اسے یقیناً وقت بھی پیارا ہوگا، جسے زندگی کی قدر ہے، اسے یقیناً وقت کی قدر ہوگی اور وقت کی قدر کا مطلب: اس کے ایک ایک منٹ اور ایک ایک سیکنڈ کی قدر ہے۔

وقت کو حرکت اور تغیر سے ناپا جاتا ہے، وہ حرکت اور تغیر دن اور رات کا ہو، یا زمین کے سورج کے گرد چکر کاٹنے کا ہو، وقت کی رفتار اور اس کی مقدار کا تعین کرتا ہے۔ حرکت اور تغیر و تبدل حسی بھی ہوتا اور معنوی بھی، جو تغیر حسی ہے وہ ہر شخص بآسانی دیکھ سکتا ہے اور دیکھتا بھی ہے، کائنات میں بھی اور خود اپنی ذات میں بھی۔ پیدائش سے لے کر بڑھاپے تک انسان میں کس قدر تغیر پایا جاتا ہے، ہر شخص واضح طور پر دیکھتا ہے، اسی طرح کائنات میں بھی اسے تغیر نظر آتا ہے، اور جو تغیر معنوی ہے، یعنی تغیر تو موجود ہے مگر حواس خمسہ کے ذریعے محسوس نہیں کیا جاتا وہ بھی ایک حقیقت ہے اور دلائل کے ذریعے معلوم کیا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۝٦ ﴾ (الإنشقاق: 6)

''اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جارہا ہے، پس اُس سے ملنے والا ہے۔''

اب انسان ظاہری طور پر تو اپنے رب کی طرف چلتا ہوا نظر نہیں آتا، مگر حقیقت میں اور نتائج کے اعتبار سے تو وہ اپنے اس سفر پر مسلسل اور بلا انقطاع رواں دواں ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ وقت کو زندگی سمجھنے میں انسان کو بڑی دقت اور دشواری پیش آتی ہے، کیونکہ وہ زندگی جسم میں چلتی ہوئی اُن سانسوں کو ہی سمجھتا ہے جو روح کی شکل میں اس میں موجود ہوتی ہیں۔

اگر آپ غور کریں تو حیران ہوں گے کہ قرآن و حدیث میں زندگی کی تعبیر کے لیے وقت ظاہر کرنے والے کس کثرت سے کس قدر مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((دھر، عصر، ابد، احقاب، اجل، امد، حین، ساعة، حول، سنة، عام، شهر، يوم، شتاء، صيف، ليل، نهار، فجر، ظهر، عصر، مغرب، عشاء.)) اور دیگر بہت سے الفاظ ہیں۔

قرآن و حدیث میں کثرت سے اِن الفاظ کا استعمال ایک تو اِس بات کی غمازی کرتا ہے کہ انسان کی عمر اور زندگی حقیقت میں وقت سے تعبیر ہے اور دوسرے یہ کہ وقت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عمومی اور کلی طور پر وقت کی قسم کھائی اور متعدد بار جزوی اوقات کی قسمیں بھی کھائی:

﴿ وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ ﴾ (العصر: 1-2)

''زمانے کی قسم انسان درحقیقت بڑے خسارے میں ہے۔''

﴿ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ ﴾ (العصر: 3)

''سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔''

اس مختصر سی سورت کی اہمیت کہ جسے اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے اس قدر ہے کہ یہ نہایت جامع ہے، گویا کہ خلاصہ ہے، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سورت کے بارے میں فرمایا ہے کہ: ''لَوْ تَدَبَّرَ النَّاسُ هَذِهِ السُّورَةَ لَكَفَتْهُمْ'' (تفسیر ابن کثیر / سورة العصر) اگر لوگ اس سورت پر غور کریں تو یہی اُن کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔

اس سورت میں قسم کے ساتھ آغاز فرمایا اور قسم بھی زمانے کی، وقت کی، کہ جس میں تمام جزوی اوقات بھی داخل ہیں، اور پھر انسان کی زندگی کے خلاصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کا حل بیان فرما دیا۔

اور زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ زندگی میں انسان کی تمام تر کوششوں کا نتیجہ صرف دو ہی صورتوں میں نکلتا ہے کہ یا تو وہ کامیاب ہوتا ہے یا ناکام۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کامیاب کون ہوتا ہے اور ناکام کون! پہلے تو ناکام ہونے والوں کا ذکر فرمایا اور اس انداز سے فرمایا کہ اکثریت ناکام ہونے والوں کی ہے، اور پھر کامیاب ہونے والوں کا تذکرہ فرمایا اور ان کی صفات بیان فرمائیں۔

یعنی کامیابی اور ناکامی کا تعلق وقت کی قدر اور ناقدری سے ہے، جنہوں نے وقت کی قدر جانی، اس سے استفادہ کیا وہ کامیاب ہوئے اور جنہوں نے وقت کی ناقدری کی، اس کی اہمیت کو نظر انداز کیا وہ ناکام ہوئے۔

تو وقت انسان کا سب سے قیمتی اور عزیز ترین سرمایہ ہے تو پھر ظاہر ہے کہ جو چیز جس قدر زیادہ قیمتی اور عزیز ہوتی ہے اسی قدر اس کی حفاظت کا اہتمام کیا جاتا ہے، چنانچہ شاعر (امام ابن هُبَيْرَة رحمہ اللہ) نے کیا خوب کہا ہے:

وَالْوَقْتُ اَنفَسُ ماعُنِيْتَ بِحِفْظِهِ
وَاَرَاهُ أَسْهَلَ مَاعَلَيْكَ يَضِيْعُ

”سب سے نفیس اور سب سے بہترین چیز کہ جس کی حفاظت تجھ سے مطلوب ہے: وقت ہے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ تم سے سب سے آسانی سے ضائع ہونے والی چیز بھی وہی ہے۔“

اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے کہ وقت ہی انسان کی حقیقی عمر ہے، قرآن و حدیث میں مزید بیسیوں دلائل ہیں۔ مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھ کر وقت کی اہمیت پر بات کرتے ہیں۔

وقت کی اہمیت قرآن و حدیث میں بھی بہت زیادہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے عمل سے بھی اس کی اہمیت کا علم ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے کہ کفار جب جہنم میں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ:

﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ﴾ (فاطر: ۳۷)

”اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال لے، تاکہ ہم نیک عمل کریں، اُن اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تو انہیں جواب دیا جائے گا:

﴿ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ﴾ (فاطر: ٣٧)

''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس متنبہ کرنے والا بھی آ چکا تھا۔''

اور مشہور تابعی حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((إِعْلَمُوا أَنَّ طُولَ الْعُمُرِ حُجَّةٌ، فَنَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ نُعَيَّرَ بِطُولِ الْعُمُرِ .)) (تفسير ابن كثير / سورة فاطر/ الآية: ٣٧)

''جان لو! کہ لمبی عمر انسان پر حجت ہے، پس ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہمیں لمبی عمر کا طعنہ دیا جائے۔''

اسی طرح وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَعْذَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى امْرِئٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتّٰى بَلَّغَهُ سِتِّيْنَ سَنَةً .)) (صحيح البخاري: ٦٤١٩)

''اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کا عذر تمام کر دیا اور بہانہ ختم کر دیا جس کی زندگی کو مؤخر کیا یہاں تک کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔''

یعنی ساٹھ سالوں میں کتنے مہینے، کتنے ہفتے، کتنے دن اور کتنے گھنٹے تھے، اسے آخرت کا خیال نہ آیا، دل میں توبہ کی فکر پیدا نہ ہوئی، اب کوئی عذر نہیں چلے گا۔

اور پھر وہ حدیث جو انسان کی طرف سے فطرتاً وقت کی بے قدری پر دلالت کرتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ .))

(صحيح البخاري ، كتاب الرقاق : ٦٤١٢)

''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے حوالے سے بہت سے لوگ خسارے اور گھاٹے میں ہیں اور وہ ہیں: صحت اور فراغت۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صحت وتندرستی اور فارغ البالی کو بہت بڑی نعمتیں قرار دیا، مگر ساتھ ہی فرمایا کہ بہت سے لوگ ان کی قدر نہیں جانتے، ان سے استفادہ نہیں کرتے۔

اور ایک حدیث میں ہے:

((لَا تَـزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ ، عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ ، وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ ، وَ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَ مَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ .)) (السلسلة الصحيحة : ٩٤٦)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں اپنی جگہ سے ہل نہ پائیں گے یہاں تک اس سے پانچ سوال نہ کر لیے جائیں۔ اس کی عمر کے متعلق کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا، اور اس کی جوانی کے بارے میں اسے کہاں کھپایا، اور اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا۔''

اور یہ حدیث تو وقت کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے گویا حرفِ آخر ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنْ قَـامَـتِ السَّـاعَةُ وَفِـي يَدِ اَحَدِكُمْ فَسِيْلَةٌ ، فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَا يَقُوْمَ حَتّٰى يَغْرِسَهَا فَلْيَفْعَلْ .)) (مسند احمد : ١٢٩٨١ ، الأدب المفرد ، كتاب الاعتناء بالدنيا : ٤)

''اگر قیامت قائم ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو پھر اگر وہ یہ کر سکے کہ وہ نہ اُٹھے یہاں تک کہ اسے لگا دے، تو ایسا کر لے۔''

وقت کی اہمیت یوں تو بہت سے لوگوں کو ہے اور بہت سی قوموں کو ہے اور جو قومیں حکمرانی کرتی ہیں، وہ وقت کی قدر و قیمت جان کر اور اس سے استفادہ کر کے ہی اس مقام پر پہنچتی ہیں، مگر وقت کی قدر و قیمت جیسی قرآن وحدیث کو مطلوب ہے اسلام جس قدر کی تاکید اور امید کرتا ہے وہ دین کے لحاظ سے اور آخرت کے لحاظ سے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علم کے حوالے سے وقت کی قدر و قیمت جاننے کے واقعات اگر سنیں تو انسان دنگ رہ جاتا ہے دو ایک واقعات سنتے ہیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((قَدِمَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ الْبَصْرَةَ .))

''سفیان ثوری رحمہ اللہ بصرہ تشریف لائے۔''

((فَلَمَّا نَظَرَ إِلَى حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ ، قَالَ لَهُ : حَدِّثْنِي حَدِيْثَ أَبِي الْعُشَراءِ عَنْ أَبِيهِ .))

''جب انھوں نے حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کو دیکھا تو کہا مجھے ابو العُشَراء والی حدیث بیان کیجیے۔''

((فَقَالَ حَمَّادٌ: حَدَّثَنِيْ أَبُو الْعُشَراءِ عَنْ أَبِيْهِ الْحَدِيْثَ .))

''تو حماد رحمہ اللہ نے کہا: مجھے ابو العُشَراء نے اپنے والد سے یہ حدیث بیان کی ہے، اور پھر حدیث بیان کی۔''

((فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْحَدِيْثِ ، أَقْبَلَ عَلَيْهِ سُفْيَانُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَاعْتَنَقَهُ .))

''جب حماد رحمہ اللہ حدیث بیان کرکے فارغ ہوئے تو امام سفیان الثوری رحمہ اللہ نے ان کی طرف متوجہ ہوکر انھیں سلام کیا اور معانقہ کیا۔''

((فَقَالَ مَنْ أَنْتَ؟))

''تو حماد بن سلمہ رحمہ اللہ نے کہا: آپ کون ہیں؟''

((قَالَ: أَنَا سُفْيَانُ .))

''کہا: میں سفیان ہوں۔''

((قَالَ: اِبْنُ سَعِيْدٍ؟))

''کہا: سفیان ابن سعید؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((قَالَ : نَعَمْ .))

''کہا: ہاں''

((قَالَ : اَلثَّورِيُّ؟))

''کہا: الثوری؟''

((قَالَ: نَعَمْ .))

''کہا: ہاں''

((قَالَ: أَبُو عَبْدِاللّٰهِ؟))

''کہا: ابوعبداللہ''

((قَالَ: نَعَمْ .))

''کہا: ہاں''

((قَالَ: فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تُسَلِّمَ عَلَيَّ ثُمَّ تَسْأَلُ عَنِ الْحَدِيْثِ .))

''کہا: اس بات میں کیا چیز مانع تھی کہ آپ پہلے مجھے سلام کرتے اور پھر حدیث کے بارے میں پوچھتے ؟''

((قَالَ: خَشِيْتُ أَنْ تَمُوتَ قَبْلَ أَنْ أَسْمَعَ الْحَدِيْثَ مِنْكَ .))

(الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ، ج : ٢ ، ص : ١٨٢)

''کہا: مجھے ڈر تھا کہ اس سے پہلے کہ میں آپ سے حدیث سنوں ، آپ فوت ہوجائیں۔''

غور فرمائیں کہ وقت کی قدردانی کا یہ کیسا انوکھا اور حیران کن انداز ہے، تاہم وقت کی قدر کے حوالے سے کچھ اسی طرح کے دیگر علماء کرام کے بہت سے واقعات ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وقت کی قدر و قیمت جاننے ، سمجھنے اور اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقت کی اہمیت وضرورت

﴿وَ الْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾﴾ (سورۃ العصر)

دو جمعے پہلے وقت کی اہمیت کے حوالے سے بات ہورہی تھی کہ وقت انسان کی حقیقی عمر ہے، لہٰذا اس کی قدر آدمی کو اتنی ہی عزیز ہونی چاہیے جتنی کہ اسے اپنی جان عزیز ہے اور جو وقت کی ناقدری کرتا ہے وہ حقیقت میں اپنی جان کا دشمن ہے، وقت کی ناقدری اور اس کا ضیاع اپنے آپ کو بتدریج اور غیر محسوس انداز میں قتل کرنے کے مترادف ہے۔

پہلے تو وقت کی اہمیت کو سمجھنا ہی ایک بہت بڑا اور مشکل ترین کام ہے اور پھر وقت کی اہمیت اگر سمجھ آ ہی جائے تو اس کی حفاظت ایک دوسرا بڑا کام ہوتا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ لوگوں کی غالب اکثریت وقت کی اہمیت کو نہیں سمجھتی، اس کی قدر و قیمت نہیں جانتی۔

وقت کی اہمیت دنیا کے حساب سے تو بہت لوگ جانتے ہوں گے، جیسا کہ مقولہ مشہور ہے کہ Time is Money وقت ہی پیسہ ہے۔ دولت اور پیسے کی اہمیت اور قدر و قیمت کو لوگ چونکہ خوب سمجھتے ہیں اس لیے وقت کا دولت کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے یہ اصطلاح گھڑلی کہ Time is Money۔

اب اس محاورے کی رو سے وقت کی کیا قیمت لگائیں گے! مثلاً چند سیکنڈز کی ڈالرز میں کیا قیمت ہوسکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ سو ڈالرز، ہزار ڈالرز، ایک لاکھ ڈالرز اس سے زیادہ کیا ہوگی۔ بلکہ اس میں بھی مبالغہ ہے، کیونکہ دنیا میں شاید کوئی ایسا کام نہیں ہے، جس کے چند سیکنڈز کی قیمت لاکھوں ڈالرز ہو۔

آیئے اب وقت کی حقیقی قیمت معلوم کرتے ہیں اور وقت کی حقیقی قدر و قیمت صرف اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف دین کی روشنی میں ہی متعین ہوسکتی ہے، اُس کا کوئی دوسرا معیار اور پیمانہ ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اور پیمانہ اتنا درست ہوسکتا ہے جو اس کی صحیح صحیح قیمت معلوم کر سکے۔

قرآن پاک میں ہے، اللہ تعالیٰ مشرکین کی روح قبض کئے جانے کے وقت کا منظر پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ﴾ (المؤمنون: ۹۹ ـ ۱۰۰)

''یہاں تک کہ جب اِن میں سے کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے اُسی دنیا میں واپس بھیج دے جسے میں چھوڑ آیا ہوں، امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافر ومشرک کا وقتِ موت اس تمنا اور درخواست (لَعَلِّي اَعْمَلُ صَالِحًا) کا مطلب ہے امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا۔

((يُرِيد اشهدُان لا اله الا الله .)) (تفسير القرطبي / المؤمنون ، آية : ۱۰۰)

''وہ چاہ رہا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر ایمان لائے اور گواہی دے۔''

مگر اللہ فرماتے ہیں:

﴿كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾﴾

''ہرگز نہیں، یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ بک رہا ہے، اب اِن کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک۔''

اب جو شخص کفر اور شرک کی حالت پر مرے، اس کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور وہ بھی کوئی دو چار دن کے لیے نہیں بلکہ (خالدين فيها) ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

ایک ایسا شخص جو ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنمی قرار پایا ہو، اسے اپنی زندگی کے وقت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے دو سے پانچ سیکنڈز اگر ایسے مل جاتے جن کی اُس نے قدر جانتے ہوئے کلمہ پڑھ لیا ہوتا تو وہ ان چند سیکنڈز کی قدر جاننے کے مقابل ہمیشہ ہمیش کے لیے جنتی قرار پاتا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ .))

(ابو داود : ٣١١٦)

’’جس کی زبان پر آخری کلمات: لا الہ الا اللہ ہوں وہ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘

اب ’’لا الٰــه الا اللّٰه‘‘ کہنے میں کتنا وقت لگتا ہے! یہی کوئی دو تین سیکنڈز، اِن دو تین سیکنڈز کی قیمت اور ویلیو کا اندازہ لگائیں کہ ایسے دو تین سیکنڈز انسان کو جہنم کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز کر دینے والے ہیں۔

تو معنی یہ ہوا کہ انسان کی زندگی کے اوقات اتنے قیمتی ہیں کہ اُس کے صرف دو تین سیکنڈز اسے ایک انتہا سے اٹھا کر دوسری انتہاء پر پہنچا دیتے ہیں۔

آپ شاید سوچتے ہوں کہ دو تین سیکنڈز کی اتنی بڑی قیمت تو ایک کافر کے لیے ہے، مسلمان کے لیے نہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کے لیے بھی اتنی ہی بڑی قیمت ہے۔

جہنم کی آگ سے دو تین سیکنڈز تک بچنے کے لیے اگر آدمی پوری دنیا اس کے عوض دے سکتا ہو تو ہرگز ہرگز ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے۔

لیکن اگر کسی نے دو تین سیکنڈز کی قدر جانی ہو تو اسے جہنم سے بچنے کے لیے پوری دنیا دینے کے بجائے قدر جانتے ہوئے وہ دو تین سیکنڈز ہی کافی ہوں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((خُذُوْا جُنَّتَكُمْ .))

’’اپنا بچاؤ کر لو، اپنی ڈھال بنا لو!‘‘

((قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَمِنْ عَدُوٍّ قَدْ حَضَرَ؟))

’’ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کسی دشمن کے حملہ آور ہونے سے؟‘‘

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

قال: ((لَا)) فرمایا: نہیں۔

((بَلْ جُنَّتُكُمْ مِنَ النَّارِ .))

''بلکہ جہنم سے بچنے کے لیے ڈھال اختیار کرلو۔''

((قُوْلُوْا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ .))

''سبحان اللہ، والحمدللہ، لا الٰہ الا اللہ، اور اللہ اکبر کہو۔''

((فَإِنَّهُنَّ يَأْتِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُنْجِيَاتٍ ، ومُقَدِّماتٍ وَهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ .)) (صحيح الجامع : ٣٢١٤)

''کہ یہ کلمات آدمی کو جہنم سے بچانے کے لیے ڈھال بنیں گے اور آگے آگے ہوں گے اور یہی کلمات باقیات الصالحات ہیں۔''

تو ایک مسلمان کے لیے بھی زندگی کے اوقات اور لمحات اتنے ہی قیمتی ہیں، وقت کی قیمت دیگر بہت سی احادیث سے بھی ظاہر ہوتی ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهِ غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ .)) (سنن ترمذی ، كتاب الدعوات : ٣٤٦٤)

''جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ کہے اس کے لیے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔''

وقت کی قیمت جاننے کے لیے ہم نے چند آیات واحادیث سنیں، جو کہ وقت کی حقیقی قدر وقیمت بتلاتی ہیں، ہمارے اسلاف نے وقت کی کس طرح قدر جانی، اس کے چند نمونے گذشتہ خطبے میں ہم نے سنے، چند ایک اور ملاحظہ فرمائیے۔

امام ابن عقیل رحمہ اللہ (۴۳۱ھ) ایک بہت بڑے امام گزرے ہیں، ان کی بہت سی تصانیف میں سے ایک تصنیف الفنون کے نام سے ہے جو کہ ۸۰۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت کی کس طرح قدر اور حفاظت کرتے تھے، فرماتے ہیں:

((إِنِّيْ لَا يَحِلُّ لِيْ أَنْ أُضَيِّعَ سَاعَةً مِن عُمُرِيْ.))

''میں اپنی عمر کی ایک گھڑی بھی ضائع کرنا جائز نہیں سمجھتا۔''

((حَتَّى إِذَا تَعَطَّلَ لِسَانِيْ عَنْ مُذَاكَرَةٍ أَوْ مُنَاظَرَةٍ، وَبَصَرِيْ عَنْ مُطَالَعَةٍ.))

''حتی کہ جب میری زبان ذکر و مذاکرہ اور بحث ومباحثہ سے عاجز آ جاتی ہے اور میری آنکھ مطالعے کی سکت نہیں رکھتی۔''

((أُعْمِلْتُ فِكْرِيْ فِيْ حَالِ رَاحَتِيْ وَأَنَا مُسْتَطْرِحٌ.))

''میں آرام کرنے کی حالت میں لیٹے لیٹے اپنی سوچ کو کام میں لاتا ہوں۔''

((فَلَا أَنْهَضُ إِلَّا وَقَدْ خَطَرَ لِيْ مَا أُسَطِّرُهُ.))

''اور جب اٹھتا ہوں تو کوئی نہ کوئی نکتہ میرے ذہن میں آ چکا ہوتا ہے جسے میں قلم بند کرسکوں۔''

((وَإِنِّيْ لَأَجِدُ مِنْ حِرْصِيْ عَلَى الْعِلْمِ وَأَنَا فِيْ عَشْرِ الثَّمَانِيْنَ أَشَدَّ مِمَّا كُنْتُ أَجِدُهُ وَأَنَا ابْنُ عِشْرِيْنَ سَنَةً.))

''اور میں جبکہ ۸۰ کے دِہاکے میں ہوں، اپنے اندر علم کے لیے اُس سے زیادہ شوق اور رغبت پاتا ہوں جو مجھے بیس کے دِہاکے میں ہوتے ہوئے ہوا کرتی تھی۔''

((وَأَنَا أُقَصِّرُ بِغَايَةِ جُهْدِيْ أَوْقَاتَ أَكْلِيْ.))

''اور میں پوری کوشش کرکے اپنے کھانے کے اوقات بھی کم کرتا ہوں۔''

((حَتَّى أَنَّنِيْ أَخْتَارُ سَفَّ الْكَعْكِ وَتَحَسِّيْهِ بِالْمَاءِ عَلَى الْخُبْزِ لِأَجْلِ مَا بَيْنَهُمَا مِنْ تَفَاوُتِ الْمَضْغِ))

''حتی کہ میں کیک رس کو پیس کر پانی میں بھگو کر کھانے کو روٹی کھانے پر ترجیح دیتا ہوں، ان دونوں میں چبانے کے فرق کی وجہ سے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یعنی روٹی کو کھانے کے لیے اسے چبانا پڑتا ہے اور اس میں وقت صرف ہوتا ہے، جبکہ پانی حلق میں اتارتے ہوئے اتنا وقت نہیں لگتا۔

((تَوَ فُّرًا عَلَى مَطَالَعَةٍ .)) (صلاح الأمة في علو الهمة : ١٦٩/ ٤)

''اور ایسا اس لیے کرتا ہوں تا کہ وہ وقت جو روٹی چبانے میں صرف ہوتا ہے مطالعے کے لیے بچا سکوں۔''

ہمارے اسلاف کے ہاں وقت کی قدر کا یہ ایک نمونہ ہے، اُن لوگوں نے ہماری خیر خواہی کے لیے، ہم تک دین پہنچانے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، اپنی راحت اور آرام قربان کیا۔ تکلیفیں اٹھائیں، مشقتیں سہیں اور ہم! ہم نے اپنے وقت کی قدر تو نہ کی، مگر ان لوگوں کی قدر بھی نہ کی جنہوں نے ہمارے لیے وقت کی قدر کی اور قربانیاں دیں۔

اس مختصر سی گفتگو میں ہم نے یہ جانا کہ وقت انسان کی حقیقی عمر ہے اور وقت اتنا ہی قیمتی ہے جتنی کہ انسان کی زندگی قیمتی ہے اور وقت کی ناقدری کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔

ہم نے یہ بھی جانا کہ قرآن و حدیث وقت کی قدر کی بہت زیادہ ترغیب دیتے اور تاکید کرتے ہیں اور یہ کہ ہمارے اسلاف نے وقت کی قدر کے ہمارے لیے عالیشان نمونے چھوڑے ہیں۔ ہم نے یہ حقیقت بھی جانی کہ لوگوں کی غالب اکثریت وقت کی قدر نہیں جانتی۔

اب سوال یہ ہے کہ وقت کی ناقدری کی وجوہات کیا ہیں اور وقت کی کس کس طرح ناقدری ہوتی ہے کن کن طریقوں سے وقت ضائع کیا جاتا ہے۔

وقت کی قدر نہ جاننے کی بنیادی وجہ تو دین سے لاعلمی اور دوری ہے اور وقت کے ضیاع کی متعدد وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ اغیار کی نقالی ہے۔

آج دنیا میں وقت کے ضیاع کی بہت سی شکلوں اور صورتوں میں سے ایک صورت تفریح اور اینٹرٹینمنٹ کے حوالے سے ہے۔ اور اس کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ ہے کہ لوگوں کے پاس فارغ البالی بہت ہے، فارغ البالی دنیا کے مسائل میں سے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، جو کہ بہت سے فتنوں کا باعث بنتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغرب نے بہت عرصہ پہلے بھانپ لیا تھا کہ علم تمدن وعُمرانیات (Sociology) کا ایک بہت بڑا مسئلہ فارغ البالی ہے، چنانچہ دوسری جنگ عظیم کے بعد انہوں نے اس علم کی باقاعدہ بنیاد رکھی جس کا نام تفریحی علم تمدن ہے اور یہ علم تمدن، عمرانیات کی یعنی سوشیالوجی کی ایک فرع اور برانچ ہے۔(Sociology of Leisure)

چنانچہ انہوں نے اس فراغ کو پُر کرنے کے لیے تفریح، کھیل کود اور اینٹرٹینمنٹ کی نئی نئی راہیں نکالیں۔ وہ تمام راہیں بظاہر تفریح کا سامان ہیں مگر حقیقت میں وہ انسانی اخلاق کو تباہ و برباد کرنے والی ہیں، مگر افسوس کہ مسلمان بھی ان سے متاثر ہوکر انہی راہوں پر چل پڑے ہیں حالانکہ مسلمان کے پاس فارغ وقت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اسلام میں فراغت کا مطلب دنیوی اَشغال سے یا دینی اَشغال سے فارغ ہونا ہے، جس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اب باقی کا وقت کھیل کود میں یا اینٹرٹینمنٹ میں گزارا جائے۔

بلکہ اسلام ہمیں ہدایات دیتا ہے کہ:

﴿ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ ﴾ (انشراح : ۸، ۷)

''لہٰذا جب تم فارغ ہوتو عبادت کی مشقت میں لگ جاؤ اور اپنے دین کی طرف راغب ہو۔''

تو تفریح کے نام سے یقیناً وقت کا ضیاع ہوتا ہے اور اس کے اخلاقی طور پر جو نقصانات ہیں وہ الگ ہیں۔ دینی لحاظ سے بھی بہت زیادہ نقصانات ہیں۔

اسلام میں تفریح کا ایک الگ تصور ہے، اور اس کے کچھ قواعد وضوابط ہیں۔ مثلاً: تفریح کے لیے ایک ذریعہ کھیل ہے، اور کھیل اگر شرعی قواعد وضوابط سے ہٹ کر ہوتو اس کے نقصانات کیا ہو سکتے ہیں!

ملاحظہ کیجئے: کھیل کے دوران نماز کا وقت ہو اور آپ کھیل چھوڑ دیں اس کا تصور ہی نہیں ہے مگر کیا تفریح کے وقت نماز چھوڑی جا سکتی ہے؟ یقیناً نہیں، غور فرمائیے: جنگِ خندق کے دوران مشرکین کے گھیراؤ کی وجہ سے عصر کی نماز میں تاخیر ہوگئی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے کہ:

((حَبَسَ الْمُشْرِكُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتَّى احْمَرَّتِ الشَّمْسُ.))

"رسول اللہ ﷺ کو مشرکین مکہ نے نماز عصر سے روک دیا یہاں تک کہ سورج سرخ ہوگیا۔"

((فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى، صَلَاةِ الْعَصْرِ، مَلَأَ اللّٰهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا.))

(صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة: ٦٢٨)

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انھوں نے ہمیں نماز عصر سے مشغول کردیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھرے۔"

تو یہ سب باتیں وقت کی ضرورت واہمیت اور اس کی قدر و قیمت پر دلالت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان اوقات کو، ان ساعات ولمحات کو جو کہ زندگی کی اساس اور بنیاد اور اس کی اکائی ہیں ہمارے لیے دنیا وآخرت میں کامیابی اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اچھے انسان کا معیار معاشرے کے لیے مفید و مددگار

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴾ (الرعد: ١٧)

''پس جو جھاگ ہے وہ ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن وہ چیز جو لوگوں کو نفع دیتی ہے سو وہ زمین میں رہ جاتی ہے اسی طرح اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔''

یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص انسانی معاشرے کا ایک فرد، حصہ اور جزو ہے اور جزو لاینفک ہے یعنی اس سے الگ تھلگ ہو کر نہیں رہ سکتا، یہ انسان کی خواہش بھی ہے اور اس کی ضرورت و مجبوری بھی، چنانچہ جب حقیقت حال یہ ہو کہ لوگوں کا آپس میں ایک ساتھ اور مل جل کر رہنا ناگزیر ہو تو پھر طبعی امر ہے کہ اُس کے کچھ فوائد بھی ہوں گے اور کچھ نقصانات بھی۔

فوائد و منافع مادی بھی ہوتے ہیں اور معنوی بھی، پیدائش سے لے کر موت تک انسان کو زندگی کے بہت سے معاملات میں دوسروں سے مادی و معنوی مدد اور تعاون کی ضرورت پڑتی ہے، اِس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

مادی لحاظ سے یوں کہ انسان کو زندگی میں بہت سے معاملات میں بشمول کھانے پینے، رہنے سہنے، لینے دینے اور کاروبار کرنے کے ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے اور انسان کے مادی اور ظاہری وجود کے لحاظ سے بھی ضرورت ہوتی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے قریب اور آس پاس رہیں کہ اس سے وحشت، گھبراہٹ اور اداسی دور ہوتی ہے۔

اگر لوگ آس پاس، آمنے سامنے اور ایک دوسرے کے قریب نہ ہوں تو انسان کو وحشت و اداسی اور گھبراہٹ سی ہونے لگتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((سَمِعَ حُذَيْفَةُ رضی اللہ عنہ رَجُلاً يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ أَهْلِكِ الْمُنَافِقِيْنَ.))

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ: اے اللہ! منافقوں کو ہلاک اور تباہ و برباد کردے۔''

تو یہ سن کر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا:

((فَقَالَ: يَا ابْنَ اَخِيْ! لَوْ هَلَكَ الْمُنَافِقُوْنَ لَاسْتَوحَشْتُمْ فِيْ طُرُقَاتِكُمْ مِنْ قِلَّةِ السَّالِكِ.)) (مدارج السالکین ، ص: ۳۳۹)

''بیٹا (اے بھتیجے!) اگر سارے منافق ہلاک ہوجائیں تو تمہیں رستوں پر چلنے والوں کی قلت کی وجہ سے وحشت ہونے لگے۔''

گویا کہ لوگوں کا قرب ایک دوسرے کے لیے وحشت وتنہائی دور کرنے کا باعث ہوتا ہے اور یہ انسان کی ضرورت ہے۔

اسی طرح انسان کو معنوی لحاظ سے بھی دکھ، درد، مصیبت اور پریشانی کے وقت کسی انیس، ہمدرد، ہمدم، خیرخواہ اور غم گسار کی ضرورت ہوتی ہے کہ جس سے بات کرکے اُس کے غم کا بوجھ ہلکا ہو جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ احد سے واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ گھروں سے رونے کی آوازیں آرہی ہیں، عورتیں اپنے اپنے مقتولین کو رورہی ہیں۔

حدیث میں ہے کہ:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا رَجَعَ مِنْ أُحُدٍ سَمِعَ نِسَاءَ الْأَنْصَارِ يَبْكِيْنَ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ))

''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد سے واپس تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو اپنے خاوندوں پر، اور ایک حدیث میں ہے کہ اپنے مقتولین پر روتے ہوئے سنا۔''

((فَقَالَ: لٰكِنَّ حَمْزَةَ لَا بَوَاكِيَ لَهُ.))

''اور فرمایا: لیکن حمزۃ کے لیے تو کوئی رونے والے بھی نہیں ہیں۔''

مطلب یہ تھا کہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تو مدینہ میں بہت زیادہ قرابت داری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے کہ جس کی تعزیت اور غم گساری کرنے والے بھی ہوتے۔

حضرت سعد بن عبادۃ بن معاذ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ نے جب یہ سنا تو انہوں نے اپنی عورتوں کو جا کر رونے سے روکا اور کہا کہ کوئی عورت اپنے مقتولین پر اس وقت تک نہ روئے جب تک وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر نہ رو لے، چنانچہ عورتیں دیکھتے ہی دیکھتے مسجد کے پاس جمع ہوگئیں، تب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو چکے تھے، بیدار ہوئے تو افسوس کا اظہار کیا، اور فرمایا:

((مُرُوْهُنَّ فَلْيَرْجِعْنَ وَلَا يَبْكِيْنَ عَلَى هَالِكٍ بَعْدَ الْيَوْمِ .))

(مسند احمد : ٣٦٨/ ٧)

"ان سے کہو واپس لوٹ جائیں اور آج کے بعد کسی فوت ہونے والے پر نہ روئیں۔"

تو بتلانا مقصود یہ تھا کہ انسان کو زندگی میں غم گساری کی ضرورت ہوتی ہے، کوئی حوصلہ اور تسلی دینے والا اور کوئی تعزیت کرنے والا ہو تو غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

اس تمہید اور ابتدائیے سے یہ تو معلوم ہوا کہ لوگوں کا آپس میں مل جل کر رہنا انسان کی خواہش بھی ہے اس کی ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی اور یہ کہ اس کے فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی۔

اب سوال یہ ہے کہ ہمیں معاشرے میں کس طرح رہنا ہے اور کس طرح زندگی گزارنا ہے؟ دنیا میں اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے مختلف اور متعدد خودساختہ نظام موجود ہیں، جس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، صرف اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ لوگوں کے بنائے ہوئے نظام یا تو ناقص اور ادھورے ہیں، یا شریعت اور فطرت سے متصادم ہیں اور جو قوانین و ضوابط جزوی طور پر صحیح ہیں وہ اُس وقت تک مطلوبہ نتائج نہیں دے سکتے جب تک وہ ایک مکمل صحیح نظام کے اندر استعمال نہ ہوں۔

صرف اسلام ہی ایک ایسا نظام ہے کہ جو انسان کی معاشی، معاشرتی اور زندگی کے ہر شعبے میں ہر پہلو سے ٹھیک ٹھیک اور کامل و مکمل اور عین ضرورت وفطرت کے مطابق رہنمائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔

اسلام نے انسانوں کے لیے معاشرتی نظام کے جو اصول مقرر فرمائے ہیں، ان کی بنیاد خیر خواہی پر رکھی ہے اور سراسر خیر خواہی پر ہے، ملاحظہ فرمائیں کہ سب سے پہلے تو دینِ اسلام کو دین خیر خواہی قرار دیا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ .)) (صحیح مسلم ، کتاب الایمان : ٥٥)

''دین نصیحت و خیر خواہی ہے۔''

اور پھر انسان کے اچھے ہونے کی علامت اور معیار بھی خیر خواہی قرار دیا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَیْرُ النَّاسِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ .)) (معجم الاوسط للطبرانی: ٦٠٢٦)

''لوگوں میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو دوسروں کے لیے سب سے زیادہ نافع اور فائدہ مند ہیں۔''

کسی بھی انسان کو دنیا میں جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے وہ دین کے حوالے سے ہے یعنی لوگوں کو دینی لحاظ سے فائدہ پہنچانا اور ان کی رہنمائی کرنا۔

دینی لحاظ سے کسی کو فائدہ پہنچانا یقیناً سب سے بڑا فائدہ بھی ہے اور سب سے مشکل کام بھی، چنانچہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم السلام کو اِس کی ذمہ داری سونپی۔

اور پھر جو انبیاء علیہم السلام کے وارث بنے وہ اپنے اخلاص اور اپنی کوششوں کے حساب سے اس خیریت میں سے اپنا حصہ پاتے ہیں۔

اور یہ میدان سب کے لیے کھلا ہے، کسی کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے، البتہ اس کی کچھ شرطیں، کچھ تقاضے اور کچھ اصول وضوابط ہیں۔ جن کی پاسداری اور پابندی کرنا لازم ہے۔

تاہم قرآن و حدیث میں اِس کی جا بجا اور بہت زیادہ فضیلت اور اجر وثواب بتلاتے ہوئے ترغیب ضرور دی گئی ہے، جو کہ سب کے لیے یکساں ہے۔

اِس دنیا کی زندگی میں، بالخصوص معاشرتی زندگی گزارنے کے حوالے سے ایک بات ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آدمی کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے وہ امیر ہو یا غریب، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، بڑا ہو یا چھوٹا ہو، مرد ہو یا عورت، ہر شخص کو دکھوں، تکلیفوں، مصیبتوں اور پریشانیوں کا ضرور بالضرور سامنا کرنا پڑے گا، کسی کو کوئی استثنا نہیں، کوئی مفر نہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ لوگوں کی غالب اکثریت سیدھی اور مستقیم چلنے والی نہیں، نظام کی اور اصول وضوابط کی پابندی کرنے والی نہیں بلکہ من مانی کرنے والی ہے، اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارنے والی ہے، اور خواہشات اگر دین کے تابع نہ ہوں تو وہ اس کے مخالف اور اس سے متصادم ہوتی ہیں اور معاشرے میں فساد اور بگاڑ کا باعث بنتی ہیں۔

تو گویا کہ آدمی کو ذہنی طور پر پوری طرح مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنے کے لیے، انہیں برداشت کرنے کے لیے اور لوگوں کی اصلاح کے لیے ہمہ وقت اور ہمہ تن تیار رہنا چاہیے۔ اگر ایسا نہیں سوچیں گے اور ایسا نہیں کریں گے تو اس کے بہت سے منفی نتائج میں سے ایک نتیجہ ملاحظہ فرمائیے: حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا ، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ .))

”حدود اللہ کی پابندی کرنے والے اور ان کی پامالی کرنے والے کی مثال ایسے لوگوں کی ہے جنھوں نے کشتی میں بیٹھنے کے لیے قرعہ اندازی کی۔“

((فَاَصَابَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا ، وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا .))

”تو اُس میں کچھ لوگوں کو اوپر والے حصے میں جگہ ملی اور کچھ کو نچلے حصے میں۔“

((فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ .))

”نیچے والوں کو جب پانی کی ضرورت ہوتی تو انہیں اوپر آنا پڑتا جس سے اوپر والوں کو کچھ تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔“

فَقَالُوْا: ((لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا ، وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا .))

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''تو انھوں نے آپس میں کہا کہ کیوں نہ ہم کشتی کے اپنے والے حصے میں ہی سوراخ کر کے پانی حاصل کر لیں اور ہم اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔''

((فَإِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا أَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعاً .))

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اوپر والے اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دیں کہ جو وہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔''

((وَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى أَيْدِيْهِمْ نَجَوْا ، وَنَجَوْا جَمِيْعاً .))

(صحيح البخاري ، كتاب الشركة : ٢٤٩٣)

''اور اگر وہ اُن کا ہاتھ روک لیں تو وہ بھی بچ جائیں اور سارے بچ جائیں۔''

تو معاشرے کی اصلاح کی کوشش نہ کرنے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ فساد اور بگاڑ، بے حیائی، فحاشی، بدکاری، بداخلاقی اور دیگر بہت سی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ جن سے معاشرے میں تعفن پھیلتا ہے اور تمام ماحول بدبودار ہو جاتا ہے کہ سارے کے سارے لوگ کسی نہ کسی درجے اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔

معاشرے کی اصلاح کے لیے ہر شخص کا اپنی اپنی علمی استعداد اور بساط کے مطابق حصہ ڈالنا ضروری ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً .)) (بخاري : ٣٤٦١)

''کوئی ایک آیت بھی معلوم ہو تو میری طرف سے پہنچاؤ۔''

یاد رہے کہ صرف پہنچانے کا حکم ہے منوانے کا نہیں۔ دین کے لحاظ سے کسی کی رہنمائی کرنا، کسی کی خیر خواہی کرنا یقیناً سب سے بڑی خدمت اور سب سے بڑی خیر خواہی ہے، لیکن یہ ہر ایک کی استطاعت میں نہیں ہے، مگر اسلام کسی شخص کو، کسی قوم کو، کسی طبقے کو نیکی سے محروم نہیں کرتا، کسی کے لئے، کسی ایک کام میں اگر بہت بڑا اجر رکھا ہے تو کسی دوسرے کے لیے کسی دوسرے کام میں اس سے ملتا جلتا اجر و ثواب رکھ دیا ہے۔

آج کی گفتگو کا اصل موضوع تو یہ تھا کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ))(المعجم الأوسط للطبراني : ٥٧٨٧)

''لوگوں میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو دوسروں کے لیے سب سے زیادہ نفع مند ہیں۔''

مگر اب تک کی گفتگو تمہید کے طور پر عرض کی گئی ہے تاکہ اصل موضوع اور اس کی اہمیت سمجھنے میں آسانی ہو۔

تاہم اس حدیث کی روشنی میں لوگوں کو نفع پہنچانے اور ان کی خیر خواہی کرنے کے بہت سے طریقے اور بہت سی صورتیں احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔

مثلاً: لوگوں کی خیر خواہی کرنے کی مختلف صورتیں اور اس کی اہمیت ایک حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَحَبُّ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ .))

''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب اور پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوں۔''

((وَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ سُرُورٌ تُدْخِلُهُ عَلٰى مُسْلِمٍ ، تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً ، أَوْتَقْضِي عَنْهُ دَيْناً ، اَوْتَطْرُدُ عَنْهُ جُوعاً .))

''اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ اعمال: کسی مسلمان کو کوئی خوشی پہنچانا ہے، کسی کی کوئی تنگی دور کرنا ہے، کسی کا قرض ادا کرنا ہے، یا کسی کی بھوک مٹانا ہے۔''

((وَلَأَنْ اَمْشِيَ مَعَ أَخٍ لِي فِي حَاجَةٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِن اَنْ أَعْتَكِفَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ الْمَدِيْنَةِ شَهْرًا))

''اور میں کسی بھائی کے ساتھ اُس کے کام سے اُس کے ساتھ جاؤں مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس مسجد میں یعنی مسجد نبوی میں پورا ایک مہینہ اعتکاف بیٹھوں۔''

((وَمَنْ كَظَمَ غَيْظَهُ ، وَلَوْشَاءَ اَنْ يُمْضِيَهُ اَمْضَاهُ ، مَلَأَ اللّٰهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَزَّوَجَلَّ قَلْبَهٗ رِضًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ .))

''اور جس نے اپنا غصہ دبا لیا، کہ اگر وہ اسے نافذ کرنا چاہتا تو کرسکتا ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو قیامت کے دن رضا سے بھر دے گا۔'' یعنی قیامت کے دن پھر اسے کوئی ڈر خوف اور گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

((وَمَنْ مَشٰى مَعَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فِيْ حَاجَةٍ حَتّٰى يُثْبِتَهَا لَهٗ، أَثْبَتَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدَمَه عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْأَقْدَامُ .))

(معجم الاوسط للطبرانی: ٦٠٢٦۔ صحیح الترغیب : ٢٦٢٣)

''اور جو کوئی اپنے کسی بھائی کے ساتھ، اس کے کام کے لیے اُس کے ساتھ گیا حتیٰ کہ اس کا وہ کام پورا کردیا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پل صراط پر اس کے پاؤں جمادے گا کہ جہاں لوگوں کے قدم لڑکھڑائیں گے۔''

یہ جو حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اپنی مسجد میں پورا مہینہ اعتکاف کرنے سے زیادہ اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کسی مسلمان بھائی کے کام کے لیے اُس کے ساتھ چل کر جاؤں، تو اِس میں حکمت علماء کرام یہ بیان فرماتے ہیں کہ ہر وہ نیکی کہ جس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچے وہ زیادہ افضل ہے اس نیکی سے کہ جس کا فائدہ صرف آدمی کی اپنی ذات تک ہی محدود ہو۔

مثلاً کوئی آدمی نفلی روزہ رکھتا ہے تو اس کا فائدہ صرف اس کی ذات کو ہے، اسی طرح نماز پڑھتا ہے، قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے یا تسبیحات واذکار کرتا ہے تو صرف اس کو فائدہ پہنچتا ہے، لیکن کوئی ایسا کام کہ جس سے دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہو زیادہ بہتر ہے، تو ایسی نیکی کہ جس کا دوسروں کو فائدہ پہنچے ایک بہترین نیکی ہے چاہے پرندے اور جانور وغیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا فَيَأْكُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا طَيْرٌ اِلَّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَانَ لَهُ صَدَقَةً اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَة .))

(صحیح مسلم ، کتاب المساقاة : ١٥٥٢)

''کوئی مسلمان جوکوئی ایسا درخت یا ایسی کھیتی لگاتا ہے کہ جس سے کوئی انسان، کوئی جانوراور کوئی پرندہ مستفید ہوتو وہ قیامت تک اس کے لیے صدقہ ہوگا۔''

تو نیکی اور خیرخواہی کی بہت سی راہیں اور بہت سی صورتیں ہیں، ذرا تفصیل سے ان شاء اللہ پھر کبھی ذکر ہوگا۔ لوگوں کو نفع پہنچانے کی ایک معروف صورت مالی لحاظ سے کسی کو فائدہ پہنچانا ہے، اگر اس کی استطاعت ہوتو اس کو ضرور کریں بلکہ اپنی عادت بنالیں اور پابندی سے اور مستقل بنیادوں پر کریں، اس کے دنیا وآخرت میں بہت زیادہ فوائد ہیں، اس کا ایک فائدہ ملاحظہ فرمائیے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِيءُ الْمَاءُ النَّارَ))

(ترمذی ، کتاب الایمان : ٢٦١٦)

''صدقہ گناہ کوایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔''

صدقہ کرنا ایک مشکل کام لگتا ہے، کیونکہ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ وہ مال کے کم ہونے سے ڈرتا ہے، مگر ایک تو نبی کریم ﷺ نے قسم کھا کر یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ:

((مَانَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ .))

(صحیح مسلم ، کتاب البر والصلة : ٢٥٨٨)

''صدقہ مال کوکم نہیں کرتا۔''

اور دوسرے یہ کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا اخْتَصَّهُمْ بِالنِّعَمِ لِمَنَافِعِ الْعِبَادِ ، يُقِرُّهُمْ فِيْهَا مَابَذَلُوْهَا ، فَاِذَا مَنَعُوْهَا نَزَعَهَا مِنْهُمْ فَحَوَّلَهَا اِلٰى غَيْرِهِمْ))

(صحیح الجامع : ٢١٦٤)

''اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے فائدے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے چند نعمتوں کے ساتھ خاص کیا ہے، جب تک وہ اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس میں برقرار رکھتا ہے اور جب وہ اسے روک لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو ان سے چھین لیتا ہے اور انھیں دوسروں لوگوں کی طرف پھیر دیتا ہے۔‘‘

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((ثَلَاثَةٌ لَا أُكَافِئُهُمْ: رَجُلٌ بَدَأَنِي بِالسَّلَامِ ، وَ رَجُلٌ أَوْسَعَ لِي فِي الْمَجْلِسِ ، وَ رَجُلٌ إِغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي الْمَشْيِ إِلَيَّ إِرَادَةَ التَّسْلِيْمِ عَلَيَّ .))

’’تین قسم کے لوگوں سے میں برابری نہیں کرسکتا: اور ان کا بدلہ نہیں دے سکتا ایک وہ آدمی جو مجھ سے سلام کرنے میں پہل کرے، دوسرا وہ شخص جو مجلس میں میرے لیے (جگہ کی) وسعت پیدا کرے اور تیسرا وہ آدمی کہ مجھ پر سلام پیش کرنے کے ارادے سے آتے ہوئے جس کے پاؤں غبار آلود ہوں۔‘‘

((فَأَمَّا الرَّابِعُ فَلَا يُكَافِئُهُ عَنِّي إِلَّا اللّٰهُ .))

’’اور چوتھا آدمی جس کا اللہ تعالیٰ ہی میری طرف سے بدلہ دے سکتا ہے۔‘‘

((قِيلَ وَمَنْ هُوَ؟))

’’آپ سے پوچھا گیا: وہ کون ہے؟‘‘

((قَالَ : رَجُلٌ نَزَلَ بِهِ أَمْرٌ فَبَاتَ لَيْلَتَهُ يُفَكِّرُ بِمَنْ يُنْزِلُهُ ، ثُمَّ رَآنِي أَهْلًا لِحَاجَتِهِ فَأَنْزَلَهَا بِي)) (المجالسة وجواهر العلم ، ج: ٣ ، ص: ٦٩ ، في سنده ضعف)

’’فرمایا: وہ شخص کہ جسے کوئی پریشانی لاحق ہوئی تو اس نے رات یہ سوچتے ہوئے گزاری کہ وہ اپنی پریشانی کس کے پاس لے کر جائے، پھر اُس نے اپنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ضرورت کے لیے مجھے اہل جانا، چنانچہ اس نے اپنی ضرورت مجھ پر پیش کی۔''

تو صدقہ کرنا اگرچہ فطرتاً آدمی کو مشکل لگتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کے بہت اور بڑے بڑے فوائد کے ساتھ ساتھ ایک یہ بات بھی صدقہ کرنے کی ہمت بڑھانے کے لیے کافی ہے کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی ذریعے سے آدمی کو اس کا عوض دے دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاشرتی زندگی کے اصول وآداب

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿١٧﴾﴾ (الرعد: ١٧)

''پس جو جھاگ ہے وہ ناکارہ ہوکر چلا جاتا ہے اور وہ چیز جو لوگوں کو نفع دیتی ہے سو وہ زمین میں رہ جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے۔''

گزشتہ خطبۂ جمعہ ہم نے جانا کہ اجتماعی اور معاشرتی زندگی گزارنا انسان کی خواہش بھی ہے، اس کی ضرورت و مجبوری بھی ہے اور اس کے فوائد اور نقصانات بھی ہیں، لہٰذا ضروری ٹھہرتا ہے کہ یہ جانا جائے کہ معاشرتی زندگی کس طرح گزاری جائے، اس کے اصول وضوابط کیا ہیں اور اس کے طریقے اور سلیقے کیا ہیں۔

سب سے پہلے ہر انسان کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ زندگی گزارنا انسان کی زندگی کے بڑے بڑے کاموں میں سے سب سے بڑا کام ہے۔

جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''لوگ ہمیشہ اس کھوج میں لگے رہتے ہیں کہ زندگی کو بڑے بڑے کاموں کے لیے کام میں لائیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہاں ایک سب سے بڑا کام خود زندگی ہوئی۔'' (غبار خاطر)

تو زندگی گزارنا یقیناً ایک بہت بڑا کام ہے اور زندگی ویسے تو گزر ہی جاتی ہے اچھی ہو یا بری، خوشگوار ہو یا ناخوشگوار، اور جو چیز عارضی ہو، ختم ہونے والی ہو، وہ چاہے ہزاروں سال پر محیط ہو، ختم ہونے کے بعد ایسے ہی لگتی ہے جیسے دو ایک پل ہی تھے گزر گئے، جیسا کہ اہل جہنم سے قیامت کے دن جب پوچھا جائے گا کہ:

﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾﴾ (المؤمنون: 112)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

’’بتاؤ زمین میں تم کتنے سال رہے؟‘‘

﴿قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ﴾ (المؤمنون : 113)

’’وہ کہیں گے: ایک دن، یا دن کا بھی کچھ حصہ ہم وہاں ٹھہرے ہیں، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔‘‘

﴿قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (المؤمنون : 114)

’’ارشاد ہوگا تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہونا! کاش تم نے اُس وقت جانا ہوتا۔‘‘

اسی طرح دیگر آیات میں بھی ہے کہ دنیا میں گزری ہوئی زندگی انہیں تھوڑی دیر ہی معلوم ہوگی۔ تو جو چیز عارضی اور فانی ہے، جسے بالآخر ختم ہونا ہی ہے، وہ ایسے ہی ہے کہ اب ختم ہوئی کہ اب ختم ہوئی، جیسا کہ شاعر کہتا ہے کہ:

جی کا جانا ٹھہر رہا ہے ، صبح گیا یا شام گیا

تو زندگی یوں تو گزر ہی جاتی ہے، نرم ہو یا گرم، مگر کامیاب زندگی گزارنا، پاکیزہ اور خوشگوار زندگی گزارنا، جو کہ مطلوب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لیے جس کا وعدہ بھی کیا گیا ہے، اس کے لیے سعی و جہد کرنا اصل کام ہے۔

یادرہے کہ اسلام کے نزدیک کامیاب، پاکیزہ اور خوشگوار زندگی کا معنی ومفہوم وہ نہیں ہے جو لوگوں میں معروف ومشہور ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ دنیا والوں کے نزدیک کامیاب زندگی کا مطلب خالصتاً مادی ہوتا ہے کہ آدمی کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہو، عہدہ و منصب ہو، بڑی بڑی سفارشیں ہوں اور دیگر نعمتوں اور سہولتوں سے مالا مال ہو، تکلیفوں، مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ ہو۔

مگر اسلام کے نزدیک کامیاب اور خوشگوار زندگی ایک معنوی چیز ہے، جس کا تعلق دل سے ہے، دل اگر نعمتِ ایمان سے معمور ہو اور عمل صالح کی توفیق حاصل ہو تو اسے سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے اور ایمان کی لذت محسوس ہونے لگتی ہے، پھر وہ تمام ظاہری تنگیوں اور تکلیفوں کے باوجود پرسکون ہوتا ہے اور اپنی حالت پر مطمئن ہوتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (النحل: ٩٧)

''جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مؤمن، تو اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور آخرت میں ایسے لوگوں کو اُن کے اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔''

تو اس حیاتِ طیبہ، پاکیزہ اور کامیاب زندگی سے مراد صحابہ کرام سے منقول تفسیر کی روشنی میں رزقِ حلال اور قناعت ہے۔ اور جیسا کہ حدیث میں بھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ ، وَرُزِقَ كَفَافاً ، وقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ .))

(صحيح مسلم ، كتاب الزكاة : ١٠٥٤)

''کامیاب ہوگیا وہ جو اسلام لایا اور اس کی ضرورت کے مطابق اسے رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا فرمایا اس پر اسے قناعت نصیب فرما دی۔''

اور آپ جانتے ہیں کہ قناعت کتنی بڑی نعمت، کتنی بڑی سعادت اور کتنی بڑی دولت ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کچھ لوگ مالدار اور صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود روتے رہتے ہیں کہ کاروبار مندا ہے، حالات بڑے ٹائیٹ ہیں بس مشکل سے گزارا ہوتا ہے وغیرہ الفاظ سے اپنی غربت کا رونا روتے رہتے ہیں۔

اس کے برعکس کچھ لوگ جن کے پاس کوئی بینک بیلنس نہیں ہوتا کوئی جمع پونجی نہیں ہوتی، مشکل سے ضروریاتِ زندگی پوری ہوتی ہیں مگر آپ کبھی ان کی زبان سے شکوہ نہیں سنیں گے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے نظر آئیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قناعت کی دولت سے نواز رکھا ہوتا ہے، مالا مال کر رکھا ہوتا ہے، وہ اپنی حالت اور اپنی قسمت پر خوب خوب مطمئن ہوتے ہیں۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حقیقی غِنا اور تونگری مال و متاع اور دولت و ثروت میں نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی بلکہ دل کی تونگری میں ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ))

(صحيح البخاري ، كتاب الرقاق : ٦٤٤٦)

''مالداری اور تونگری کثرتِ مال و متاع میں نہیں بلکہ دل کا غنا اصل میں تونگری ہے۔''

تو حقیقی کامیاب زندگی اِس دنیا میں یہی ہے کہ آدمی کو دولتِ ایمان نصیب ہو، عمل صالح کی توفیق حاصل ہو، تقدیر پر رضا ہو، نعمتِ قناعت میسر ہو اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر دل و جان سے مطمئن ہو، تو اُس سے زیادہ مالدار اور اُس سے زیادہ خوش نصیب کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِناً فِي سِرْبِهٖ، مُعَافىً فِيْ جَسَدِهٖ، عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ، فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا .))

(ترمذی ، كتاب الزهد : ٢٣٤٦)

''جو شخص اپنے گھر اور اہل و عیال میں امن امان سے ہو، جسمانی بیماریوں اور تکلیفوں سے محفوظ ہو اور اُس دن کا کھانا اس کے پاس موجود تو گویا اُس کے لیے ساری دنیا سمیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔''

اندازہ کریں ان تینوں چیزوں کو ساری دنیا قرار دیا ہے گویا کہ یہ تین چیزیں پوری دنیا کی نعمتوں کا لب لباب، نچوڑ اور خلاصہ ہیں، اور اِن کے علاوہ دیگر نعمتیں محض سامانِ عیش و عشرت میں آتی ہیں۔

اگر آدمی کو ایمان، عمل صالح اور قناعتِ نفس کے ساتھ یہ تین چیزیں حاصل ہوں تو پھر تمام تکلیفوں اور محرومیوں کے باوجود ایسا پرسکون اور مطمئن نظر آتا ہے کہ دنیا اُس کی حالت پر رشک کرتی ہے۔

جیسا کہ جب خلیفہ عبدالملک بن مروان نے بسترِ مرگ پر آخرت کے سوال و جواب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں فکرمند، موت کی سختیوں سے دوچار، گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے کہا کہ کمرے کی کھڑکیاں کھول دو تا کہ تازہ ہوا آئے، جب کھڑکی کھولی گئی، تو دیکھا کہ دور ایک دھوبی کپڑے دھو رہا ہے:

"لَـمَّـا احْتُضِرَ عَبْدُ الْمَلِكِ أَمَرَ بِفَتْحِ الْأَبْوَابِ مِنْ قَصْرِهِ ، فَلَمَّا فُتِحَتْ سَمِعَ قَصَّارًا بِالْوَادِيْ فَقَالَ : مَا هٰذَا؟ قَالُوا قَصَّارٌ"

''جب عبدالملک بن مروان کا وقتِ وفات قریب آیا تو محل کے دروازے کھول دینے کا حکم دیا، جب درازے کھولے گئے تو وادی میں ایک دھوبی کے کپڑے دھونے کی آواز سنائی دی، پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ دھوبی ہے۔''

"فَقَالَ : يَا لَيْتَنِي كُنْتُ قَصَّاراً أَعِيْشُ مِنْ عَمَلِ يَدِيْ "

''اے کاش میں دھوبی ہوتا، اپنے ہاتھ کی محنت سے زندگی گزارتا ہے۔''

"فَلَمَّا بَلَغَ سَعِيْدَبْنَ الْمُسَيَّبِ قَوْلُهُ"

''جب سیّدالتابعین امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ تک ان کی یہ بات پہنچی۔''

((قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَهُمْ عِنْدَ مَوتِهِمْ يَفِرُّوْنَ إِلَيْنَا وَلَا نَفِرُّ إِلَيْهِمْ)) (البداية والنهاية ، ج : ٩ ، ص : ٦٨)

''تو فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ان لوگوں کو موت کے وقت ہماری طرف آنے والا بنا دیا، ہمیں اُن کی طرف نہیں جانا پڑا۔''

تو نعمتِ ایمان کے ساتھ قناعت ہی ایک ایسی نعمت ہے جو انسان کو خوشگوار اور پاکیزہ زندگی کی راہ پر گامزن کرتی ہے ورنہ انسان دنیا کے حصول کے لیے دن رات بے چین اور مارا مارا پھر رہا ہوتا ہے، رالیں ٹپک رہی ہوتی ہیں، آرام کی نعمت سے محروم، بچوں کی محبت سے محروم، اسے صرف کام کی فکر ہوتی ہے کہ کام، کام اور بس کام۔

ایسے دنیادار لوگ، جو دنیا کی ہوس میں ہلکان ہو رہے ہوتے ہیں کبھی اُس کیفیت سے آشنا نہیں ہوتے جس کے بارے میں بعض سلف صالحین یوں گویا ہوئے ہیں کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((إِنَّـهُ لَتَـمُرُّ بِيْ اَوْقَاتٌ أَقُوْلُ فِيْهَا : إِنْ كَـانَ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْ مِثْلِ هَـذَا ، إِنَّهُمْ لَفِي عَيْشٍ طَيِّبٍ)) (مدارج السالكين ، ج : ٣ ، ص : ٢٤٣)

''مجھ پر کبھی ایسے اوقات بھی گزرتے ہیں کہ جنہیں پا کر میں کہتا ہوں کہ اگر جنت والے اس کیفیت میں ہوتے ہیں تو وہ یقیناً بڑی عیش کی زندگی میں ہوں گے۔''

اور ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

((لَـوْ يَـعْـلَـمُ الْـمُلُوْكُ وَأَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنَ السَّعَادَةِ لَجَالَدُوْنَا عَلَيْهَا بِالسُّيُوْفِ)) (مجموع رسائل ابن رجب ، ج : ١ ، ص : ١٧٢)

''اگر بادشاہوں کو اور ان کی اولادوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم کس سعادت وخوشی بختی میں ہیں تو وہ اسے ہم سے تلواروں کے ذریعے چھین لینا چاہیں۔''

تو پاکیزہ، خوشگوار اور کامیاب زندگی مال ودولت اور عہدہ ومنصب کا نام نہیں، بلکہ وہ دل کی کیفیت کا نام ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہ جنہیں طرح طرح کی مصیبتوں، سختیوں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا فرماتے ہیں۔

((مَايَصْنَعُ أَعْدَائِي بِيْ؟))

''میرے دشمن میرا کیا کرلیں گے!''

((أَنَـا جَـنَّـتِـيْ وَبُسْتَـانِيْ فِيْ صَدْرِيْ ، أَيْنَ رُحْـتُ فَهِـيَ مَعِي لَاتُفَارِقُنِيْ)) .

''میری جنت اور میرے باغات میرے سینے میں ہیں، میں جہاں بھی جاؤں میرے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، مجھ سے جدا نہیں ہوتے۔''

((أَنَا حَبْسِيْ خَلْوَة .))

''میری قید میرے لیے تنہائی ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَقَتْلِي شَهَادَةَ .))

’’اور میرا قتل میرے لیے شہادت ہے۔‘‘

((وَإِخْرَاجِيْ مِنْ بَلَدِيْ سِيَاحَةٌ)) (ذيل طبقات الحنابلة ،ج : ٤ ، ص : ٥١٩)

’’اور مجھے ملک بدر کرنا میرے لیے سیاحت ہے۔‘‘

تو پاکیزہ، خوشگوار اور کامیاب زندگی جینا انسان کا مطلوب ومقصود ہے مگر اس کے کچھ تقاضے بھی ہیں وہ تقاضے پورے کئے بغیر مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوسکتے اس کے علاوہ عام معاشرتی زندگی کے اصول وضوابط ہیں اور معاشرتی زندگی جینا انسان کی ضرورت و مجبوری ہے، مگر مل جل کر رہنے کے لیے کچھ اصول وضوابط بھی ہیں جو ہمیں اسلام نے سکھائے ہیں، جن کا اپنانا لازم ہے، ورنہ بہت سی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں، بہت سے نقصانات سامنے آتے ہیں، لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اور فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے۔

معاشرتی زندگی جینے کے لیے گذشتہ جمعے ایک قاعدہ اور ضابطہ اور سنہری اصول ذکر کیا تھا کہ لوگوں کی خیرخواہی اور ہمدردی کرنا، اور یہ ایک ایسا قاعدہ اور اصول ہے کہ اسلام نے اس کو جہاں معاشرے کے لیے مفید بتلایا ہے وہاں انسان کے اچھا ہونے کا معیار بھی قرار دیا ہے فرمایا:

((خَيْرُ النَّاسِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ .))

(معجم الأوسط للطبراني : ٦٠٢٦)

’’سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ پہنچانے والے ہوں۔‘‘

اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی بہت سی صورتوں میں سے ایک معروف صورت صدقہ کرنے کا ذکر کیا تھا اور صدقہ کرنے کی قرآن وحدیث میں بہت زیادہ فضیلت اور بہت زیادہ دنیوی اور اخروی فوائد بتلائے گئے ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایک فضیلت یہ بیان ہوئی ہے کہ:

((اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُوْرِ .))

”صدقہ، صدقہ کرنے والوں سے قبر کی گرمی بجھاتا ہے۔“

((وَإِنَّمَا يَسْتَظِلُّ الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ))

(صحيح الترغيب : ٨٧٣)

”اور بندۂ مؤمن قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا۔“

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

((كُلُّ امْرِئٍ فِيْ ظِلِّ صَدَقَتِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ .))

(مسند احمد: ١٧٣٣٣ ، ابن حبان : ٣٣١٠)

”ہر آدمی قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلے مکمل ہوجائیں۔“

تو صدقہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی بہت سی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔

لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا ایک اور آسان طریقہ بھی ہے، جو کہ بہت ہی آسان ہے، مگر مزاج اور فطرت کی مجبوری کی وجہ سے شاید سب سے مشکل لگتا ہے۔

اور وہ ہے: لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا۔ جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ اُيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟

قَالَ: ((اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ، وَجِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِهٖ .))

قُلْتُ فَاَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟

قَالَ: ((أَغْلَاهَا ثَمَناً، وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا .))

قَالَ: فَاِنْ لَمْ اَفْعَلْ؟

قَالَ: ((تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْتَصْنَعُ لِاَخْرَقَ .))

قَالَ: فَاِنْ لَمْ أَفْعَلْ؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلَى نَفْسِكَ.

(صحيح البخاری ، كتاب العتق : ٢٥١٨)

''کہ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے افضل عمل کون سا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔'' میں نے کہا: کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی قیمت زیادہ ہو اور وہ اپنے مالک کی نگاہ میں نہایت پسندیدہ ہو۔ میں نے کہا: اگر میں یہ نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کسی کام کرنے والے کی مدد کر یا کسی بے ہنر اور اناڑی کا کام کر دے۔'' میں نے کہا: اگر یہ بھی نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ، یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تم اپنے اوپر کرو گے۔''

غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا فضل اور انعام ہے، کہ کچھ نہ کرنے سے بھی صدقہ کرنے کا ثواب مل جاتا ہے، صرف نیت ہی تو کرنی ہے کہ میں نے کسی کو تکلیف نہیں پہنچانی۔ کوئی عقلمند، شریف النفس انسان ویسے بھی کسی کو نقصان اور تکلیف پہنچانا پسند نہیں کرتا۔

ہاں کچھ ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں کہ جن کی سرشت میں ہی چھیڑ چھاڑ اور ایذا رسانی کے جراثیم ہوتے ہیں وہ لوگوں کو اذیت پہنچا کر خوش ہوتے ہیں وہ جب تک کسی کو طنز نہ کرلیں، کسی کو تنگ نہ کرلیں انہیں چین نہیں آتا۔

ایسے لوگ چاہے کسی بھی ماحول میں رہ لیں، کوئی بھیس دھار لیں، کوئی بھی حلیہ اختیار کرلیں، مگر ان کی فطرت میں اذیت پہنچانا بدستور موجود رہتا ہے۔

جیسا کہ ایک قصہ مشہور ہے، بہت سی مستند کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک بدو نے ایک بھیڑیئے کا بچہ دیکھا کہ پیدا ہوتے ہی اس کی ماں مرگئی۔ اس بدو کے پاس ایک بکری تھی، اس نے بھیڑیئے کا بچہ لیا اور اس کو بکری کا دودھ پلا پلا کر پالنا شروع کیا۔

جب بھیڑیئے کا بچہ بڑا ہوگیا تو وہ ایک دن بکری کو چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ اس پر بدو بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیران ہوا، کہ اس بچے نے اپنی ماں نہیں دیکھی بلکہ بکری ہی اس کی ماں تھی اور نہ بھیڑیوں میں پلا بڑھا ہے پھر اس کو کیسے معلوم ہوا کہ ایسے بھی کر سکتے ہیں چنانچہ وہ اسے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تجھے کس نے بتایا کہ تیرا باپ بھیڑیا ہے۔

بالآخر نتیجہ نکالا کہ:

إِذَا كَانَ الطِّبَاعُ طِبَاعَ سَوءٍ
فَلَا أَدَبٌ يُفِيدُ وَلَا أَدِيبُ

”اگر کسی کی سرشت بری ہو تو پھر نہ کوئی ادب کام آتا ہے اور نہ ادیب۔“

اس کا مطلب یہ نہیں کہ مزاج پر یا فطرت پر قابو نہیں پایا جا سکتا، ضرور قابو پایا جا سکتا ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ اس کے لیے بہت زیادہ محنت درکار ہوتی ہے۔

لوگوں کو اذیت پہنچانے کی کیا کیا شکلیں اور صورتیں ہیں اور ان سے کس طرح بچا جا سکتا ہے اور کسی کو اذیت پہنچانے کے کیا کیا سنگین نتائج ہو سکتے ہیں ان میں سے کچھ آئندہ خطبہ میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرمت اذیتِ مسلم

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ (الاحزاب: ۵۸)

گذشتہ گفتگو میں ہم نے یہ جانا کہ زندگی گزارنا انسان کی زندگی کا ایک بہت بڑا اور نہایت ہی اہم کام ہے، بالخصوص اجتماعی زندگی، یعنی گوشہ نشینی کی زندگی نہیں، معاشرے سے الگ تھلگ ہوکر نہیں بلکہ لوگوں کے بیچ میں رہتے ہوئے زندگی گزارنا یقیناً ایک مشکل ترین کام ہے، جوکہ تکلیفوں اور مصیبتوں سے بھرا ہوا ہے۔

اس حقیقت کو حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ.)) (سنن ابن ماجه، كتاب الفتن: ۴۰۳۲)

”وہ مسلمان جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر اور گھل مل کر رہتا ہے اور اُن کی اذیتیں برداشت کرتا ہے اُن پر صبر کرتا ہے زیادہ اجر رکھتا ہے اُس مسلمان سے جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر نہیں رہتا اور اُن کی تکلیفیں نہیں سہتا۔“

مطلب یہ کہ اجتماعی اور معاشرتی زندگی کا اک لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو تکلیفوں اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اگرچہ معاشرے سے الگ ہوکر، گوشہ نشینی اور تنہائی کی زندگی بھی گزاری جاسکتی ہے، مگر ترجیح اسی کو دی گئی ہے، ترغیب اسی کی دی گئی ہے کہ لوگ آپس میں مل جل کر رہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بہت سے مادی اور معنوی فوائد و منافع ہیں: نیکی اور خیر کے کاموں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں ایک دوسرے کا تعاون کیا جاتا ہے، متعدد اجتماعی عبادات ادا ہوتی ہیں، نماز پنجگانہ، نماز عیدین، صلاۃ الکسُوف اور صلاۃ الا ستسقاء وغیرہ۔

اسی طرح دیگر کئی ایک فوائد ہیں، البتہ اگر ایمان کے نقصان کا ڈر ہو تو پھر نہ صرف یہ کہ گوشہ نشینی کی زندگی گزاری جاسکتی ہے بلکہ ترغیب دی گئی ہے کہ اپنے ایمان کو بچانے کے لیے جنگل میں چلے جائیں اور اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں یا جہاں کہیں جگہ ملتی ہے پناہ لے لیں، مگر فتنے سے دور رہیں۔

تو اس دنیا کی زندگی میں انسانی معاشرے میں رہتے ہوئے مکمل طور پر لوگوں کی اذیتوں سے بچنا ناممکن ہے، چاہے آدمی کی معاشرے میں کوئی بھی حیثیت ہو، نبی ہو، ولی ہو، عالم ہو، عامی ہو، امیر ہو، غریب ہو، تکلیف اور اذیت کا ہر حال میں سامنا کرنا پڑتا ہے، کہ یہ ایک آزمائش ہے، امتحان ہے ہر انسان کو اس سے لامحالہ گزرنا ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کسی کو تکلیف اور اذیت پہنچانا حرام نہیں رہا، یا کوئی بڑی بات نہیں رہی، بلکہ بے قصور اور بے سبب اذیت ایک صریح جرم ہے۔

اب اذیت کی بے شمار قسموں میں سے ایک معمولی سی اذیت کو دیکھیں۔ معمولی ان معنوں میں کہ لوگ اسے یا تو گناہ ہی نہیں سمجھتے یا معمولی سا گناہ سمجھتے ہیں۔

تو ایک معمولی سی بات سمجھی جانے والی اذیت کہ جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟))

''کیا تمھیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟''

قَالُوْا: ((اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ .))

صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) ہی بہتر جانتے ہیں۔''

قال: ((ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ))

فرمایا: ''تمھارا اپنے کسی مسلمان بھائی کا اس انداز سے ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو، غیبت ہے۔''

((قِيلَ أَفَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ فِي اَخِي مَا اَقُوْلُ .))

''عرض کیا گیا کہ اگر وہ بات واقعتاً میرے بھائی میں پائی جاتی ہو، جو میں اُس کے بارے میں کہتا ہوں؟''

قَالَ: ((اِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُوْلُ ، فَقَدْ إِغْتَبْتَهُ .))

فرمایا: ''اگر وہ بات واقعی اس میں موجود ہو جس کا ذکر تم کر رہے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی ہے۔''

((وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ .))

(صحيح مسلم ، كتاب البر والصلة : ٢٥٨٩)

''اور اگر وہ بات اُس میں نہ ہو تو پھر تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔''

تو معنی یہ ہوا کہ کسی کی غیبت کرنے سے، اس پر الزام اور بہتان لگانے سے آدمی کو اذیت پہنچتی ہے، اور یہ اذیت کہ جسے لوگ ایک معمولی بات سمجھتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا شمار کبائر میں ہوتا ہے، یعنی کبیرہ گناہ ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ﴾ (الحجرات : 12)

''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔''

اور ایک مقام پر ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾﴾ (الاحزاب: ٥٨)

''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں، انھوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔''

اور حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((لَـمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ اَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ ، يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهُهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ .))

فرمایا: ''جب مجھے معراج کرایا گیا، تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا، جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔''

((فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ .))

''میں نے پوچھا: اے جبریل (علیہ السلام) یہ کون لوگ ہیں؟''

((قَالَ: هٰـؤُلَاءِ الَّـذِيْـنَ يَـأْكُـلُوْنَ لُـحُـوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ .))

(سنن ابی داود ، کتاب الادب ، باب فی الغیبة : ٤٨٧٨)

تو فرمایا: ''کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتوں سے کھیلتے ہیں۔''

تو جب یہ معمولی بات سمجھی جانے والے اذیت اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر سنگین اور بڑا جرم ہے تو کوئی اور اِس سے بڑی اذیت کسی طرح جائز ہوسکتی ہے اور کس طرح نظر انداز کی جاسکتی ہے۔

اذیت کی چھوٹی بڑی یقیناً بے شمار شکلیں اور صورتیں ہیں، اُن میں سے چند معروف اور معاشرے میں سرایت کر جانے والی اذیتوں کی نشاندہی کرنے اور اُن کے بارے میں جاننے سے پہلے اذیت کی ممانعت، اس کی حرمت اور اُس کی سنگینی کے بارے میں ذرا جان لیتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ حقیقت جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوقات، بالخصوص انسان بہت پسند اور محبوب ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے ایک خاص مخلوق ہے۔

انسان کو دیگر مخلوقات پر جو فضیلت، شرف اور اعزاز حاصل ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اُن چار مخلوقات میں سے ایک ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((خَلَقَ اللّٰہُ اَرْبَعَۃَ اَشْیَاءٍ بِیَدِہٖ .))

”اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔“

((الْعَرْشَ وَآدَمَ وَالْقَلَمَ ، وَ عَدْنَ))

”عرش، آدم علیہ السلام، قلم اور جنتِ عدن۔“

((وَقَالَ لِسَائِرِ خَلْقِهِ : كُنْ فَكَانَ .))

(شرح اصول اعتقاد اهل السنه والجماعة ، رقم : ٧٣٠)

”پھر باقی تمام مخلوقات کو کن کہا اور وہ ہو گئیں، وجود میں آ گئیں۔“

اور انسان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کرنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی کیا ہے، فرمایا:

﴿قَالَ يَٰٓإِبۡلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَيَّۖ أَسۡتَكۡبَرۡتَ أَمۡ كُنتَ مِنَ ٱلۡعَالِينَ ۝﴾ (ص: ٧٥)

کہا: ”اے ابلیس! تجھے کیا چیز اس کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی، جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے، تو بڑا بن رہا ہے، یا تو ہے ہی کچھ اونچے درجے کی ہستیوں میں سے؟“

تو انسان اللہ تعالیٰ کی افضل و اشرف مخلوقات میں سے ایک ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ انسان سے، بالخصوص مسلمان سے اور مسلمانوں میں سے نیک، متقی اور پرہیزگار بندوں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تکلیف اور اذیت کو بھی پسند نہیں کرتا، حتی کہ ایک ایسی تکلیف جس سے گزرنا ہر انسان کے لیے لازمی اور ضروری ہے اور اس کے فوائد بھی ہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی ناگواری کی وجہ سے، اسے اُس تکلیف سے گزارتے ہوئے تردد ہوتا ہے۔

حدیث قدسی ہے، مشہور حدیث ہے، اللہ فرماتے ہیں:

((مَنْ عَادَى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ .))

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''جس نے میرے کسی ولی سے، دوست سے دشمنی کی، میرا اُس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔''

لمبی حدیث ہے، حدیث کے آخر میں فرمایا:

((وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهُ، تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَهُ مَسَاءَ تَهُ .)) (صحیح البخاری ، کتاب الرقاق : ٦٥٠٢)

''اور مجھے کبھی کسی چیز میں تردد نہیں ہوا جو میں کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ بندۂ مؤمن کی روح قبض کرتے وقت ہوتا ہے۔''

((یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَهُ مَسَاءَ تَهُ .))

''وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اُس کی اِس ناگواری اور کراہت کی تکلیف کو ناپسند کرتا ہوں۔''

یہاں تردد مخلوق والا نہیں، کوئی انسان جب کسی کام میں تردد کرتا ہے، ہچکچاتا ہے کہ کروں یا نہ کروں، تو وہ اس لیے تردد کرتا ہے کہ نہ جانے یہ کام کرنے سے فائدہ ہو یا نقصان، یا یہ کام کر پاؤں گا یا نہیں، مگر اللہ تعالیٰ بندۂ مؤمن کی روح قبض کرتے وقت اس پر شفقت اور رحمت کرتے ہوئے تردد کرتا ہے اور ان معنوں میں تردد کرتا ہے کہ اُس کی ناگواری اور کراہت کو ناپسند کرتے ہوئے روح قبض کرتا ہے۔

اور موت کو ہر انسان ناپسند کرتا ہے، جیسا کہ حدیث میں بھی ہے، مگر موت کی ناپسندیدگی کے ساتھ ساتھ اُس کی ایک تکلیف بھی ہے، جو کہ بہت شدید ہوتی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر موت کی بے ہوشیاں اور سکرات طاری ہوئیں، تو اُن کے بیٹے حضرت عبداللہ نے کہا:

((یَا أَبَتَاهُ ! إِنَّكَ كُنْتَ تَقُولُ لَیْتَنِي أَلْقَى رَجُلًا عَاقِلًا عِنْدَ نُزُولِ الْمَوْتِ حَتَّى یَصِفَ لِي مَایَجِدُهُ وَأَنْتَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ ، فَصِفْ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لِي الْمَوْتَ))

”اے ابا جان! آپ (رضی اللہ عنہ) کہا کرتے تھے کہ کاش مجھے کوئی سمجھ دار آدمی ملے جو موت نازل ہونے کی کیفیت کو بیان کر سکے، اور آپ (رضی اللہ عنہ) وہ شخص ہیں تو مجھے موت کی کیفیت بیان کیجیے۔“

((قَالَ: يَا بُنَيَّ! وَاللّٰهِ! لَكَأَنَّ جِبَالَ الدُّنْيَا عَلَى صَدْرِي، وَكَأَنِّي أَتَنَفَّسُ مِنْ سَمِّ إِبْرَةٍ، وَكَأَنَّ غُصْنَ شَوْكٍ يُجَرُّ بِهِ مِنْ قَدَمَيَّ إِلَى هَامَتِي)) (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، ص: ٣٢)

”فرمایا: بیٹا! اللہ کی قسم! کیفیت ایسی ہے گویا کہ دنیا کے سارے پہاڑ میرے سینے پر ہیں اور میں گویا سوئی کے ناکے سے سانس لے رہا ہوں اور گویا کہ کانٹوں کی ایک شاخ میرے پاؤں سے سر کی طرف کھینچی جا رہی ہے۔“

تو موت کی ناپسندیدگی کے ساتھ ساتھ اس کی ایک سختی اور تکلیف بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ بندۂ مؤمن کی کراہت و ناگواری اور اس کی تکلیف اور اذیت کو ناپسند کرتا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ بندۂ مؤمن کو خود کسی ایسی تکلیف سے دوچار کرنا بھی پسند نہیں کرتا کہ جو حق ہو، ضروری اور لازمی ہو، تو پھر کوئی دوسرا اُس کو تکلیف پہنچائے اللہ تعالیٰ کو کیسے پسند ہوگا۔

چنانچہ اسلام نے نہایت سختی سے کسی مسلمان کو، بالخصوص کسی نیک اور متقی انسان کو تکلیف اور اذیت پہنچانے کی ممانعت اور حرمت بیان فرمائی ہے۔

اندازہ کیجیے، آپ ﷺ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا، فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ .))

”اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے۔“

قِيْلَ: ((وَمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!))

”عرض کیا گیا: کون اے اللہ کے رسول ﷺ؟“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: ((اَلَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَایِقَہٗ .))

(صحیح البخاری ، کتاب الأدب : ٦٠١٦)

فرمایا: ’’وہ کہ جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔‘‘

ایک دوسرے انداز سے اذیت پہنچانے کی ممانعت کا حکم ملاحظہ فرمائیں: لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا، اس لیے کہ اس کی ایک بدبو ہوتی ہے، اور اس سے دوسرے نمازیوں کو اذیت پہنچتی ہے، حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ ، فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَلَا یُؤْذِیْنَا بِرِیْحِ الثُّوْمِ .))

(صحیح مسلم ، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ : ٥٦٣)

’’جو شخص اس پودے سے کچھ کھائے تو ہماری مسجد میں نہ آئے اور نہ ہمیں لہسن کی بدبو سے تکلیف دے۔‘‘

اب ایک حلال چیز بدبودار ہونے کی وجہ سے کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا گیا ہے، تو سگریٹ پی کر کہ جس کے حرام ہونے کے قرآن وحدیث میں دلائل موجود ہیں کہ جن کی بنیاد پر علماء کرام نے اس کے حرام ہونے کا فتوی دے رکھا ہے اسے پی کر مسجد میں آنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، اس سے یقیناً نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے کچھ لوگ الائچی منہ میں رکھ کر آجاتے ہیں، مگر سگریٹ کی بدبو اتنی شدید ہوتی ہے، کہ الائچی کی خوشبو بھی بدبو میں بدل جاتی ہے۔

اذیتِ مسلم کی ممانعت کا ایک اور انداز ملاحظہ کیجئے، حدیث میں مُردوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے، کہ اس کے لواحقین کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوْا الْأَمْوَاتَ فَتُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ .))

(ترمذی ، کتاب البر والصلۃ : ١٩٨٢)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''مردوں کو برا بھلا مت کہو، کہ اس سے تم زندوں کو تکلیف پہنچاتے ہو۔''

ایک اور طرح کی اذیت سے یوں منع فرمایا: فرمایا:

((اِتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ ، قَالُوْا ، وَمَا اللَّعَّانَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟))

''دو لعنت کا باعث بننے والے کاموں سے بچو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! وہ دو کونسے لعنت کے باعث بننے والے کام ہیں۔''

قَالَ: ((اَلَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ ، اَوْفِيْ ظِلِّهِمْ .))

(صحيح مسلم ، كتاب الطهارة : ٢٦٩)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگوں کے راستے میں یا ان کے سایے کی جگہ پاخانہ کرے۔''

اذیت کی ممانعت کا ایک انوکھا پہلو ملاحظہ فرمائیے:

یوں تو جانوروں کو بھی مارنا اور اذیت پہنچانا منع ہے، سوائے موذی جانوروں کے، یا زیادہ سے زیادہ کسی جانور کو ضرورت کے مطابق مار سکتے ہیں مگر شدید ضرب نہ ہو کہ جس سے نشان پڑ جائے، مگر ایک جانور کو حدیث میں مارنا تو دور کی بات ہے بُرا بھلا کہنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے، اور سبب اس کا یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ ایک دین کا کام کرتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

((لَاتَسُبُّوْا الدِّيْكَ فَإِنَّهُ يُوْقِظُ لِلصَّلَاةِ))

(ابو داود ، كتاب الأدب : ٥١٠١)

''مرغ کو بُرا بھلا مت کہو کیوں کہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔''

غور فرمائیے دین کے ساتھ نسبت و تعلق کتنی بڑی سعادت و خوش بختی کی بات ہے کہ انسان تو انسان رہے اگر کسی جانور کی نسبت بھی دین کے ساتھ ہو جائے تو اس کی بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی قدر و قیمت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی بُرا بھلا کہنے نہیں دیتے، حالانکہ جانور کو تو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا، اور دین کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کو جانور اتنے پسند ہوتے ہیں کہ بعض جانوروں کی قسم کھائی ہے، جیسا کہ فرمایا:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا﴾: قسم ہے ان گھوڑوں کی جو پھنکارے مارتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

﴿فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا﴾: پھر اپنی ٹاپوں سے چنگاریاں جھاڑتے ہیں۔

﴿فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا﴾: پھر صبح کے وقت دھاوا بولتے ہیں۔

﴿فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا﴾: پھر اس وقت گرد وغبار اُڑاتے ہیں۔

﴿فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا﴾: اسی کے ساتھ لشکر کے اندر گھس جاتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے! کہ دین کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے ایک گھوڑے کی کتنی قسمیں کھائیں اور پھر انسان تو آپ کو معلوم ہے کہ اس کی دین پر چلنے کی ہر ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، حتی کہ روزے کی حالت میں اس کے منہ کی بدبو کستوری سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین سے اپنی نسبت استوار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جرم اذیتِ مسلم کی چند صورتیں اوران کی سنگینی

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب: ۵۸)

گذشتہ خطبۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو، بالخصوص انسان کو اور انسانوں میں سے مسلمانوں کو اور مسلمانوں میں سے بالخصوص نیک، متقی اور پرہیزگار بندوں کو اذیت پہنچانے کی حرمت اور ممانعت کا ذکر ہورہا تھا، آج ان شاء اللہ اذیت کی چند صورتوں کا ذکر کریں گے۔

کسی کو اذیت اور تکلیف پہنچانا ایک نہایت ہی شدید اور سنگین جرم ہے، اس کی سنگینی قرآن و حدیث میں مختلف پہلوؤں اور مختلف پیرایوں میں بیان ہوئی ہے، جس کا تذکرہ گذشتہ خطبات میں بھی ہوا اور جس کا ایک انداز یہ بھی ہے، حدیث میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُوْلُ .))

”میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کعبہ کا طواف کررہے تھے اور کعبہ کو مخاطب کرکے فرما رہے تھے۔“

((مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ .))

”تو کتنا اچھا ہے اور کتنی اچھی تیری خوشبو ہے۔“

((مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ))

”تو کتنا عظمت والا ہے اور کتنی عظمت والی تیری حرمت ہے۔“

((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ))

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ حُرْمَةً مِنْكِ .))

''بندۂ مؤمن کی عظمت وحرمت اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری حرمت سے زیادہ عظمت والی ہے۔''

((مَالِهِ وَدَمِهِ وَاَنْ نُظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا .)) (سنن ابن ماجه ، كتاب الفتن : ٣٩٣٢۔ السلسلة الصحيحية ، رقم : ٣٤٢٠)

''اُس کے مال کی اللہ تعالیٰ کے ہاں حرمت ہے، اس کا تقدس ہے، اور اُس کے خون کی بھی حرمت ہے اور یہ کہ اُس کے بارے میں ہم اچھا گمان رکھیں۔''

یعنی کسی مسلمان سے متعلق بدگمانی کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

اور اذیتِ مسلم کی سنگینی ایک اس انداز میں بھی بیان کی گئی ہے: حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ .))

(سنن ترمذی ، كتاب الديات: ١٣٩٥)

''پوری دنیا کا ختم ہوجانا اوراس کی تباہی و بربادی، کسی مسلمان کے قتل کی نسبت سے بہت ہلکی اور معمولی بات ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو، بالخصوص کسی مسلمان کو اذیت اور تکلیف پہنچانا ایک سنگین جرم ہے، اذیت کے حوالے سے اسلام کی تعلیمات بہت واضح، بہت سخت اور کامل وشامل ہیں۔

پہلے تو کسی کو اذیت دینے کی کسی مسلمان سے توقع ہی نہیں کی جاسکتی، کیونکہ یہ بات اُس کے شایانِ شان نہیں ہے، اس کے اخلاق اور اس کی صفات میں سے نہیں ہے، ایک مسلمان کے اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ .))

(صحيح البخاری ، كتاب الايمان : ١٠)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

((لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ .)) (سنن ترمذی ، کتاب البر والصلة : ۱۹۷۷)

''مسلمان طعنے دینے والا، لعنتیں بھیجنے والا، فحش گفتگو کرنے والا اور بدزبان نہیں ہوتا۔''

تو معنوی اذیت کی یہ چند شکلیں ہیں، اور معنوی اذیت زبان سے اور اشاروں کنایوں سے سرزد ہوتی ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ اسلام مسلمانوں کو اذیت سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی مدد کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَ سَیِّئُهَا .))

''میری امت کے اچھے اور برے اعمال مجھ پر پیش کیے گئے۔''

((فَوَجَدْتُ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْأَذٰی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ .))

''تو میں نے اس کے اچھے اعمال میں یہ چیز بھی پائی کہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا۔''

((وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِىءِ أَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ ، لَا تُدْفَنُ)) (صحیح مسلم ، کتاب المساجد ومواضع الصلاة : ۵۵۳)

''اور میں نے ان کے بُرے اعمال میں مسجد میں کھنگار اور بلغم کا موجود ہونا اور اسے دفن نہ کیا جانا پایا۔''

اور تیسرے یہ کہ کسی مسلمان کو اذیت دینے کے خطرناک نتائج اور انجام سے خبردار کیا، جیسا کہ متعدد آیات واحادیث سے واضح ہے۔

اسلام یوں تو تمام مخلوقات کو اذیت پہنچانے سے منع کرتا ہے، وہ انسان ہوں یا حیوان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوں اور پھر انسانوں میں سے مسلمان ہوں یا غیر مسلم، مگر اس وقت چونکہ اذیتِ مسلم کے حوالے سے بات ہورہی ہے اس لیے اسی کا ذکر کرتے ہیں۔

اسلام کسی مسلمان کی جسمانی یا ذہنی اذیت کی سختی سے ممانعت کرتا ہے، اس کا ایک انداز ملاحظہ کیجئے، کہ کسی مسلمان کی دل آزاری چاہے وہ معاشرے میں کسی لحاظ سے کم درجے کا ہی کیوں نہ ہو، اس قدر سختی سے منع ہے کہ حدیث میں ہے، کہ:

((أَنَّ أَبَاسُفْيَانَ أَتَى عَلَى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ فِيْ نَفَرٍ))

''ابو سفیان ایک مجمعے میں کہ جہاں حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم موجود تھے، آئے۔''

اور ابو سفیان صلح حدیبیہ کے بعد جنگ بندی کے ایام میں آئے، اور ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

((فَقَالُوا: وَاللّٰهِ مَاأَخَذَتْ سُيُوفُ اللّٰهِ مِن عُنُقِ عَدُوِّ اللّٰهِ مأخَذَهَا.))

''تو انھوں نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی تلواروں کو اللہ تعالیٰ کے دشمن کی گردن تک پہنچنے کا موقع نہیں ملا۔''

((فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: أَتَقُولُونَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ؟))

''تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا: کیا تم یہ بات قریش کے بزرگ اور سردار کے بارے میں کہہ رہے ہو؟'

((فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ.))

''پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے وہ واقعہ بیان کیا۔''

((فَقَالَ: يَا أَبَابَكْرٍ! لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ، لَئِن كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ.))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! شاید کہ تم نے انھیں ناراض کر دیا ہو، اور اگر تم نے انھیں ناراض کر دیا ہو تو تم نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا۔''

((فَأَتَاهُمْ أَبُوْبَكْرٍ ، فَقَالَ: يَا إِخْوَتَاهْ! أَغْضَبْتُكُمْ؟))

''تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا: اے میرے بھائیو! کیا میں نے تمھیں ناراض کر دیا ہے؟''

((قَالُوْا: لَا! يَغْفِرُاللّٰهُ لَكَ يَاأُخَيَّ)) (صحيح مسلم ، كتاب فضائل الصحابة : ٢٥٠٤)

''تو انھوں نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ آپ (رضی اللہ عنہ) کو معاف فرمائے، اے ہمارے بھائی۔''

اس واقعے کی روشنی میں اگر ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں اور اپنے گریبانوں میں جھانکیں تو شرم بھی آتی ہے اور ڈر اور خوف کے مارے رونگٹے بھی کھڑے ہوجاتے ہیں۔

ہمارے آج کے اس دور میں کسی غریب آدمی کی بالخصوص جب کہ وہ دین دار بھی ہو، عزت کا لحاظ نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کو عزت کا حق دار ہی سمجھا نہیں جاتا۔

عزت کا حق دار صرف دولت مند کو سمجھا جاتا ہے چاہے وہ پرلے درجے کا بے دین ہی کیوں نہ ہو۔

بہت سے دولت مند، بلکہ اگر اکثر بھی کہا جائے تو بھی بے جا نہ ہوگا، کہ اکثر دولت مند یا چوہدری قسم کے لوگ غریب کی توہین اور دل آزاری کرنا نہ صرف یہ کہ جائز سمجھتے ہیں بلکہ اپنا حق سمجھتے ہیں اور چوہدراہٹ کا ایک لازمی حصہ سمجھتے ہیں کہ اگر غریب آدمی کو اوئے کرکے اور گالی دے کر اور بے عزتی کے ساتھ نہیں بلائیں گے تو چوہدراہٹ قائم نہیں رہتی، ان پر رعب اور دبدبہ قائم نہیں رہتا۔

یہ سوچ اور یہ انداز دین سے متصادم ہے اور نہایت خطرناک نتائج کا حامل ہے۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبے سے کون مسلمان واقف نہیں ہے، اہل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام میں سب سے افضل حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں، قرآن وحدیث میں اس کے دلائل موجود ہیں، اور یہ عقیدہ حتی کہ کبار صحابہ کرام کا بھی ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے بھی واضح ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ اور بصرہ سے ایک وفد اُن کی ملاقات کے لیے آیا، جب وہ مدینہ منورہ پہنچے تو بیٹھے بیٹھے آپس میں باتیں کرتے ہوئے یہ بحث چل نکلی کہ امت میں سب سے افضل کون ہے ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہ ؟

کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر سب سے افضل اور کچھ نے کہا کہ حضرت عمر سب سے افضل ہیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اپنا دُرَّہ، اپنا کوڑا لے کر اُن لوگوں کے پاس آئے اور جنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی تھی انھیں ایک ایک کرکے مارنا شروع کردیا۔تو پھر ان میں سے ایک شخص "الْجَارُودُ بْنُ الْمُعَلَّی" کہ جنھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھا تھا کہا کہ اے امیر المؤمنین بس کیجئے! معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ ہم کسی اور کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیں، تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوگئے۔

((فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَشِيِّ ، صَعِدَ الْمِنبَرَ ، فَحَمِدَاللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ .))

"پھر جب شام ہوئی، تو منبر پر چڑھے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔"

((ثُمَّ قَالَ: أَلَا إِنَّ أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْبَكْرٍ ، مَنْ قَالَ غَيْرَ ذٰلِكَ ، بَعْدَ مَقَامِيْ هٰذَا ، فَهُوَ مُفْتَرِيْ وَعَلَيْهِ مَاعَلَى الْمُفْتَرِيْ .)) (مسند الفاروق ، ج : ٢ ، ص : ٣٩٦ ، أسد الغابة ، ج : ٣ ، ص : ٢١٩)

"پھر فرمایا: خبردار رہو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت کی سب سے افضل شخصیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہیں، اور جس کسی نے میرے یہاں کھڑے ہو کر بتانے کے بعد بھی اس کے علاوہ کچھ اور کہا، کسی اور کو فضیلت دی تو وہ مفتری اور کذاب ہے، اور اس کی وہی سزا ہوگی جو مفتری کی ہے۔''

تو حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا اتنا بڑا مقام مگر انھیں کسی غریب اور کسی کمزور کی دل آزاری کی اجازت نہ تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ .))

''اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ)! اگر تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا تو تم نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا۔''

آج ہمیں لوگوں کی توہین ان کی بے عزتی اور دل آزاری کرنے کا سرٹیفکیٹ کس نے دے دیا!

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ کسی کی دل آزاری بالخصوص کسی دین دار آدمی کی دل آزاری چاہے وہ غریب اور کمزور ہی کیوں نہ ہو، بہت بڑا جرم ہے۔

دین دار کا مفہوم یہ ہے کہ جو دین پر کاربند ہو اور اس کی بڑی اور ظاہری علامات میں سے سب سے بڑی علامت نماز پنجگانہ کا پابند ہونا ہے، نماز باجماعت کا اہتمام کرتا ہو، یہ نہیں کہ وقت ملا تو پڑھ لی، جب نیند پوری ہوگئی یا کام سے فارغ ہوگئے تو پڑھ لی، بلکہ اہتمام کر کے نماز باجماعت ادا کرتا ہو، اور ان میں سے بھی بالخصوص نماز فجر کا اہتمام کرتا ہو۔ نماز فجر باجماعت ادا کرنے کا دنیا میں کیا اجر و انعام ہے، اور ایسے شخص کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہے، ملاحظہ کیجیے، حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ حَتَّى يُمْسِيَ .))

(معجم الاوسط: ٣٤٦٤)

''جس نے فجر کی نماز ادا کی وہ شام تک اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہے۔''

یعنی اللہ کی طرف سے اسے امان حاصل ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فجر کی نماز ادا کرنے کی فضیلت اور برکت پر ایک عجیب وغریب اور حیران کن واقعہ ملاحظہ کیجئے:

عَنِ الْأَعْمَشِ: ((كَانَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَاعِدًا عِنْدَ الْحَجَّاجِ .))

''اعمش بیان کرتے ہیں کہ سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ حجاج کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔''

((فَقَالَ لَهُ الْحَجَّاجُ ، قُمْ فَاضْرِبْ عُنُقَ هذَا .))

''تو حجاج نے انھیں کہا: اُٹھیں اور اس شخص کی گردن مار دیں۔''

((فَأَخَذَ سَالِمٌ السَّيْفَ وَ أَخَذَ الرَّجُلَ ، وَتَوَجَّهَ بَابَ الْقَصْرِ .))

''چنانچہ سالم نے تلوار پکڑی اور آدمی کو پکڑا اور باب القصر کی طرف رخ کیا۔''

((فَنَظَرَ إِلَيْهِ أَبُوْهُ ، وَهُوَ يَتَوَجَّهُ بِالرَّجُلِ فَقَالَ : أَتُرَاهُ فَاعِلًا ، فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا))

''حضرت سالم کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی طرف دیکھا کہ وہ آدمی کو لے کر جا رہا ہے تو دل ہی دل میں کہا کیا خیال ہے وہ ایسا کرنے جا رہا ہے، یہ بات انھوں نے دو یا تین بار دہرائی۔''

((فَلَمَّا خَرَجَ بِهِ قَالَ لَهُ سَالِمٌ: صَلَّيْتَ الْغَدَاةَ؟))

''جب حضرت سالم رحمہ اللہ اسے لے کر باہر گئے تو اس شخص سے پوچھا: کیا تم نے فجر کی نماز پڑھی ہے؟''

قَالَ: ((نَعَمْ .))

اس نے کہا: ''جی ہاں۔''

قَالَ: ((فَخُذْ أَيَّ الطَّرِيْقِ شِئْتَ .))

تو سالم نے کہا: ''جا کوئی بھی راستہ اختیار کر لے۔یعنی جدھر کو چاہے نکل جا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((ثُمَّ جَاءَ فَطَرَحَ السَّيْفَ .))

''پھر وہ آئے اور تلوار رکھ دی۔''

((فَقَالَ لَهُ الْحَجَّاجُ: أَضَرَبْتَ عُنُقَهُ؟))

''حجاج نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اس کی گردن ماردی ہے؟''

قَالَ: ((لَا .))

کہا: ''نہیں۔''

قَالَ: ((وَلِمَ ذَاكَ؟))

کہا: ''اور وہ کیوں؟''

قَالَ: ((إِنِّي سَمِعْتُ أَبِيْ هَذَا يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ حَتَّى يُمْسِيَ .)) (معجم الأوسط : ٣٤٦٤ .)

سالم نے کہا: ''میں نے اپنے اِن والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے فجر کی نماز پڑھی (ایک حدیث میں جماعت کے الفاظ ہیں کہ باجماعت فجر کی نماز پڑھی) پس وہ شام ہونے تک اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں ہے۔''

اندازہ کریں! اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس کی حفاظت فرمائی ایک ایسی جگہ سے جہاں نرمی، درگزر اور معافی کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

تو نمازِ فجر کے دنیوی فوائد ومنافع میں سے یہ ایک ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوتا ہے۔

تو مسلمان کی تکلیف، اذیت اور دل آزاری کی بات ہو رہی تھی کہ بہت بڑا جرم ہے۔

کسی کو جسمانی اور ذہنی اذیت دینا تو بہت بڑی بات ہے، ان کے جذبات اور احساسات کا یہاں تک خیال رکھنا چاہیے کہ آپ کی کسی بات سے غیر ارادی طور پر بھی دل آزاری نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے۔

جب آپ ﷺ اپنی امت کے لوگوں کی عزت کا اس حد تک لحاظ فرماتے کہ کہیں انھیں شرمندہ نہ ہونا پڑے، دل آزاری نہ ہو تو ہمیں کس طرح اجازت مل سکتی ہے، ہمارے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا بَلَغَهُ عَنِ الرَّجُلِ شَيْءٌ لَمْ يَقُلْ: مَابَالُ فُلَانٍ يَقُوْلُ؟ .))

''جب آپ ﷺ کو کسی شخص کے بارے میں کوئی بات پہنچتی تو آپ ﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ فلاں شخص کو کیا ہے کہ وہ یہ کہتا ہے۔''

((وَلَكِنْ يَقُوْلُ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُوْلُوْنَ كَذَا وَكَذَا .))

(ابوداود ، كتاب الأدب : ٤٧٨٨)

بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یوں یوں کہتے ہیں؟

یہ تو آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ تھے اور آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ کی تو کیا ہی بات ہے ان کی گواہی تو خود اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں ﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ ''آپ (ﷺ) یقیناً اخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔'' ہمارے اسلاف نے آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی پوری پوری کوشش کی اور دنیا میں ایک مثال قائم کر دی۔ اس کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

مسلمان قائدین میں سے ایک شخصیت حضرت قتیبہ بن مسلم الباہلی رحمہ اللہ کی گزری ہے۔ ایک شخص ان کے پاس اپنے کسی کام سے حاضر ہوا اور ان سے بات کرنے لگا، اور اپنی تلوار کی نوک کو زمین پر لگا کر کھڑا ہو گیا۔

مگر وہ تلوار کی نوک زمین پر نہیں بلکہ اتفاق سے حضرت قتیبہ رحمہ اللہ کے پاؤں پر جا پڑی، ان کے پاؤں سے خون بہنے لگا، درد بھی یقیناً ہوئی ہوگی، مگر برداشت کرتے رہے جب وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص بات کر کے فارغ ہوا اور واپس لوٹا تو پھر اپنے پاؤں کو پٹی کروائی۔

لوگوں نے پوچھا کہ آپ رحمہ اللہ نے اس کو بتایا کیوں نہ کہ تمھاری تلوار زمین پر نہیں بلکہ میرے پاؤں پر ہے۔

فرمایا: میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اس کو اپنی ضرورت بیان کرنے سے پہلے اس کی بات کاٹ دوں۔ اور وہ شرمندگی سے اپنی بات ہی پوری نہ کر پائے۔

(مختصر تاریخ دمشق، ج: ۱۰، ص: ۱۰۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذیتِ مسلم جرمِ عظیم ہے

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب: ۵۸)

اسلام دینِ فطرت ہے دینِ اخلاق اور دینِ امن وسلامتی ہے، لہٰذا اسلام میں لوگوں کے درمیان امن و امان، اخوت ومحبت اور بھائی چارہ قائم کرنے کے لیے اُن کی فطری ضرورتوں، خامیوں، کوتاہیوں اور قوتوں اور صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اصول وقواعد اور قوانین و ضوابط وضع کئے گئے ہیں، ان کے سینوں میں چھپے نہایت باریک اور لطیف احساسات وجذبات اور خواہشات کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔

انسانی معاشرے کو حقیقی امن کا گہوارہ بنانے کے لیے ایسے قوانین وہی بنا سکتا ہے جو انسان کی فطری اور پنہاں خوبیوں، خامیوں، کوتاہیوں، ارادوں اور خواہشات سے واقف ہو۔

اور انسان میں فطری اور پوشیدہ خواہشات اور جذبات واحساسات کو اللہ تعالیٰ کے سوا بھلا کون جان سکتا ہے، کہ وہی خالقِ کائنات ہے، وہی خالقِ انسان ہے اور وہی خالق فطرتِ انسان ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے عین مطابق، دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے اسے ایک نظام دیا جو کہ دینِ اسلام کے نام سے موسوم ہے۔

اسلام میں انسان کی بنیادی ضروریات کے حوالے سے اس کی پانچ بنیادی ضرورتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں سرفہرست ہے جو کہ ضروریات خمسہ کے نام سے جانی جاتی ہیں۔

اور وہ ہیں: دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کی ضرورت۔

اور اِن ضروریات کی حفاظت سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان اس دنیا میں امن وامان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی گزارے اور اپنی دنیا اور آخرت کے لیے کام کرے اور مسلم معاشرہ امتِ واحدۃ اور جسدِ واحد کی طرح بن کر رہے کہ:

((إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى .)) (صحيح مسلم ، كتاب البر والصلة والآداب : ٢٥٨٦)

''کہ جسم کے کسی ایک حصے میں درد اور تکلیف ہو تو پورا جسم تڑپ اٹھتا ہے، جسم کے کسی ایک حصے میں شکایت ہو تو پورا جسم بخار اور بے خوابی کے ساتھ اس کی طرف لپکتا ہے اور اس کی آواز پر لبیک کہتا ہے۔''

تو ضروریات خمسہ کی حفاظت یقیناً انسان کی سب سے بنیادی ضرورتوں کی حفاظت ہے کہ جو اسلام مہیا کرتا ہے، مگر وہ صرف انھی پر بس نہیں کرتا بلکہ انسان کو ہر قسم کے ضرر، نقصان، تکلیف اور اذیت سے بچانے کے لیے ہدایات جاری کرتا اور قواعد و ضوابط مقرر کرتا ہے۔

مثلاً: ضرر اور اذیت کے حوالے سے اسلام کا مقرر کردہ ایک نہایت ہی عظیم قاعدہ اور ضابطہ ملاحظہ فرمایئے، حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ)) غیر ارادی ضرر پہنچانا ہے اور نہ ارادی طور پر ضرر پہنچانا ہے۔'' (سنن ابن ماجه : ٢٣٤٠)

ملاحظہ کیا آپ نے! کہ ضرر اور اذیت کے حوالے سے اسلام نے کس قدر جامع اور عظیم قاعدہ اور ضابطہ دیا ہے کہ کسی کو ارادی طور پر نقصان پہنچانا تو دور کی بات، غیر ارادی طور پر بھی نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں، مثال کے طور پر کوئی شخص اپنے گھر میں درخت لگاتا ہے اور اس کو خوب پانی دیتا ہے اس ارادے سے کہ اس سے پڑوسی کی عمارت کو نقصان پہنچے، یہ ارادی طور پر نقصان پہنچانا ہے، دوسرا شخص وہ ہے کہ جس کے گھر میں پہلے سے درخت لگا ہوا تھا، یا جب اس نے لگایا تھا تو اس کو معلوم نہ تھا کہ اس سے پڑوسی کو نقصان پہنچے گا، یہ غیر ارادی نقصان ہے مگر پتا لگ جانے کے بعد پڑوسی کو جو نقصان پہنچ رہا ہے یہ کہتے ہوئے جاری نہیں رکھ سکتا کہ نیت نقصان پہنچانے کی نہیں تھی۔

ایسے ہی ((لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ)) کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ نہ اپنی جان کو نقصان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہنچانا جائز ہے اور نہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا جائز ہے، جیسے: خودکشی نہیں کر سکتے اور اپنے آپ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے جیسے قرآن پاک میں ایک جگہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ﴾ (البقرہ: ۱۹۵)

''اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

اور اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانا، دین، ایمان، جان، مال، عزت اور ہر چیز کو شامل ہے کہ کسی لحاظ سے اپنے آپ کو نقصان نہیں پہنچانا اور ہلاکت میں نہیں ڈالنا۔

یہ جو لوگ عموماً ایک جملہ کہتے ہیں جب انھیں کسی بات کی نصیحت کی جاتی ہے یا کسی نقصان دہ کام کو چھوڑ دینے کا کہا جاتا ہے کہ جس سے ان کی ذات کو نقصان ہو رہا ہو تو کہتے ہیں کہ وہ آزاد ہیں ان کی مرضی ہے جو چاہیں کریں، کسی کا اس سے کیا تعلق!

تو یہ بات صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ انسان ہرگز آزاد نہیں ہے نہ اسے یہ زیب دیتا ہے اور نہ ہی اسے یہ سوٹ کرتا ہے۔

بلکہ انسان عبد اور غلام ہے، وہ اپنی تمام حیثیتوں کے لحاظ سے غلام ہے اور غلامی ہی میں اس کا شرف اور کمال ہے، ہاں ایک محدود معنوں میں آزادی ہو سکتی ہے کہ غلامی کے اندر اسے کچھ چیزوں کی آزادی دی گئی ہو، ورنہ مطلق آزادی اس دنیا میں ممکن ہی نہیں ہے، لہٰذا آزادی کا دعوی ایک بے معنی اور فضول سا دعوی ہے اور مضحکہ خیز بات ہے۔

غلامی دو قسم کی ہے، ایک غلامی مطلوب اور محمود ہے، قابل ستائش اور قابل فخر ہے اور دوسری ممنوع اور مذموم ہے، قابل سرزنش اور باعث شرمندگی ہے۔

یعنی ایک اچھی غلامی اور ایک بُری غلامی ہے، اچھی غلامی اللہ کی غلامی ہے اور بری غلامی خواہشات کی غلامی ہے۔ آدمی کی تیسری کوئی حالت نہیں ہے، قرآن کہتا ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ﴾

(القصص: ۵۰)

''اے پیغمبر ﷺ اگر یہ لوگ آپ کی بات نہیں مانتے، آپ کی آواز پر لبیک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہتے تو جان لیجئے کہ یہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں، اپنی خواہشات کے غلام ہیں۔''

لہٰذا آزادی کا دعویٰ ایک بے معنی بات ہے، انسان کے پاس اُس کی ملکیت میں اُس کا اپنا کچھ بھی نہیں ہے، اپنی جان، اپنی صحت، اپنی سانسیں، اپنا مرنا اور جینا، کچھ بھی تو اپنا نہیں ہے اور نہ اسے کسی چیز پر مکمل کنٹرول اور اختیار دیا گیا ہے، پھر کس چیز پر اِتراتا ہے اور کس قسم کی آزادی اور کس قسم کی مرضی کے دعوے کرتا ہے۔

ہاں تو اذیت کے حوالے سے بات ہورہی تھی کہ اسلام لوگوں کو ایک دوسرے کو اذیت سے روکنے کے لیے ایک جامع پروگرام رکھتا ہے اور مضبوط و محکم احکامات اور اصول وقواعد دیتا ہے، وہ احکامات کس قدر باریکی اور گہرائی میں جاکر اپنا حکم رکھتے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا كَانُوْا ثَـلَاثَةٌ فَـلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ .))

(صحيح البخاری ، كتاب الاستئذان : ٦٢٨٨)

''جب کوئی تین لوگ ہوں، تو اُن میں سے دو لوگ تیسرے سے الگ ہوکر آپس میں سرگوشی نہ کریں۔''

((فَاِنَّ ذَلِكَ يُحْزِنُهُ .)) (ابن ماجه: ٣٧٧٥)

''کہ یہ چیز اسے غمگین کردیتی ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ:

((فَـاِنَّ ذَلِكَ يُـؤْذِي الْـمُـؤْمِـنَ ، وَاللّٰهُ عَـزَّوَجَلَّ يَكْـرَهُ أَذَى الْمُؤْمِنِ .)) (سنن ترمذی ، كتاب الأدب : ٢٨٢٥)

''یہ بات مسلمان کو اذیت دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ مسلمان کی اذیت کو ناپسند کرتا ہے۔''

اور قرآن پاک میں بھی ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ (المجادلة: ١٠)

''کہ کانا پھوسی تو ایک شیطانی کام ہے، وہ اس لیے کی جاتی ہے کہ ایمان لانے والے لوگ اس سے رنجیدہ ہوں۔''

اب غور کیجئے کہ بظاہر تو اُن دو لوگوں نے الگ ہوکر آپس میں کوئی ذاتی بات پوشیدہ انداز میں کر کے کچھ غلط نہیں کیا۔ اُس کے خلاف کوئی بات نہیں کی، کوئی غیبت نہیں کی، کوئی سازش نہیں کی، لیکن چونکہ اُن کے اِس انداز سے تیسرے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، وسوسے پیدا ہوتے ہیں اور کم سے کم جو بات اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ اُنھوں نے مجھے اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ بات جو وہ آپس میں کررہے ہیں مجھ سے شیئر کریں تو یہ بات اسے رنجیدہ کردیتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو ایسی اذیت بھی پہنچے، چہ جائیکہ کہ اسے ارادتاً کوئی اذیت دی جائے۔

ایسی ہی ایک اور صورت ملاحظہ کیجئے کہ اسلام کس حد تک کسی مسلمان کی اذیت کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عِکْرِمَة رضی اللہ عنہ ابو جہل کے بیٹے تھے، اور ابو جہل کون تھا، ہر مسلمان اسے خوب جانتا ہے کہ وہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا، بلکہ اسے ''فرعون هذه الأمة'' کہا جاتا ہے کہ وہ اس امت کا فرعون تھا۔

اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں خود حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام لانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہونے والی ہر جنگ میں شریک رہے، فتح مکہ تک۔

فتح مکہ کے موقعے پر عکرمہ رضی اللہ عنہ بھاگ کر یمن کی طرف جارہا تھا اس کی بیوی ام حکیم مسلمان ہوچکی تھیں، عکرمہ رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈنے نکلیں، بالآخر ساحل سمندر پر اسے جاملیں۔

اور اس سے کہا: اے میرے چچیرے!

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((جِئْتُكَ مِنْ عِنْدِ أَوْصَلِ النَّاسِ، وَأَبَرِّ النَّاسِ، وَخَيْرِ النَّاسِ.))

''میں تیرے پاس ایک ایسی شخصیت کی طرف سے آئی ہوں جو سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، سب سے بڑھ کر نیکی اور بھلائی اور خیر خواہی کرنے والے ہیں اور سب سے بڑھ کر اچھے ہیں۔''

((لَا تُهْلِكْ نَفْسَكَ، إِنِّي إِسْتَأْمَنْتُ لَكَ مُحَمَّدًا ﷺ.))

''تم اپنے آپ کو برباد نہ کرو، میں تمھارے پاس محمد ﷺ سے امان لے کر آئی ہوں۔''

اس نے حیران ہو کر کہا:

((أَنْتِ فَعَلْتِ هٰذا.))

''یہ تم نے کر لیا ہے؟''

((قَالَتْ: نَعَمْ.))

''اس نے کہا: ہاں۔''

چنانچہ وہ عکرمہ کو لے کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو گئیں۔

عکرمہ کے بارے میں ایک اور بات جان لیجئے تا کہ بات کی اہمیت مزید واضح ہو جائے۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا تھا، سوائے چار لوگوں کے۔

ان چار لوگوں کے بارے میں یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں قتل کر دیئے جائیں، حتی کہ:

((وَإِنْ وَجَدْتُمُوْهُمْ مُتَعَلِّقِيْنَ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ.))

(سنن نسائی ، کتاب تحریم الدم: ٤٠٦٧)

''حتی کہ تم اگر انھیں کعبہ کے غلاف کے ساتھ بھی چمٹے ہوئے پاؤ تو بھی قتل کر دو۔''

اور ان میں سے ایک عکرمۃ بن ابی جہل بھی تھا۔ وہ تین کون تھے، ان کا کیا جرم تھا اور ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، ان کا ان شاء اللہ پھر کسی وقت ذکر کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ عکرمۃ کے بارے میں صرف اتنی بات معلوم ہوسکی کہ وہ اسلام کے سخت ترین مخالفین میں سے تھا۔

تاہم عکرمہ یہ جاننے کے بعد کہ آپ ﷺ نے اسے امان دے دی ہے، اپنی بیوی کے ساتھ مکۃ المکرّمہ واپس لوٹ آیا، ابھی آپ ﷺ کے پاس نہیں پہنچا تھا کہ اُدھر آپ ﷺ اپنے صحابہ کو خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمار ہے تھے فرمایا:

((یَأْتِیْکُمْ عِکْرِمَۃُ بْنُ أَبِيْ جَھْلٍ مُؤْمِنًا مُھَاجِرًا .))

’’عکرمہ بن ابی جہل تمھارے پاس ایمان لانے والا، ہجرت کرنے والا بن کر آرہا ہے۔‘‘

((فَـلَا تَسُبُّوا أَبَاہُ .))

’’اُس کے باپ کو بُرا بھلا مت کہنا، گالی مت دینا۔‘‘

((فَإِنَّ سَبَّ الْمَیِّتِ یُؤْذِي الْحَيَّ وَلَا یَبْلُغُ الْمَیِّتَ .)) (المستدرك للحاکم : ۳/ ۲٦۹ ۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة : ١٤٤٣)

’’کہ فوت شدہ شخص کو برا کہنا زندہ کو اذیت دیتا ہے اور مردہ کو تو وہ بات نہیں پہنچتی۔‘‘

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر آپ ﷺ کا اپنے مخالفین اور دشمنانِ اسلام کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ کچھ ایسا ہی رہا ہے، خصوصًا جو شخص چل کر آجائے اسے کبھی طنز کی، نہ شرمندہ کیا، نہ احسان جتایا اور نہ دل آزاری کی، تو آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کی روشنی میں بہت ممکن ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے موقع پر کچھ اسی طرح کا معاملہ رہا ہو، لہٰذا کچھ بعید نہیں کہ ایک ایسا شخص کہ جو خود اور اس کا باپ اسلام کا سخت ترین مخالف رہا اور جس کا خون بھی رائیگاں قرار دیا جا چکا تھا، اس کی اذیت کا اتنا خیال کیا گیا ہو کہ کسی بات سے اس کی دل آزاری نہ ہو!

اور یقیناً ایسا حلم اور بردباری اور اخلاق صرف آپ ﷺ کا ہی خاصہ ہے اور یہ خوبی صرف دینِ اسلام ہی کی خوبی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو ایسے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حد تک بھی کسی کو اذیت دینے سے منع کرتا ہے۔

تو کسی مسلمان کو اس حد تک بھی کوئی اذیت دینا اگر جرم قرار پایا ہے کہ جس میں اذیت دینے کا کوئی ارادہ نہ ہو تو پھر عمداً کسی کو اذیت دینا کتنا بڑا جرم ہو سکتا ہے۔

تو معاشرے میں اذیت کی بہت سی شکلوں اور صورتوں میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

اذیت کی ایک شکل جمعے کے دن گردنیں پھلانگتے ہوئے آنا ہے یعنی دیر سے آنے والا شخص اگلی صفوں میں آکر بیٹھنے کی کوشش میں پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کی گردنوں کے برابر پاؤں اٹھا اٹھا کر چلتا ہوا آئے، کیونکہ ان کے درمیان اتنا فاصلہ تو ہوتا نہیں کہ نارمل طریقے سے چل کر آسکے، لہٰذا وہ لوگوں کو اپنے اِس عمل سے اذیت دیتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ .))

''کہ ایک آدمی جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا اور نبی ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے۔''

فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ .))

تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ کہ تم نے اذیت دی ہے۔''

(سنن ابی داود ، کتاب الصلاۃ : ۱۱۱۸)

کچھ لوگ اس صورت سے بچنے کے لیے ایک حیلہ کر لیتے ہیں کہ دو بیٹھے ہوئے لوگوں کو دائیں بائیں ہٹا کر بیچ میں بیٹھ جاتے ہیں یا گزر جاتے ہیں، جب کہ یہ بھی اسی اذیت کے ضمن میں ہی آتا ہے، ہاں اگر واقعی ان کے درمیان اتنا خلا ہو کہ آدمی آسانی سے بیٹھ سکتا ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ جو دیر سے آتا ہے وہ وہیں بیٹھے جہاں آسانی سے جگہ ملے۔

اسی طرح کچھ لوگ راستے میں بیٹھ جاتے ہیں وہ بھی ٹھیک نہیں ہے، بلکہ امام حسن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((تَخَطُّوا رِقابَ الذِينَ يَجْلِسُونَ عَلَى أَبْوَابِ المَسَاجِدِ فَإِنَّهُ لَا حُرْمَةَ لَهُمْ .)) (المغني لابن قدامة ، ج : ٢ ، ص : ٢٥٩)

''جو لوگ مسجدوں کے دروازوں میں بیٹھ جاتے ہیں اُن کی گردنیں پھلانگ جاؤ کہ ان کا کوئی احترام نہیں ہے، یعنی وہ خود دوسروں کی اذیت کا باعث بن رہے ہیں۔''

تاہم اسلام ہر قسم کی اذیت کو سخت ناپسند کرتا ہے، وہ اذیت ذہنی ہو یا جسمانی، چھوٹی ہو یا بڑی ارادی ہو یا غیر ارادی، انسان کو دی جائے یا حیوان کو، البتہ انسان کو دی جانے والی اذیتیں درجات ومراتب کے لحاظ سے شدید سے شدید تر اور سنگین سے سنگین تر قرار دیتا اور اسی کے مطابق سزائیں بھی متعین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کسی انسان کی بالخصوص کسی مسلمان کی اذیت اور دل آزاری سے محفوظ فرمائے، آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفظِ خواتین بل

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ (البقرہ: ۲۰۸)

گذشتہ چند خطبات میں اذیت کے حوالے سے بات ہو رہی تھی کہ کسی بھی مخلوق کو، بالخصوص انسان کو، اور انسانوں میں سے بالخصوص مسلمان کو کسی قسم کی اذیت اور تکلیف پہنچانا ہرگز جائز نہیں ہے، اس موضوع پر مزید گفتگو ہو سکتی ہے اور ضرورت بھی ہے، بلکہ بار بار یاد دہانی کی ضرورت ہے، مگر اس پُر فتن دور میں چونکہ ہر روز نت نئے مسائل ابھر کر سامنے آتے ہیں کہ جن میں ہر خاص و عام کو رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے، انھیں بھی ڈسکس کرنا ضروری ٹھہرتا ہے۔

یہ فتنوں کا دور ہے اور فتنوں کے دور کا آغاز تو بہت پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہی ہو گیا تھا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں موجود بعض صحابہ کرام سے دریافت کیا:

((أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْفِتْنَةِ؟))

''تم میں سے فتنے کے بارے میں آپ ﷺ کی حدیث کس کو یاد ہے؟''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (انا احفظه) مجھے یاد ہے پھر انھوں نے چند چھوٹے چھوٹے فتنوں اور آزمائشوں کا ذکر کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

((لَيْسَ هٰذِهِ أُرِيدُ، وَلٰكِنِّي أُرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ.))

''میں اِن فتنوں کی بات نہیں کر رہا، بلکہ میرا مقصد اُن فتنوں کے بارے میں جاننا ہے جو سمندر کی لہروں اور موجوں کی طرح پھیل جائیں گے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَيْسَ عَلَيْكَ بِهَا يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بَأْسٌ .))

''اے امیر المؤمنین آپ کو اُن فتنوں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔''

((بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ .))

''کہ آپ کے اور اُن کے درمیان اک بند دروازہ ہے۔''

((قَالَ: فَيُكْسَرُ الْبَابُ اَوْ يُفْتَحُ .))

''تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟''

((قَالَ: قُلْتُ: لَا بَلْ يُكْسَرُ .))

''تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ دروازہ کھولا نہیں جائے گا بلکہ توڑا جائے گا۔''

((قَالَ: فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ اَبَدًا .))

''تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ توڑا گیا تو پھر کبھی بند نہ ہوگا۔''

((قَالَ: قُلْتُ: اَجَلْ .))

''تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! ایسے ہی ہے۔''

((فَهِبْنَا اَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ .))

مجلس میں موجود لوگوں نے کہا کہ ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھنے میں جھجک محسوس کی کہ وہ دروازہ کون شخص ہے۔

((فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ ، سَلْهُ .))

چنانچہ ہم نے حضرت مسروق سے کہا کہ آپ پوچھئے۔

((قَالَ: فَسَأَلَهُ ، فَقَالَ: عُمَرُ رضی اللہ عنہ .))

''ان کے پوچھنے پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ دروازہ حضرت عمر ہیں۔''

((قَالَ: قُلْنَا: فَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِي؟))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کہا ہم نے پھر پوچھا: کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ آپ کس کی بات کر رہے ہیں، یعنی دروازے سے مراد کون شخص ہے؟''

قَالَ: ((نَعَمْ .))

فرمایا: ''ہاں۔''

((كَمَا اَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً .)) (صحيح البخاری ، كتاب الزكاة : ١٤٣٥)

''انھیں یہ بات اتنی اچھی طرح اور اس یقین کے ساتھ معلوم ہے جیسے یہ بات واضح ہے کہ کل آنے والے دن سے پہلے ایک رات ہے۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وہ دروازہ ٹوٹ گیا اور فتنوں کا آغاز ہو گیا جو کہ آج تک جاری ہیں اور جاری رہیں گے اور نہ صرف یہ کہ جاری رہیں گے بلکہ ان میں دن بدن شدت آتی چلی جائے گی، جیسا کہ حدیث میں ہے۔

تو فتنوں کا آغاز ہونے کے بعد فتنے روز بروز بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور بڑھتے چلے جائیں گے حتی کہ اس کثرت سے ہوں گے جیسے بارش کے قطرے ہوں اور ہر آنے والا دن، گزرے ہوئے دن سے شدید تر اور بدتر ہوتا چلا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے:

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ ، فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَانَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ ، فَقَالَ: اِصْبِرُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ ، سَمِعْتُهٗ مِنْ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم .)) (صحيح البخاری ، كتاب الفتن : ٧٠٦٨)

''زبیر بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حجاج کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور اذیتوں کی شکایت کی، تو انھوں نے فرمایا: صبر کرو کہ تم پر ایک دور ایسا بھی آنے والا ہے کہ ہر آنے والا دن گزرے ہوئے سے بدتر ہو گا حتی کہ تم اپنے رب سے جا ملو، یہ بات میں نے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا فتنوں کے دور میں نئے پیش آنے والے مسائل کو فتنوں کے دور اور علاماتِ قربِ قیامت کی روشنی میں دیکھنا ہوگا، کہ وہ مسائل عام حالات کے نہیں بلکہ خاص حالات میں پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا ان کا حل تلاش کرتے ہوئے بھی خصوصی حالات کو ہی مدنظر رکھنا ہوگا۔

تو آج کل کے نئے پیش آنے والے بہت سے مسائل میں سے ایک مسئلہ گذشتہ دنوں پاکستان کی پنجاب اسمبلی میں پاس ہونے والا ''تحفظِ خواتین بل'' ہے۔

تحفظ خواتین بل، ایک متنازعہ بل ہے، اس کی حمایت اور مخالفت میں بہت کچھ کہا جا رہا ہے، یوں تو ہر بل کی حمایت اور مخالف ہوتی رہی ہے، مگر چونکہ یہاں معاملہ شریعت کے موافق یا اس سے متصادم ہونے کے حوالے سے ہے اور یہ کہ یہ بل معاشرے پر بڑے گہرے اثرات مرتب کرنے والا ہے اور یہ کہ لوگوں کی غالب اکثریت اس بل کے حوالے سے Confused اور الجھن کا شکار ہے، حتی کہ اس کی حمایت اور مخالفت کرنے والے بھی محض ایک جذباتی موقف رکھتے ہیں، حقائق اور دلائل سے لاعلم اور ناواقف ہیں۔

بل کیا ہے، اس کے لانے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی اور اس کے پس پردہ حقائق اور عوامل کیا ہیں، جاننے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ بل کے نام سے ظاہر ہے کہ خواتین کے تحفظ کے لیے لایا گیا ہے، تفصیل معلوم نہیں، لیکن اس کی ایک دو دفعات جو وجہ نزاع بنی ہوئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ: پروٹیکشن آرڈر کی دفعہ کے تحت خواتین، ہراساں کرنے والوں، یا جسمانی تشدد کرنے والوں کے خلاف عدالت سے پروٹیکشن آرڈر لے سکیں گی جس کے مطابق عدالت اُن افراد کو جن سے خواتین کو تشدد کا خطرہ ہو، پابند کرے گی کہ وہ خاتون سے ایک فاصلے پر رہیں، اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ عدالت کے پروٹیکشن آرڈر کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی تشدد کرنے والے شخص کو GPS ٹریکنگ بریسلٹ پہنائے جائیں گے، یعنی ان کے ہاتھ یا پاؤں میں کڑا پہنایا جائے گا، جس کے ذریعے اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جائے گی اور قانون کی دوسری دفعہ یہ ہے کہ خاتون کو اس کی مرضی کے بغیر گھر سے بے دخل نہیں کیا جا سکے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بل رِکن عقلی، نقلی اور شرعی دلائل کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے، معلوم نہیں ہوسکا، اس بل کی حمایت میں لکھے جانے والے متعدد مضامین بغور پڑھے مگر دلائل کا مکمل طور پر فقدان نظر آیا۔

البتہ ایک چیز بکثرت، پورے زور وشور اور غیظ وغضب کے ساتھ تمام مضامین میں نظر آئی اور وہ تھی تلخ وترش جذباتی جملوں اور توہین آمیز الفاظ کی بھرمار اور طعن وتشنیع کے تیرونشتر۔

بطور مثال چند جملے ذکر کرتا ہوں:

''ایک اور بات جس کو لے کر دہائیوں سے مذہبی چورن فروش عوام کو اپنا چورن بیچتے ہی آرہے ہیں۔''

اور ایک جگہ یوں لکھا تھا:

''اس لیے مذہب اور روایات کی ہدایات کی آڑ میں چورن اور منجن بیچنے والے ٹولے کو کم سے کم اب ہدایت اور روایات کے منجن کے بجائے کسی اور چورن کا انتخاب کر ہی لینا چاہیے، کہ اب ان کا منجن اور چورن یہاں بکنا ممکن نہیں ہے۔''

اور ایک جگہ یہ عبارت تھی:

''یہ مخالفت اور اس حقوق نسواں کے بل کو لے کر جو احمقانہ قسم کے دلائل مذہبی ٹھیکیدار دیتے ہیں ان کو دیکھ اور سن کر تعجب ہوتا ہے کہ آخر یہ لوگ کیوں معاشرے کو دنیا سے صدیوں پیچھے رکھنا چاہتے ہیں۔''

اِن کے علاوہ ٹاک شوز میں جو نہایت ہی سطحی گفتگو کی گئی وہ الگ ہے۔

اس بل کی عقلی، نقلی اور شرعی لحاظ سے کیا حیثیت ہے، اس کی تفصیل میں جائے بغیر سرسری اور اجمالی طور پر اتنا کہوں گا کہ یہ بل اسلامی اخلاق وآداب، حفظ مراتب اور اسلامی روح کے منافی ہے، علماء کرام اس کے خوب دلائل رکھتے ہوں گے اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو ایک طالب علم کی حیثیت سے شاید میں بھی کچھ عرض کرسکوں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِس وقت میں اِس بل کے متعلق گفتگو ایک دوسرے پہلو سے کرنا چاہوں گا اور وہ یہ کہ اِس بل کا پاس ہونا کوئی عام اور سادہ سی بات نہیں، اور نہ ہی یہ کوئی راتوں رات بن گیا ہے، بلکہ اس کے لیے دہائیوں سے راہ ہموار کی گئی، ذہن سازی کی گئی اور کھلے عام پراپیگنڈہ کیا گیا، تب کہیں جا کے یہ بل پاس ہوا۔

بل پاس کرنے والوں اور اس کی حمایت کرنے والوں کے طرز تکلم اور انداز تخاطب سے خوب واضح ہوتا ہے کہ معاملہ محض عورتوں کے حقوق اور ان کے تحفظ کا نہیں بلکہ یہ دین سے تنفر اور بے زاری کا اظہار ہے۔

آپ نے دیکھا کہ علماء کرام کے خلاف اور دین دار طبقے کے خلاف کس طرح نازیبا الفاظ استعمال کر کے اپنا غصہ نکالا گیا ہے حالانکہ کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ کسی عالم نے کبھی عورت کو حقیر اور کم تر کہا ہو، کسی مفتی نے کبھی عورت پر تشدد کے جواز کا فتوی دیا ہو!

وہ لوگ جو عورتوں پر ظلم کرتے ہیں کیا وہ اسلام کی نمائندگی کرتے ہیں؟ جو لوگ خواتین پر ظلم اور تشدد کرتے ہیں، وہ یا تو دین سے دور ہوتے ہیں، یا نفسیاتی مریض ہوتے ہیں، یا کسی قبائلی نظام کے تابع ہوتے ہیں جس میں عورت کو حقیر اور جوتی کے برابر سمجھا جاتا ہے۔

لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے اور ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے لیے تشدد کو اسلام سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔

عورت پر تشدد دین سے دوری اور لاعلمی کی وجہ سے ہوتا ہے مگر حقوق نسواں کے نام نہاد علمبردار اسے اسلام کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اسلام کے خلاف گہری سازش اور خطرناک منصوبے کا حصہ ہے۔

حقوقِ نسواں، آزادیٔ نسواں، تحفظ خواتین، آزادی رائے، جمہوریت، روشن خیالی، یہ سارے محض پر کشش اور خوبصورت الفاظ ہیں جنھیں سن کر ایک عام آدمی خوش ہو جاتا ہے، ان کا معنی ومفہوم اور ان کی تفصیل جانے بغیر کہ ان نظریات کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے۔

صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں لادینیت پھیلانے کا منصوبہ ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی محبت اس کی حمیت، اس کا شوق اور اس کا جذبہ نکال پھینکنے کا منصوبہ ہے، اس کو لبرل ازم اور سیکولرازم کی اصطلاحات میں لپیٹ کر اصحاب اقتدار اور سیکولر تعلیم یافتہ طبقے اور میڈیا کے حوالے کیا جاتا اور پھر وہاں سے عوام کے دل و دماغ اور ان کے طرز معاشرت میں اتار دیا جاتا ہے۔

یہ ایک بہت طویل موضوع ہے کہ عالم اسلام میں لادینیت پھیلانے کے لیے کیا کیا منصوبے اور کیا کیا سازشیں کی جارہی ہیں اور اُن کے آلۂ کار کون لوگ ہیں اور اُن سازشوں سے بچنے کے لیے ہمیں کیا کرنا ہے۔

یہ ساری باتیں یقیناً کسی ایک نشست میں بیان نہیں ہوسکتیں۔ اس لیے آج کی گفتگو میں صرف ایک سرسری آگاہی دینے کی کوشش کریں گے۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں لادینیت پھیلانے کا منصوبہ ہے۔ پاکستان سے باہر اس کی ایک جھلک بنگلادیش میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

انگلینڈ کے اخبار ڈیلی میل کی خبر کے مطابق آج کل بنگلادیش میں اسلام کو بنگلادیش کے آئین سے نکالنے کی کوششیں کی جارہی ہیں کہ اسلام بنگلادیش کا سرکاری مذہب نہیں ہونا چاہیے بلکہ سیکولرازم ہونا چاہیے اور ۲۷ مارچ کو کورٹ میں اس کی Hearing Scheduled ہوئی ہے۔

بنگلادیش ۱۹۷۱ء میں جب پاکستان سے الگ ہوا تو اس کا سرکاری مذہب سیکولرازم ہی قرار پایا تھا پھر ۱۹۸۸ء میں Amendment کرکے اسلام کو بنگلادیش کا سرکاری مذہب بنادیا گیا، جنرل حسین ارشاد کی حکومت میں۔

پھر ۲۰۱۱ء میں حسینہ واجد نے Constitution میں Amendment کرکے Secularism Restore کردیا، مگر ساتھ ہی اسلام بھی سرکاری مذہب رہنے دیا۔

اور آج کل پھر کوششیں کی جارہی ہیں کہ اسلام کو بنگلادیش کے آئین سے نکال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا جائے۔

تعجب ہے! ایک ایسے ملک کا سرکاری مذہب اسلام نہیں ہوسکتا جس کی ۹۰ فیصد آبادی مسلمان ہو۔ پس پردہ وہ کیا چیز ہے، وہ کون سی طاقتیں ہیں جو کسی مسلمان کو یہاں تک برانگیختہ کردیں کہ وہ اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند کردے اور اپنے ملک کا سرکاری مذہب اسلام ماننے سے انکار کردے اور اسے اپنے ملک کے آئین سے نکالنے کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے لگے!

اسی طرح تاجکستان کو دیکھ لیجئے جس کی ۹۸ فیصد آبادی مسلمان ہے، وہاں ۱۳ ہزار لوگوں کی ڈاڑھیاں زبردستی منڈوا دی گئیں اور عورتوں کو حجاب سے اور عربی نام رکھنے سے منع کردیا گیا۔

تعجب ہے! کیا اُن کے ڈاڑھی نہ رکھنے سے، حجاب نہ پہننے سے اور اسلام کو اپنا سرکاری مذہب نہ ماننے سے اسلام معاذ اللہ ختم ہوجائے گا؟

اسلام تو غالب ہونے کے لیے آیا ہے اور ہر حال میں غالب ہوکر رہے گا یہ قرآن کا دعوی ہے اور چیلنج ہے۔

یہ تو ہماری سعادت اور خوش بختی ہے کہ ہماری نسبت اسلام کے ساتھ ہوجائے اور اسلام کی سربلندی کے لیے اللہ تعالیٰ کے منصوبے میں استعمال ہوجائیں ورنہ کیا اللہ تعالیٰ کو ہمارے جیسوں کی ضرورت ہے! کیا اسلام کا غالب آنا ہم پر منحصر اور موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ اعمال کی تعداد اور حجم اور کوانٹٹی کو نہیں دیکھتے بلکہ مخلصانہ کوششوں کو دیکھتے ہیں چاہے کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں پھینکے جانے کا قصہ تو آپ کو معلوم ہی ہے، اس قصے کے حوالے سے حدیث میں ہے کہ:

((أَنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِيْنَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ لَمْ تَكُنْ فِي الْأَرْضِ دَابَّةٌ إِلَّا أَطْفَأَتِ النَّارَ عَنْهُ غَيْرَ الْوَزَغِ كَانَتْ تَنْفُخُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِ ، فَأَمَرَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِهِ .))

(ابن ماجة ، كتاب الصيد : ٣٢٣١)

”جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت روئے زمین کا ہر جانور آگ بجھانے کی کوشش کرنے لگا، سوائے چھپکلی کے کہ وہ آگ کو مزید بھڑکانے کے لیے اس میں پھونکیں مار رہی تھی ، پس آپ ﷺ نے ہمیں اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔“

ایسے ہی ایک اور حدیث میں ہے کہ:

((كَـانَتِ الضِّفْدَعُ تُطْفِئُ النَّارَ عَنْ إِبْرَهِيْمَ ، وَكَانَ الْوَزَغُ يَنْفَخُ فِيْهِ ، فَنَهَى عَنْ قَتْلِ هٰذَا ، وَأَمَرَ بِقَتْلِ هٰذَا))

(مصنف عبدالرزاق : ٨٣٩٢)

”ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکا گیا تو مینڈک آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا اور چھپکلی آگ کو بھڑکانے کے لیے اس میں پھونکیں مارتی، پس آپ ﷺ نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔“

اب یہ بات تو ظاہر ہے کہ مینڈک کی کوششوں سے آگ نہیں بجھ سکتی تھی اور نہ چھپکلی کی کوششوں سے بھڑک سکتی تھی۔ لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اُن کا کردار کھل کر سامنے آ گیا، ایک کا نام خوش بختوں میں شامل ہوگیا اور دوسرے کا نام بدبختوں میں شامل ہوگیا۔

ایک کا نام دین کے لیے استعمال ہونے والوں کی فہرست میں آ گیا اور دوسرے کا نام دین کی راہ میں روکاوٹیں کھڑی کرنے والوں کی فہرست میں آ گیا۔

اپنی اپنی قسمت پر خوش ہو جاؤ یا آنسو بہاؤ، جیسا کہ حدیث میں ہے، لمبی حدیث ہے، جس کے آخر میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا عِبَادِي اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا لَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا .))

”اے میرے بندو! یہ تو تمھارے ہی اعمال ہیں جنھیں میں تمھارے لیے شمار کرتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہوں پھر تمھیں ان کا پورا بدلہ دوں گا۔"

((فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ .))

(صحیح مسلم ، كتاب البر والصلة : ٢٥٧٧)

"پس جو شخص خیر کا معاملہ پائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اور جو کوئی اس کے برعکس معاملہ پائے تو وہ بس اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔"

آج اس دور میں اُمت مسلمہ کی پستی کا عالم ملاحظہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی صورت میں اک نعمت عظمی سے نوازا ہے مگر ہمیں اپنی اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے شرم آتی ہے، اس سے منہ موڑتے ہیں، مگر سن لیں! اللہ تعالیٰ ایسے قدر ناشناسوں سے قطعی طور پر بے نیاز ہیں، فرمایا:

﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾

(محمد: ٣٨)

"یاد رکھو! اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا، اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔"

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴾ (النساء: ١٣٣)

"اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو ہٹا کر، یعنی ہلاک کر کے تمھاری جگہ دوسروں کو لے آئے اور وہ اس کی پوری قدرت رکھتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بہت بڑا اعزاز بخشا تھا یہ فرما کر کہ:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ١١٠)

"تم کائنات کی بہترین امت ہو جسے لوگوں کی رہنمائی کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر افسوس ہم نے اس کی قدر نہ جانی!

ایک اور مقام پر اہل ایمان کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾ ﴾ (المائدہ: ٥٤)

’’اے ایمان والو! اگر تم میں کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے تو پھر جائے، اللہ تعالیٰ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کردے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔‘‘

اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنے دین کی طرف لوٹ آئیں ، اور اس پر ثابت قدم ہوجائیں ، اللہ تعالیٰ ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، آمین!

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتنوں کی پہچان اور اس سے بچاؤ کیسے؟

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾﴾ (الانفال: ٢٥)

گذشتہ خطبۂ جمعہ میں بات ہو رہی تھی کہ یہ دور فتنوں کا دور ہے اور فتنوں کے دور کے معاملات اور مسائل کو حل کرنے کے لیے ان خصوصی احکامات کو ہی مدنظر رکھنا ہوگا، جو اُن خصوصی حالات کے لیے صادر فرمائے گئے ہیں۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ((كَيْفَ بِكُمْ وَبِزَمَانٍ يُوشِكُ اَنْ يَأْتِيَ))

فرمایا: ''اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا، جب ایسا وقت آئے گا کہ:

((يُغَرْبَلُ النَّاسُ فِيهِ غَرْبَلَةً))

''لوگ اس میں چھان کر رکھ دیئے جائیں گے۔''

((وَتَبْقَى حُثَالَةٌ مِنَ النَّاسِ))

اور لوگوں کی ایک تلچھٹ اور بھوسا باقی رہ جائے گا۔

جس طرح چھاج یا چھلنی کے ذریعے جب غلہ پھٹکا جاتا ہے تو اُس کے نتیجے میں غلہ الگ اور بھوسا الگ ہو جاتا ہے، یعنی نکمی اور ردی چیز الگ ہو جاتی ہے۔

تو اسی طرح لوگوں میں سے بھی بھوسا، تلچھٹ، پست اور گھٹیا ترین طبقہ باقی رہ جائے گا۔

((قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُم وَاَمَانَاتُهُمْ، فَاخْتَلَفُوْا، وَكَانُوْا هٰكَذَا، وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ))

''جن کی عہد و امانت داری میں خرابی اور بگاڑ پیدا ہو جائے گا اور لوگ آپس میں شدید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلافات کا شکار ہوں گے۔ اور لوگوں کے آپس میں اختلافات کی تشبیہ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یوں:"

((قَالُوْا: كَيْفَ بِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذَا كَانَ ذٰلِكَ؟))

"صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اگر ایسا وقت ہم پر آجائے تو ہم کیا کریں؟"

((قَالَ: تَأْخُذُوْنَ بِمَا تَعْرِفُوْنَ، وَتَدَعُوْنَ مَاتُنْكِرُوْنَ، وَتُقْبِلُوْنَ عَلَى خَاصَّتِكُمْ، وَتَذَرُوْنَ أَمْرَ عَوَامِّكُمْ.)) (ابن ماجة، كتاب الفتن: ٣٩٥٧)

تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جسے تم پہچانتے ہو اُسے لے لینا اور جسے نہ پہچانتے ہو اُسے چھوڑ دینا۔"

یعنی قرآن و حدیث کی روشنی میں جو بات تمہیں معلوم ہو کہ صحیح ہے اور حق اور سچ ہے، اس پر عمل کرنا اور جس کا علم نہ ہو اسے چھوڑ دینا۔

((وَتُقْبِلُوْنَ عَلَى خَاصَّتِكُمْ وَتَذَرُوْنَ أَمْرَ عَوَامِّكُمْ.))

(سنن ابن ماجه: ٣٩٥٧)

"اور اپنے آپ پر توجہ دینا اپنے خاص لوگوں کے پاس چلے آنا اور عام لوگوں کے معاملات کو چھوڑ دینا۔"

دیگر احادیث میں فتنوں کے دور میں فتنوں سے اس قدر دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے کہ کوئی ان میں جھانکنے کی کوشش بھی نہ کرے ورنہ فتنوں کا شکار ہو جائے گا۔ مگر اس حدیث میں تو تمام لوگوں سے بالکل الگ تھلگ ہو کر اپنے آپ پر توجہ دینے اور اپنے خاص لوگوں کے پاس چلے جانے کا حکم ہے یعنی عزلت و تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کر لینے کا حکم ہے، جبکہ عام حالات میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی ترغیب ہے۔

اسی طرح دیگر احادیث میں کچھ مزید ہدایات بھی دی گئی ہیں اور پھر چونکہ فتنوں کے دور میں دین پر چلنا اور عمل کرنا مشکل ہوتا ہے اور سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں ہوتا اور صبر بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا کہ:

((اَلصَّبْرُ فِيهِنَّ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ))

کہ ان صبر کے دنوں میں صبر کرنا، ایسا ہی مشکل ہوگا جیسا آگ کا انگارہ مٹھی میں لینا۔

اس لیے ان فتنوں کے دنوں میں کہ جنہیں صبر کے دن کہا گیا ہے اُن میں اجر بھی بڑھا دیا گیا ہے، فرمایا:

((لِلْعَامِلِ فِيهَا اَجْرُ خَمْسِينَ))

"اُن صبر کے دنوں میں دین کے ساتھ تمسک اختیار کرنے، دین پر کاربند رہنے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کا اجر پچاس آدمیوں کے برابر ہوگا۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

((اَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ اَوْ خَمْسِينَ مِنَّا))

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا اُن میں سے پچاس آدمیوں کا اجر یا ہم میں سے؟"

((قَالَ: خَمْسِينَ مِنْكُمْ)) (مجمع الزوائد : ١٢٢١٦)

"فرمایا: پچاس تم میں سے۔"

اسی طرح بعض دوسری احادیث میں اس سے بھی زیادہ اجر بیان فرمایا گیا ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ اِلَيَّ)) (صحیح مسلم : ٢٩٤٨)

"قتل و غارت گری کے دنوں میں عبادت کی فضیلت اور اجر وثواب ایسے ہی ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا۔"

اور ہجرت کا اجر وثواب آپ کو معلوم ہی ہوگا، حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا)) (مسلم ، کتاب الایمان : ١٢١)

"ہجرت کرنا گذشتہ تمام گناہ ڈھا دیتا ہے۔"

تو ہجرت اتنا عظیم عمل ہے کہ اس سے گذشتہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں اور فتنے کے دنوں میں عبادت کا اتنا بڑا اجر وثواب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ اس تمہیدی گفتگو کا یہ ہے کہ آج کے دور کے مسائل کا حل جاننے کے لیے فتنوں کے دور کے لیے دی گئی ہدایات کو سامنے رکھنا ضروری ہے اور اُن ہدایات کا خلاصہ یہ ہے کہ فتنوں سے بہرصورت دور رہا جائے اور جتنا زیادہ سے زیادہ دور رہنا ممکن ہو اسی قدر دور رہا جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((سَتَكُوْنُ فِتَنٌ))

''عن قریب ایسے فتنے ہوں گے کہ:

((اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ .))

''بیٹھا ہوا کھڑے ہوئے شخص سے بہتر ہوگا''

((وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيِ .))

''اور کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا۔''

((وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ .))

''اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔''

((مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ .))

''جو دور سے بھی ان فتنوں کی طرف جھانکے گا وہ ان کا شکار اور ہدف بن جائے گا۔''

((فَمَنْ وَجَدَ فِيْهَا مَلْجَأً اَوْ مَعَاذاً فَلْيَعُذْ بِهِ .))

(صحيح البخاری ، كتاب الفتن : ۷۰۸۲)

''اس وقت جو شخص جہاں کہیں حفاظت اور پناہ کی جگہ پائے پناہ لے لے۔''

اسی طرح دیگر کئی احادیث میں فتنوں سے ہر ممکن صورت دور رہنے کی شدید تاکید کی گئی ہے اور اس حدیث میں بھی فتنوں کی سنگینی کو بہت واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

فتنوں سے بچنا یقیناً نہایت ہی مشکل ترین کام ہے، بلکہ فتنوں کو سمجھنا بھی آسان نہیں ہے، فتنوں کو سمجھنا سیکولر تعلیم اور انسانی عقل کے ذریعے ممکن نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ایمان کی قوت اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی سمجھا جا سکتا ہے اور وہ بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

اور فتنوں کی سنگینی کا عالم ملاحظہ فرمائیے، کہ آدمی کو اپنی قوت ایمانی کا اندازہ ہونے کے باوجود فتنوں سے دور رہنے کی تاکید ہے، بالخصوص دجال کے فتنے سے۔

ویسے تو ہر فتنے کے بارے میں کہہ دیا گیا ہے کہ جو دور سے بھی جھانکے گا وہ اس میں مبتلا ہو جائے گا، مگر دجال کا فتنہ جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ:

((مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ .))

(صحيح مسلم ، كتاب الفتن واسراط الساعة : ٢٩٤٦)

''آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدم (علیہ السلام) سے لے کر قیامت تک، اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے فتنۂ دجال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہوگا۔''

اس لیے اس کے بارے میں خصوصی ہدایت اور تنبیہ یوں فرمائی: فرمایا:

((مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ .))

''جو شخص دجال کی خبر سنے وہ اس کے سامنے آنے سے گریز کرے، اس سے دور رہے۔''

((فَوَاللّٰهِ! اِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيْهِ وَهُوَ يَحْسَبُ اَنَّهٗ مُؤْمِنٌ .))

''اللہ کی قسم جب کوئی آدمی اس کے پاس آئے گا تو وہ یہی سمجھے گا کہ وہ مؤمن ہے۔''

((فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يُبْعَثُ بِهٖ مِنَ الشُّبُهَاتِ ، اَوْلِمَا يُبْعَثُ بِهٖ مِنَ الشُّبُهَاتِ .)) (سنن ابی داود ، كتاب الملاحم : ٤٣١٩)

''تو جو شبہے کی چیزیں وہ دے کر بھیجا گیا ہے۔ یعنی دجال۔ انہیں دیکھ کر وہ آدمی اس کی پیروی کرنے لگے گا۔''

تو اپنے علم، اپنے ایمان، اپنی عقل و دانش اور اپنے وسائل اور اختیارات پر اعتماد اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھروسہ کرتے ہوئے کبھی فتنے میں کودنے کی کوشش نہ کریں اور نہ اس کے قریب جائیں، چہ جائیکہ خود فتنہ پیدا کرنے لگ جائیں۔

اور آدمی کو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ فتنوں سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے؟ اس کی کئی ایک علامتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو آدمی دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی سے اجتناب کرنے لگ جائے گا، تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ وہ فتنوں سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے، مگر اس بات کا احساس ہونا کہ وہ واقعی دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کر رہا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہے، کیونکہ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ جب اس کے پاس دولت آتی ہے، یا اسے کچھ اختیارات مل جاتے ہیں، وہ وزیر و مشیر بن جاتا ہے، تو پھر اس کا مسلز (Muscles) دکھانے کو جی مچلنے لگتا ہے، پھر وہ دخل اندازی کا جواز ڈھونڈ لیتا ہے، ظلم و زیادتی کو جسٹیفائی کر لیتا ہے، پھر وہ فتنوں وتنوں کو خاطر میں نہیں لاتا، ان کی پرواہ نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کسی پر بدبختی نازل نہیں کرنا چاہتا مگر انسان خود اس کا جواز مہیا کرتا اور دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائے۔

لوگ عموماً فتنوں کی طرف توجہ نہیں دیتے اور نہ اس کی سنگینی کو سمجھتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ ہی معاشرے میں کوئی سمجھانے والا ہے۔ الا ماشاء اللہ

فتنوں سے بچنے کی ترغیب وتاکید میں سے یہ چند باتیں عرض کی ہیں، ورنہ قرآن و حدیث میں فتنوں سے بچنے پر بہت زور دیا گیا ہے، اس کے دنیوی واخروی نتائج سے خبردار کیا گیا ہے۔

فتنے کیسے پے در پے اور یکے بعد دیگرے چلے آ رہے ہیں، کسی ایک فتنے کے بارے میں تفصیل سے آگاہی دینے کے لیے دو ایک خطبوں میں اس کا ذکر کرتا ہوں تو اتنے میں کوئی نیا فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے، ابھی وہ ختم نہیں ہوا ہوتا کہ کوئی دوسرا شروع ہو جاتا ہے اور کچھ مسلسل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چلے آ رہے ہیں۔

مثلاً: گذشتہ جمعے تحفظِ خواتین بل کا ذکر ہو رہا تھا کہ توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ والا معاملہ شروع ہوگیا۔ یہ سمجھنے اور سمجھانے کے لیے کہ کیسے توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ اور لوگوں کو اذیت دینا ناجائز اور حرام ہے ایک وقت درکار ہوتا ہے اور ابھی وہ پوری طرح بیان نہیں ہوا ہوتا کہ دوسرا شروع ہوجاتا ہے فتنوں کو سمجھنا بالخصوص اس طرح کے فتنوں کو سمجھنا نہایت ضروری ہے، اس لیے کہ یہ انتہائی خطرناک ہوتے ہیں کیونکہ دین کے نام پر جو اس طرح کا کام ہوتا ہے وہ انتہائی خطرناک ہوتا ہے، چونکہ لوگ صرف جذبات سے کام لیتے ہیں دلائل سے ان کو سروکار نہیں ہوتا چنانچہ وہ اس کے لیے اپنی جان قربان دینے کو سعادت سمجھتے ہیں۔

فتنوں سے بچنے کی کوشش کرنا ہر شخص کی ذاتی ذمہ داری ہے لیکن دوسروں کو فتنوں سے بچانے کی کوشش کرنا اور خبردار کرنا حکومت اور مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کی ذمہ داری ہے۔

مگر بدقسمتی سے ہمارے ہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، ہمارے لیڈران اور ہمارے رہنما الٹا لوگوں کو بھڑکاتے اور اکساتے ہیں، تشدد پر برانگیختہ کرتے اور ان کے جذبات کو ابھارتے ہیں۔

اور انسان کی فطرت ہے کہ وہ جذباتی باتوں سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے۔ اصلاحی باتیں چونکہ عمل کا تقاضا کرتی ہیں اپنے آپ کو بدلنے اور اپنے اندر تبدیلی لانے کا تقاضا کرتی ہیں اور اپنے آپ کو بدلنا ایک مشکل کام ہوتا ہے لہٰذا اس کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی، اس لیے ان باتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔

اُدھر دوسری طرف آگ لگانا آسان ہوتا ہے مگر اصلاحی اور علمی بات کرنا مشکل ہوتا ہے، بسا اوقات ماچس کی تیلی سے لگائی ہوئی آگ اتنی جلدی نہیں بھڑکتی، جتنی جلدی زبان سے لگائی ہوئی آگ بھڑکتی ہے اس لیے رہنماؤں کا کام ہے کہ اپنے معتقدین کے جذبات کو ٹھنڈا کریں انہیں ضبط و تحمل سکھائیں۔

بالخصوص مذہبی رہنماؤں پر اور بھی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اُن کے ایک ایک لفظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو فالو کیا جاتا ہے، اس لیے ٹھنڈے دل سے، سوچ سمجھ کر اور دلائل کے ساتھ بات کرنی چاہیے، نتائج پر نظر ہونی چاہیے، دلائل ٹھوس اور مضبوط ہونے چاہئیں۔

میں سن رہا تھا، ایک صاحب لوگوں کو بھڑکاتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ذکر کر رہے تھے کہ ایک جنگ (غزوۂ موتہ) میں لڑتے ہوئے اُن کے ہاتھ میں ۹ تلواریں ٹوٹیں۔ بات صحیح ہے مگر ذرا غور کرلیا ہوتا کہ کیا اُن کی تلواریں مسلمانوں کو قتل کرتے ہوئے ٹوٹیں؟ اور کیا اس کے بعد انہوں نے سیف ایگزٹ کے لیے حکومت سے مذاکرات بھی کئے؟

جذبات میں بہہ جانا اور دوسروں کو جذبات میں بہا دینا ذمہ دار لوگوں کا کام نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو رسوا نہ کرے:

((لَا يَـنْبَـغِي لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يُذِلَّ نَفْسَهُ، قَالُوْا وَ كَيْفَ يُذِلُّ نَفسَهُ، قَالَ: يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَـلَاءِ لِمَا لَا يُطِيْقُ .))

(سنن ترمذی ، کتاب الفتن : ٢٢٥٤)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔'' صحابہ نے عرض کیا: کوئی اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے آپ کو کسی ایسی مصیبت میں دوچار کرتا ہے جسے جھیلنے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔''

سیاسی اور مذہبی رہنماؤں میں سے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر غلطی کرتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری یقیناً اس پر آتی ہے، مگر عوام پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، وہ بھی اس کے جوابدہ ہوں گے کہ عقل، بصیرت اور دلائل کے ساتھ اُن کو فالو کریں آنکھیں بند کر کے نہیں۔

لوگ جب نااہل اور دین بے زار لوگوں کو اپنا رہنما منتخب کرتے ہیں تو وہ اس سے پیدا ہونے والی خرابی کے ذمہ دار بھی ہیں، اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ لوگ نااہل حکمرانوں کو پسند کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ .))

”جب امانت ضائع کی جائے اس وقت قیامت کا انتظار کر۔“

((قَالَ: كَيْفَ اِضَاعَتُهَا ؟))

”عرض کیا: امانت ضائع کیسے کی جائے گی؟“

((قَالَ: اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ ، فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ .))

(صحيح البخارى ، كتاب العلم : ٥٩)

تو فرمایا: ”جب حکومت ان لوگوں کو دی جائے جو اس کے اہل نہ ہوں، تو قیامت کا انتظار کر۔“

دوسری طرف معاشرے کی خرابی اور بگاڑ کی ایک وجہ علماء کا اٹھ جانا ہے۔

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ .))

اللہ تعالیٰ دین کا علم بندوں سے چھین کر ختم نہیں کرے گا۔

((وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ .))

”بلکہ علماء کی موت سے علم دین ختم کر دے گا۔“

((حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا ، اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا .))

”حتیٰ کہ جب ایک بھی عالم باقی نہیں رہنے دے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا رہنما بنالیں گے۔“

((فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ ، فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا .))

(صحيح البخارى ، كتاب العلم : ١٠٠)

”ان سے مسئلے دریافت کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دے کر خود بھی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

خلاصہ یہ ہے کہ فتنوں کی سنگینی اگر سمجھ آجائے گی تو نت نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل بھی خود بخود سمجھ آجائے گا۔

((عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ.)) (ابن ماجة ، كتاب الفتن : ٤٠٣٥)

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا میں قیامت کے قریب سوائے مصیبتوں اور فتنوں کے کچھ باقی نہیں رہا۔''

اور دوسری بات فتنے کے حوالے سے یہ ذہن نشین کرلیں کہ:

((عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَانَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ.))

''زبیر بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کی ان سے شکایت کی۔''

((فَقَالَ: اِصْبِرُوْا، فَاِنَّهٗ لَا يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِنْهُ، حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَبِيِّكُمْ ﷺ.))

تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''صبر کرو! تم پر ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں ہر آنے والا دن تمہارے آج سے بدتر ہوگا، حتی کہ تم اپنے رب سے جاملو، میں نے یہ بات تمہارے نبی اکرم ﷺ سے سنی ہے۔''

(صحيح البخاری ، كتاب الفتن : ٧٠٦٨)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین کی ضرورت واہمیت اور اس سے دوری کے اسباب

﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾

(الزخرف: ۷۸)

''ہم تمھارے پاس حق لے کر آئے تھے مگر تم میں سے اکثر کو حق نا گوار تھا۔''

دین انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اور ایسی بنیادی ضرورت ہے، جیسا کہ اکل وشرب، (کھانا پینا ہے) بلکہ حقیقت میں اُس سے بھی بڑھ کر، اور وہ یوں کہ سب جانتے ہیں کہ کھانا پینا زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے اور کھانا پینا اگر میسر نہ آئے تو زیادہ سے زیادہ کیا ہوتا ہے؟ انسان مر جاتا ہے اور مرنا تو ہر انسان کو ہر حال میں ہے ہی، انسان مر گیا تو بات ختم، کھانے پینے کی ضرورت بھی ختم۔

لیکن دین ایک ایسی ضرورت ہے، کہ انسان کے فوت ہو جانے پر اس کی اہمیت ختم نہیں ہوتی، زندگی میں دین سے دور اور محروم رہنے کا معاملہ رفع دفع نہیں ہوتا، کالعدم نہیں ہو جاتا، بلکہ دین سے تعلق یا عدم تعلق کی بنیاد پر نتائج کا سامنا کرنے کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔

تو دین چونکہ انسان کی دنیا اور آخرت کے لیے ایک بنیادی ضرورت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی مکمل رہنمائی دی ہے، اس کی ضروریات کی پہچان، ان کا شوق اور جستجو، ان کے حصول کی استعداد انسان کی فطرت میں ودیعت کر دی ہے، اور ان کے حصول کی کوششوں کے لیے اسے عقل اور فہم عطا فرمائی، اس کی ترغیب وتاکید اور تذکیر کے لیے انبیاء و رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے، کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے اور ان کا تزکیہ کرتے۔

اور صرف انسان ہی نہیں، بلکہ تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے اُن کی ضروریات کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہدایت ورہنمائی فرمائی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر فرعون کے پاس گئے، جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا:

﴿فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ﴾

(طه : ٤٧)

فرمایا: ''جاؤ اُس کے پاس اور کہو کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں، بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لیے چھوڑ دے اوران کو تکلیف نہ دے۔''

﴿قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ ﴿٤٩﴾﴾

فرعون نے کہا: ''اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟''

﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿٥٠﴾﴾ (طه: ٥٠)

فرمایا: ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی، تخلیق فرمائی، پھر اس کو ہدایت رہنمائی بخشی، راستہ بتایا۔''

فرعون کے سوال کے جواب میں یوں تو اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا کہ اللہ ہمارا رب ہے، مگر اس کے بجائے ذرا تفصیل سے جواب دیا تاکہ شاید وہ غور کر کے نصیحت حاصل کرلے:

﴿لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴿٤٤﴾﴾ (طٰه : ٤٤)

''شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔''

اور تفصیلی جواب میں گویا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ رب وہ ہے جو خالق ہے اور تُو تو ایک مخلوق ہے، مخلوق کو رب ہونے کا دعوی زیب نہیں دیتا۔

اور دوسری بات اس جواب میں یہ شامل کردی کہ اُس رب نے اپنی مخلوقات کو تخلیق دے کر بے یارومددگار نہیں چھوڑ دیا بلکہ اپنی پہچان اور انسان کو اس کی ضروریات کے حوالے سے پوری پوری رہنمائی بھی دی ہے جو کہ اس کی فطرت میں ڈال رکھی ہے، اپنے رب کو پہچاننے کے لیے تو بھی اپنی فطرت سے رہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَه ثُمَّ هَدٰی.))

"ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو ساخت، شکل اور ہیئت بخشی اور پھر ہدایت دی۔"

اس آیت کریمہ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے اس کے اندر ایک بہت بڑی حقیت بیان کی گئی ہے، جس پر غور کرنے سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور جسم و جان اور قلب وجبین اللہ کی عظمت کے سامنے بے ساختہ جھک جاتے ہیں۔

اُس نے ہر چیز کو تخلیق فرمانے کے بعد اُسے ہدایت و رہنمائی بخشی ہے، اِس ہدایت سے مراد ہدایتِ ایمانی نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد وہ ہدایت و رہنمائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو اُن کی ضرورتوں کی پہچان اور اُن کے حصول کی کوششوں کے لیے اُس کی فطرت میں ودیعت کررکھی ہے۔

ہر مخلوق کی ضرورتیں مختلف یا اُن کے طریقے مختلف ہیں اور ہر ہر مخلوق کو اپنی اپنی ضرورتوں اور اُن کے حصول کے طریقوں کا فطرت کے ذریعے بخوبی علم دیا گیا ہے۔

اب غور کیجئے کہ ایک نومولود اور نوزائیدہ بچہ اپنی زندگی اور بقا کے لیے اپنی خوراک اور دیگر لوازمات زندگی کو کس طرح پہچانتا ہے، بالکل نیا نیا پیدا ہونے والا بچہ جو ابھی چند منٹس پہلے ہی دنیا میں آیا ہو اس کے گال کو اگر ہاتھ سے چھوئیں تو جس گال کو چھوا گیا ہو، بچہ اپنا منہ اس طرف گھما لیتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اسے دودھ دیا جانے لگا ہے اور جب فیڈر اُس کے منہ میں ڈالا جائے تو وہ نپل کو زبان اور تالو کے درمیان پریس کرتا ہے جس سے دودھ اُس کے منہ میں آنے لگتا ہے۔

وہ بیک وقت دودھ بھی نگل رہا ہوتا ہے اور سانسیں بھی لے رہا ہوتا ہے ان کو کہتے ہیں Newborn reflexes ۔یعنی وہ حرکات وسکنات جو ایک نومولود بچہ ردعمل کے طور پر بے ساختہ کرنے لگتا ہے۔

اب اس میں حیران کن بات یہ ہے جو کہ کسی معجزے سے کم نہیں اور جو غور طلب بھی ہے کہ یہ Reflexes ایک تجربے اور ٹریننگ کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کسی شخص کا کوئی کام پہلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بار کرنا اور نہایت روانی اور مہارت سے کرنا، بلا جھجک اور بلا ہچکچاہٹ اور بے ساختہ کرنے کا مطلب ہوتا ہے کہ آدمی کو پہلے سے اس کا تجربہ حاصل ہے ورنہ جب کوئی شخص کوئی کام پہلی بار اور بغیر کسی سابقہ تجربے کے کرتا ہے تو بڑا سنبھل سنبھل کر اور سوچ سوچ کر اور ہچکچاہٹ کے ساتھ کرتا ہے مگر کوئی آدمی بلکہ ایک نومولود بچہ جب بے ساختہ کرنے لگے تو تعجب ہوتا ہے ایک نومولود بچے نے وہ تجربہ بھلا کہاں سے حاصل کیا ہوگا! یہ تو وہ ہدایت و رہنمائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھ رکھی ہے، جس سے انسان اپنی بنیادی ضرورتوں کو پہچانتا اور سمجھتا ہے، ورنہ دنیا کا کوئی سکول، کوئی کالج اور یونیورسٹی اور ٹریننگ سینٹر ایسا نہیں ہے جو ایک نومولود بچے کو یہ ساری باتیں سکھا سکے۔

یہ صرف وہی ذات اور ہستی ہے ﴿الَّذِيٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ ''جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور پھر رہنمائی دی۔''

تو جب اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو، بالخصوص انسان کو اُس کی اِس مختصر سی اور عارضی دنیوی زندگی میں جسمانی بقا کے لیے اس قدر مکمل اور بھرپور رہنمائی دی ہے تو کیا وہ اُس کو اُس کی حقیقی اور ابدی زندگی کے بارے میں بے یارو مددگار اور بھٹکتا ہوا چھوڑ دے گا؟ یقیناً نہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی اخروی اور ابدی زندگی کے لیے بھی یقیناً پوری پوری رہنمائی دی ہے۔

تو دین انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اُس کی دنیوی زندگی کے لیے بھی اور اخروی زندگی کے لیے بھی، اس سے ہرگز انکار کیا جاسکتا ہے نہ اعراض، کیونکہ اس کی ضرورت، اس کی پہچان، اس کی طرف میلان انسان کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ .))

''جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔''

((فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ)) (صحيح البخاري ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الجنائز : ۱۳۵۸)

''پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔''

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ اس حوالے سے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو:

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ﴾ (الروم : ۳۰)

''فطرت جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے۔''

جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے وہ فطرتِ اسلام ہے، اُس میں ہرگز ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، اس کے علاوہ جو دوسرے عقائد ونظریات اور ادیان ومذاہب ہیں وہ آدمی اپنے ماں باپ، اپنی کمیونٹی، اپنے ماحول اور اپنے اساتذہ سے متاثر ہوکر اپنا سکتا ہے، مگر پیدائشی طور پر فطرت کے ذریعے جو عقیدہ اسے دیا جاتا ہے وہ عقیدۂ اسلام ہے عقیدۂ توحید ہے، ایک اللہ کی پہچان ہے۔

چودہ سو سال پہلے اسلام جو حقیقت بیان کرچکا ہے وہ اغیار کو آج اپنی تحقیق سے معلوم ہورہی ہے۔

ڈاکٹر جسٹن بیرٹ Dr Justin Barett۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں سینئر ریسرچر ہیں، انہوں نے مختلف عمر کے بہت سارے بچوں پر ریسرچ کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ عقیدۂ توحید اور ایک اللہ پر ایمان لانے کا میلان اور رجحان فطری طور پر انسان کے اندر موجود ہے وہ اپنے بارے میں جاننے کی جستجو رکھتے ہیں اور جب انہیں بتایا جاتا ہے کہ God نے انہیں پیدا کیا ہے تو وہ فوراً یہ نظریہ قبول کرلیتے ہیں، اور جب انہیں کہا جائے کہ انسان اتفاق سے اور خود بخود ہی وجود میں آیا ہے تو ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔

تو جہاں ایک طرف یہ حقیقت ہے کہ دین انسان کی بنیادی اور فطری ضرورت ہے، وہاں دوسری طرف یہ بھی اک حقیقت ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس حقیقت سے واقف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۸﴾ (سبا : ۲۸)

''لیکن اکثر لوگ یہ جانتے ہی نہیں ہیں۔''

اور اُدھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لوگوں کی غالب اکثریت دین کو ناپسند کرتی ہے:

﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝۷۸﴾

(الزخرف: ۷۸)

''ہم تو حق تمہارے پاس لے آئے مگر تم میں کے اکثر لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں۔''

سوال یہ ہے کہ دین انسان کی ضرورت ہونے اور فطرت میں اس کی طرف میلان اور رجحان ہونے کے باوجود لوگ اسے ناپسند کیوں کرتے ہیں، اس سے نفرت کیوں کرتے ہیں۔ تو دین کو ناپسند کرنے کی متعدد وجوہات ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

ایک یہ کہ بنیادی طور پر انسان پابندی کو ناپسند کرتا ہے اور دین تو سارے کا سارا ہے ہی پابندیوں کا نام۔ اور جس نے پیدا کیا ہے، جس نے جسم اور جان عطا کی ہے جس نے عقل دی ہے، جس نے قوت گویائی، قوت سماعت، قوت بصارت اور قوت شامہ عطا کی ہے، جس نے صحت وتندرستی دی ہے، جو رزق دیتا ہے، جو دولت دیتا ہے، جو اولاد دیتا ہے، جو خوشیاں دیتا ہے، جس نے پوری کائنات انسان کے لیے مسخر کردی ہے، اُس کا حق بنتا ہے وہ جو چاہے پابندیاں لگائے۔ تمہیں منظور نہیں ہے! نہ سہی، اس کی دی ہوئی ساری چیزیں واپس کردو، اور لے آؤ جہاں سے تمہیں آزادی ملتی ہو۔

ایک وفادار، احسان مند اور فرمانبردار بندے کے لیے یہ دنیا آزادی کی جگہ ہرگز نہیں ہے بلکہ جیل اور قید خانہ ہے جیسا کہ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے:

((اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ .))

(صحیح مسلم ، کتاب الزهد والرقائق : ۲۹۵۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”یہ دنیا بندۂ مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔“

اور قید خانے میں کسی قیدی کی مرضی کا کیا تصور ہے! وہاں تو سراسر پابندی ہی پابندی ہوتی ہے، کھانا پینا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا ایک ایک قدم پر پابندی ہوتی ہے۔

لہٰذا ایک سچے، وفادار اور احسان مند مسلمان کا شیوہ یہ ہونا چاہیے، جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

((إِنْ إِسْتَطَعْتَ أَنْ لَا تَحُكَّ رَأْسَكَ إِلَّا بِأَثَرٍ فَافْعَلْ .)) (الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ، رقم: ١٧٤ ، ج: ١ ، ص: ١٤٢)

”اگر تم یہ بھی کر سکو کہ تمہیں سر کھجانے کی حاجت ہو تو اس کے لیے بھی تمہارے پاس کوئی نہ کوئی دلیل ہو تو کر گزرو۔“

ہاں تو بات ہو رہی تھی کہ دین کو ناپسند کرنے کی وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ انسان فطری طور پر پابندی کو ناپسند کرتا ہے اور اسلام چونکہ سراسر پابندیوں کا نام ہے، اس لیے وہ اس سے راہ فرار اختیار کرتا ہے، بدکتا ہے اور ایسے بدکتا ہے جیسے اللہ فرماتے ہیں:

﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾﴾ (المدثر: ٤٩)

”انہیں کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں۔“

﴿كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾﴾ (المدثر : ٥٠)

”گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔“

﴿فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾﴾ (المدثر : ٥١)

”جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑے ہیں۔“

یعنی جب ان سے دین کی بات کی جاتی ہے، جب کوئی نصیحت کی جاتی ہے تو حق سے یوں نفرت و اعراض کرنے لگتے ہیں جیسے وحشی خوفزدہ گدھے ہوں جو شیر سے ڈر کر بھاگے ہوں۔

تو دین کو ناپسند کرنے اور اس سے نفرت کرنے کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ انسان پابندی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے گھبراتا ہے، اور کچھ سستی اور کسل کی بیماری بھی اسے لاحق ہوتی ہے۔

دین کو ناپسند کرنے ، اور اس سے نفرت کرنے کی ایک بڑی اور مشہور وجہ شیاطین کا انسان کو ورغلانا، بہکانا اور اکسانا بھی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ فرماتے ہیں:

((وَاِنِّی خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ .))

”میں نے اپنے تمام بندوں کو ایک ہی فطرت پر دین کی طرف میلان اور رجحان رکھنے والا بنایا ہے۔“

((وَاِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ .))

(صحيح مسلم: ٢٨٦٥)

”مگر شیاطین ان کے پاس آئے اور انہیں ان کے دیں سے پھیر دیا۔“

شیاطین کس طرح انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں اور کن کن راستوں سے اور کن کن حیلوں اور طریقوں سے انہیں بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ قرآن و حدیث میں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے بس اتنا جان لیجئے کہ وہ کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، کوشش ضرور کرتے ہیں۔ انسان کی زندگی کے ہر شعبے اور ہر معاملے میں آتے ہیں۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَانِهٖ حَتّٰى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهٖ .)) (صحيح مسلم ، كتاب الأشربة : ٢٠٣٣)

”شیطان تم میں سے ہر کسی کے پاس، اس کے ہر معاملے میں آتا ہے، حتی کہ کھانے کے معاملے میں بھی آتا۔“

اسی طرح دین سے ناپسندیدگی اور نفرت کی ایک وجہ خواہشات کی پیروی ہے۔ خواہشاتِ نفس دین سے دوری اور نفرت کا ایک نہایت ہی خطرناک سبب ہے، کیونکہ خواہشاتِ نفس انسان کو احساس نہیں ہونے دیتے کہ وہ دین کی نہیں بلکہ خواہشات کی پیروی کر رہا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور خواہشات اور دین دو متضاد چیزیں ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (ص: ٢٦)

''اے داود (علیہ السلام)! ہم نے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیجئے اور خواہشات کے پیچھے نہ چلیں، کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گی۔''

اور فرمایا:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ﴾

(القصص : ٥٠)

''اے پیغمبر ﷺ! اگر یہ لوگ آپ (ﷺ) کی بات نہ مانیں تو یقین کر لیں کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔''

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (القصص: ٥٠)

''اور اُس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے جو اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔''

تو خواہشاتِ نفس دین سے نفرت کا ایک خطرناک سبب ہے۔

اسی طرح ایک سبب دنیا کی کشش بھی ہے، دنیا کی کشش انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور انسان دین سے دور ہو جاتا ہے۔

اس کو بھی قرآن وحدیث میں خوب تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يَتَّكِـُٔونَ ۝٣٤ وَزُخْرُفًا﴾ (الزخرف: ۳۳ تا ۳۵)

’’اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے، تو ہم رحمٰن سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور اُن کی سیڑھیاں، جن سے وہ اپنے بالا خانوں پر چڑھتے ہیں اور ان کے دروازے، اور ان کے تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں سب چاندی اور سونے کے بنوا دیتے۔‘‘

یعنی اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تمام کفر کی طرف مائل ہو جائیں گے تو ہم کافروں کے گھر سونے چاندی کے بنا دیتے، اس لیے کہ یہ تو محض متاع دنیا ہے، ﴿وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ آخرت تیرے رب کے ہاں صرف متقین کے لیے ہے۔

تو دین سے نفرت کی مزید کئی وجوہات ہیں۔

تاہم دین کو ناپسند کر کے، اس سے نفرت کر کے اور اسے پس پشت ڈال کر اگر کوئی سمجھتا ہے کہ وہ کامیاب ہوگیا ہے اور اسے دین کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا نہایت ہی نادان ہے۔

دنیا میں جو بھی فتنہ وفساد برپا ہے دین سے دوری اور خواہشات کی پیروی ہی کی وجہ سے ہے، قرآن وحدیث میں یہ خوب وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حق جب خواہشات کے تابع ہو جاتا ہے تو دنیا میں ہر قسم کا بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝٧١﴾ (المؤمنون: ۷۱)

’’اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلے تو سب آسمان اور زمین ضرور بگڑ جائیں اور جو کوئی ان میں ہے، بلکہ ان کی نصیحت لے کر ہم ان کے پاس آئے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ان خوش نصیبوں میں شامل

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فرمائے جن کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑱﴾ (الزمر : ۱۸)

''جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانش مند ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین ہماری ضرورت ہے!

﴿ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴾ (الزخرف: ۷۸)

''ہم تمھارے پاس حق لے کر آئے تھے مگر تم میں سے اکثر کو حق ہی ناگوار تھا۔''

گذشتہ جمعے دین کی ضرورت اور اہمیت کے حوالے سے بات ہو رہی تھی کہ دین انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اُس کی دنیا کی زندگی کے لیے بھی اور آخرت کی زندگی کے لیے بھی، قرآن وحدیث کے واضح دلائل کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے اور عقلی دلائل بھی اس پر شاہد ہیں، جیسا کہ گذشتہ جمعے چند ایک کا ذکر کیا گیا۔

اور اس موضوعِ سخن کا سبب یہ ہے کہ اس دور میں مسلمانوں نے دین کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے اور اُن میں سے بہت سے ایسے (مسلمان) بھی ہیں کہ جن کی دین سے دوری اور اعراض اُس سے نفرت و عداوت کی حدوں کو چھونے لگا ہے، بلکہ بعض تو اُن میں سے ایک درجہ اور بھی آگے نکل گئے ہیں کہ اغیار کی طرف سے اسلام دشمنی میں اتنی شدت نظر نہیں آتی جتنی شدت خود اسلام کے نام لیواؤں کی طرف سے دیکھنے میں آتی ہے۔

یوں تو دیگر تمام ادیان و مذاہب والے بھی اپنے مذہب سے کوسوں دور ہیں، مگر اُن کا عمل کرنا نہ کرنا برابر ہے، بلکہ نہ کرنا شاید زیادہ بہتر ہو، کیونکہ یا تو ان کے مذاہب تحریف شدہ ہیں یا خود ساختہ ہیں اور دونوں صورتوں میں وہ گمراہی اور بے راہ روی کی طرف ہی گامزن ہوتے ہیں۔

لیکن مسلمانوں کا اسلام سے انحراف واعراض افسوسناک بھی ہے اور خطرناک بھی، اس لیے کہ اسلام ہی دنیا میں وہ واحد سچا اور غیر محرّف دین ہے جو دنیا کی رہنمائی کے لیے ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمان ہی وہ واحد قوم ہیں جنہیں دنیا کی سیادت، امامت اور رہبری کی ذمہ داری سونپی اور اعزاز بخشا گیا ہے۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

''وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔''

اور جب راہبر ہی گم گشتہ راہ ہو جائیں تو بتلایئے پھر لوگ کدھر جائیں گے اور دنیا کا کیا بنے گا؟ اس لیے مسلمانوں کی دین سے دوری ایک نہایت ہی خطرناک معاملہ ہے۔ مسلمانوں کے دین کو پس پشت ڈال دینے کا حتمی نتیجہ دنیا میں بگاڑ، فتنہ وفساد اور بے راہ روی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم واقعی دین سے دور جا چکے ہیں؟

اس سوال کا جواب جاننے کے لیے ہمیں کوئی بہت زیادہ محنت کی ضرورت نہیں پڑے گی، صرف اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہوگا اور جواب مل جائے گا اور اگر پھر بھی جواب نہیں ملتا تو پھر صورت حال بہت گھمبیر ہوگی، جس کا مطلب ہوگا کہ Damage بہت زیادہ ہو چکا ہے یعنی احساس زیاں ہی جاتا رہا ہے۔

حالانکہ ہماری دین سے دوری کے بہت واضح شواہد موجود ہیں، ہم دین سے دوری کے نتائج بھی بھگت رہے ہیں، آج ہم پر ذلت و رسوائی چھائی ہوئی ہے، ہماری حیثیت خس و خاشاک کی سی ہے، ہم سے حقارت آمیز سلوک کیا جاتا ہے، دنیا میں کہیں بھی کوئی افسوسناک واقعہ رونما ہو تو بغیر کسی تحقیق اور بغیر کسی ثبوت کے اس کا الزام فوراً ہم پر تھوپ دیا جاتا ہے۔

غرضیکہ ہماری دین سے دوری کے بہت واضح دلائل اور شواہد موجود ہیں اور اگر ہم اپنے اسلاف کی عزت اور شان وشوکت سے موازنہ کریں تو ہماری بدعملی، دین سے دوری بدحالی، بے بسی، بے کسی اور کسمپرسی ہم پر اور بھی عیاں ہو جائے۔

ہمارے اسلاف ہر میدان میں اور زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی اور تمدن کی مثال تھے۔ مالی اعتبار سے بھی بڑے خوشحال اور مالدار تھے۔ دولت وثروت کا اندازہ لگایئے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عباسی خلیفہ مامون کے دور میں بغداد کے بیت المال میں مختلف اسلامی ریاستوں سے آنے والی دولت آج کے ۷۰ بلین ڈالر کے برابر تھی اور ۷۰۰ ٹن سونا اس کے علاوہ تھا۔اسی طرح تعلیم ،ٹیکنالوجی اور ہر شعبے میں وہ ترقی یافتہ تھے۔

اور میدان جنگ میں،شجاعت اور بہادری میں تو ان کا کوئی ثانی نہ تھا اور سبب اس کا یہ تھا کہ اُن کا دین سے گہرا تعلق تھا اور اس بات کی گواہی خود اغیار نے دی ہے۔

جنگ یرموک کے موقع پر قیصرِ روم عیسائی بادشاہ انطاقیہ میں موجود تھا کہ اس کی شکست خوردہ فوج واپس آئی کہ جس نے مسلمانوں سے عبرتناک شکست کھائی تھی۔مسلمان ۳۵ ہزار اور رومی لشکر اڑھائی لاکھ تھے،مگر انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۱۵ ہجری میں یہ جنگ ہوئی، قیصر روم، ہرقل کی فوجیں جب شکست کھا کر واپس آئیں تو اس نے ان سے کہا؟

((قَالَ لَهُمْ اَخْبِرُوْنِی عَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ، اَلَيْسُوْا هُمْ بَشَراً مِثْلُكُمْ؟))

”ذرا ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ تو سہی جو تم سے لڑتے ہیں، کیا وہ تمہارے جیسے انسان نہیں ہیں؟“

((قَالُوْا بَلٰى!))

”کہنے لگے ہاں کیوں نہیں!“

((قَالَ: فَاَنْتُمْ اَكْثَرُ، اَمْ هُمْ؟))

”پوچھا کیا تم زیادہ ہو یا وہ لوگ؟“

((قَالُوْا: بَلْ نَحْنُ اَكْثَرُ مِنْهُمْ اَضْعَافًا فِی كُلِّ مَوطِنٍ.))

”کہنے لگے ہم ہر میدان میں ان سے کہیں زیادہ ہیں۔“

((قَالَ: فَمَا بَالُكُمْ تَنْهَزِمُوْنَ؟))

”کہا: تو پھر کیا وجہ ہے کہ تمہیں شکست ہوتی ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((فَقَالَ شَيْخٌ مِنْ عُظَمَائِهِمْ .))

"تو ان کے دانشوروں میں سے ایک بوڑھے شخص نے کہا: وہ اس لیے جیتتے ہیں۔"

((مِنْ اَجْلِ اَنَّهُمْ يَقُوْمُوْنَ اللَّيْلَ، وَ يَصُوْمُوْنَ النَّهَارَ وَيُوْفُوْنَ بِالْعَهْدِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَيَتَنَاصَفُوْنَ بَيْنَهُمْ وَمِنْ اَجْلِ اَنَّا نَشْرَبُ الْخَمْرَ، وَنَزْنِيْ، وَنَرْكَبُ الْحَرَامَ وَنَنْقُضُ الْعَهْدَ، وَنَغْصَبُ وَنَظْلِمُ، وَنَاْمُرُ بِمَا يُسْخِطُ اللّٰهَ وَ نَنْهٰى عَمَّا يُرْضِى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَنُفْسِدُ فِى الْاَرْضِ .))

"کہ وہ رات کو قیام کرتے ہیں۔ دن کو روزہ رکھتے ہیں، وعدے کی پاسداری کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں اور آپس میں برابری کرتے اور انصاف سے کام لیتے ہیں اور اس لیے بھی وہ جیتتے اور ہم شکست کھاتے ہیں کہ ہم شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، حرام کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں، عہد کو توڑتے ہیں، غضب ڈھاتے اور ظلم کرتے ہیں، جس کام سے اللہ ناراض ہو اس کا حکم دیتے ہیں جس کام سے اللہ عزوجل راضی ہوتا ہے اس سے روکتے ہیں اور ہم زمین میں فساد بپا کرتے ہیں۔"

((قَالَ: اَنْتَ صَدَقْتَنِىْ .)) (المجالسة وجواهر العلم، رقم: ١٢٥٩)

"تو قیصرِ روم ہرقل نے کہا کہ تم نے سچ بات کی ہے۔"

اس واقعے سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ آج ہم کہاں کھڑے ہیں اور ہم اسلام سے کتنے قریب یا کتنے دور ہیں اور ہمارا طرزِ زندگی اسلاف سے مماثلت رکھتا ہے یا اغیار سے مشابہت رکھتا ہے۔

تو ہماری دین سے دوری کے واضح شواہد بھی ہیں، اس کی علامات بھی ہیں اور پیشین گوئیاں بھی ہیں اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بہت غور وخوض کے بعد معلوم ہونے والی بات نہیں ہے کیونکہ یہ ہم میں سے اکثریت کا حال ہے، اور اکثریت کا حال روزِ روشن کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح عیاں ہوتا ہے۔

اور ہماری اس حالت پر آپ ﷺ کی پیشین گئی بھی موجود ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْراً بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ))

''فرمایا: تم لوگ اپنے سے پہلی امتوں کے نقش قدم پر چلو گے، ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ کے برابر۔ اگر وہ کسی گوہ کی بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی گھسو گے۔''

((قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! الْيَهُوْدُ وَ النَّصَارَى؟ قَالَ: "فَمَنْ".))

(صحیح البخاری ، کتاب احادیث الانبیاء (علیهم السلام) : ٣٤٥٦)

''ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کی مراد یہود و نصاری ہیں؟ فرمایا: ''تو اور کون؟''۔''

اسی طرح یہ بھی پیشین گوئی ہے کہ بے عملی بڑھ جائے گی اور لوگ قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال دیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

(((عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيْدٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئاً ، فَقَالَ: ذَاكَ عِنْدَ اَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ .))

''حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی بات کا ذکر کیا اور فرمایا: یہ اُس وقت ہوگا جب علم اٹھ جائے گا۔''

((قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ، وَنَحْنُ نَقْرَءُ الْقُرْآنَ، وَنُقْرِئُهُ اَبْنَاءَ نَا، وَيُقْرِئُهُ اَبْنَاؤُنَا اَبْنَاءَ هُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟))

''حضرت زیاد کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! علم کیسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھ جائے گا جبکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنی اولادوں کو پڑھاتے ہیں اور وہ آگے اپنی اولادوں کو پڑھائیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔“

((قَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ زِيَادُ))

”فرمایا: اے زیاد! تمہاری ماں تمہیں گم پائے! (کلمۂ تعجب ہے، اگرچہ ظاہری معنیٰ موت کی دعا ہے)“

((اِنْ كُنْتُ لَاَرَاكَ مِنْ اَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِيْنَةِ .))

”میں تو تمہیں مدینہ کے سب سے سمجھدار لوگوں میں شمار کرتا تھا۔“

((اَوَ لَيْسَ هَذِهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَءُوْنَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ ، لَا يَعْمَلُوْنَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيْهِمَا؟)) (سنن ابن ماجه ، كتاب الفتن ، باب ذهاب القرآن والعلم : ٤٠٤٨)

”کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہود و نصاری تورات اور انجیل کو تو پڑھتے ہیں، لیکن ان میں جو کچھ ہے اس میں سے کسی چیز پر عمل نہیں کرتے!“

تو اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ علم کے اٹھ جانے کا مطلب: اس پر عمل نہ کرنا ہے، اور دوسرے یہ کہ جو شخص علم ہونے کے باوجود عمل نہیں کرتا، اس میں اور جاہل میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ قرآن پاک تو اسے گدھے سے تشبیہ دیتا ہے۔

﴿ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ﴾ (الجمعة : ٥)

”اس کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لادی گئی ہوں۔“

اور تیسری بات یہ ہے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ بے عملی عام ہو جائے گی، قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال دیا جائے گا۔

تو چونکہ آج ہم دین سے بہت دور ہو چکے ہیں اور اس کی بہت سی شکلیں اور صورتیں ہیں، کسی نے دین کے کسی ایک من پسند حکم اور جزو کو پکڑ کر اسے پورے دین کا نام دے دیا ہے، کسی نے دین کو اپنی مرضی اور پسند کے مطابق ڈھالنے کے لیے اک خود ساختہ معنی و مفہوم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پہنا رکھا ہے، حالانکہ دین کا معنیٰ ومفہوم صرف اور صرف وہی قابل قبول ہے جو صحابہ کرام سمجھے اور جس پر انھوں نے عمل کر کے دکھایا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا﴾ (البقرة: ١٣٧)

''اگر لوگ اس طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو پھر وہ ہدایت پر ہیں۔''

تو چونکہ ہم دین سے بہت دور ہو چکے ہیں، اس لیے ضرورت ہے یاد دہانی کی اور بالکل بنیاد سے یہ بات جاننے کی کہ دین ہماری ضرورت ہے، مگر افسوس کہ اس قدر گہرائی میں اتر کر ہمیں کوئی اس کی ضرورت کا احساس دلانے والا اور آگاہ کرنے والا نہیں ہے۔ اندازہ کریں! کہ لوگ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون اور آئین کی ضرورت و اہمیت اور حفاظت کو کس طرح جانتے اور سمجھتے ہیں اور کس طرح لوگوں کو خبردار کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ:

''پاکستان کے آئین میں ترمیم یا بنیادی تبدیلیوں کی کوشش کی گئی تو ہمالیہ روئے گا اور اس کے اشکوں سے آنے والا سیلاب وفاق کی دی گئی حدود کو کہیں تبدیل نہ کر دے۔''

آپ نے دیکھا! پاکستان کے آئین کی ضرورت و اہمیت اور حفاظت کو بیان کرنے کے لیے کس قدر پر جوش اور جذباتی انداز گفتگو اختیار کیا گیا۔

پاکستان کے آئین میں کوئی تبدیلی ہو جائے تو ہمالیہ روئے گا اور اللہ کا قانون سارے کا سارا بدل دیا جائے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا جائے اور پس پشت ڈال دیا جائے، اس کی تضحیک کی جائے، مذاق اڑایا جائے اور دین پر چلنے والوں کو سر عام کوسا جائے تو کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگے، تعجب ہے!

ہمارا المیہ یہ ہے کہ دین سے دوری صرف عوام کی حد تک نہیں ہے بلکہ اس میں خواص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی شامل ہیں اور ایسے خواص شامل ہیں کہ جن پر عوام کی ہدایت و اصلاح اور خیر خواہی کی ذمہ داری ہے۔

عربوں میں ایک رواج تھا، بلکہ ان کی ضرورت اور طرز زندگی تھا کہ جب وہ کہیں سفر کرتے، تو ایک شخص قافلے کے آگے آگے ہوتا، جو قافلے کے لیے بارش اور سبزے کی جگہ تلاش کرتا اور پھر قافلے کو وہاں لے جا کر پڑاؤ ڈالا جاتا، کیونکہ صحراء میں دور دور تک پانی اور سبزے کا نام و نشان تک نہ ہوتا تھا اور یہ دونوں چیزیں انسان کی اور ان کے جانوروں کی ضرورت ہیں۔

وہ شخص کہ جس پر یہ ساری ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ اپنے قبیلے، اپنی قوم اور اپنے قافلے کے لیے پانی اور سبزے کی جگہ تلاش کرے اُس کو الـرائد کہا جاتا تھا، جس کا معنی ہے محافظ، نگہبان، لیڈر۔

پوری قوم اس پر اعتماد کرتی تھی اور ایسا اعتماد کرتی تھی کہ ان کے ہاں ایک مقولہ مشہور تھا کہ: ((أَلرَّائِدُ لَا يَكْذِبُ أَهْلَهُ)) لیڈر، محافظ اور نگہبان اپنی قوم سے کبھی جھوٹ نہیں بولتا، یعنی اُن کا سچا ہمدرد اور خیر خواہ ہوتا ہے۔

آج مسلمان قوم کو کسی ایسے ہی ہمدرد، مخلص اور خیر خواہ لیڈر کی ضرورت ہے، جو انہیں ان کے حقیقی مسائل سے آگاہ کرے اور ان کا حل پیش کرے، جو قوم سے دھوکہ نہ کرے، ان سے جھوٹ نہ بولے اور انہیں صحیح سمت پر لے جائے اور سیدھی راہ پر گامزن کرے۔

مگر جانتے ہیں! کہ آپ ﷺ نے ہمیں قیامت کی جن نشانیوں سے اور اس کے بڑے بڑے فتنوں سے خبردار کیا ہے، ان میں سے ایک گمراہ کرنے والے حکمرانوں کا فتنہ بھی ہے اور ایسے ایسے حکمران بھی ہیں جو انسانی جسموں میں شیطانوں کے دل رکھنے والے ہوں گے۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ))

فرمایا: ”میں اپنی امت کے بارے میں گمراہ کرنے والے حکمرانوں سے ڈرتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ وہ امت کو فتنوں میں مبتلا نہ کر دیں۔''

((وَاِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ أُمَّتِيْ ، لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .)) (سنن ابی داود: ٤٢٥٢)

''اور میری امت میں ایک دفعہ جب تلوار نکل آئی تو قیامت تک میان میں نہ جائے گی۔''

اور ایک حدیث میں ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا كُنَّا بِشَرٍّ فَجَاءَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ ، فَنَحْنُ فِيْهِ ، فَهَلْ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟))

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے (برے حالوں میں) شر میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے) خیر اور بھلائی عطا فرمائی، تو کیا اس خیر اور بھلائی کے بعد دوبارہ شر اور برائی بھی آئے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَعَمْ: ہاں۔

((قُلْتُ: هَلْ وَرَاءَ ذٰلِكَ الشَّرِّ خَيْرٌ .))

''میں نے عرض کیا: کیا اُس شر کے بعد بھی خیر ہوگا۔''

((قَالَ: نَعَمْ))

''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔''

((قُلْتُ: فَهَلْ وَرَاءَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ شَرٌّ .))

''میں نے عرض کیا: کیا اُس خیر کے بعد بھی شر ہوگا۔''

((قَالَ: نَعَمْ))

''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔''

((قُلْتُ: كَيْفَ؟))

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

"میں نے عرض کیا: وہ کیسے؟"

((قَالَ: تَكُونُ بَعْدِي اَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُوْنَ بِهُدَايَ، وَلَا يَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِي.))

فرمایا: "میرے بعد ایسے حکمران آئیں گے جو میری ہدایت کے مطابق لوگوں کی رہنمائی نہیں کریں گے اور نہ میری سنت پر لوگوں کو چلائیں گے۔"

((وَسَيَقُوْمُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّيَاطِيْنِ فِي جُثْمَانِ اِنْسٍ.))

"اور ان میں سے ایسے حکمران بھی ہوں گے جو انسانی جسموں میں شیطانی دل رکھتے ہوں گے۔"

((قَالَ: قُلْتُ كَيْفَ اَصْنَعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنْ اَدْرَكْتُ ذٰلِكَ؟))

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں ویسا وقت پاؤں تو کیا کروں؟"

((قَالَ: تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلْأَمِيرِ، وَاِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ، فَاسْمَعْ وَاَطِعْ.)) (صحيح مسلم: ١٨٤٧)

"تو فرمایا: تو ان کی بات سن اور اطاعت کر، خواہ تیری کمر زخمی کردی جائے اور تیرا مال چھین لیا جائے، ہر حال میں اُن کی بات سن اور اطاعت کر۔"

آج ایسے حکمران کہاں ہیں جو لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور سنت کے مطابق چلاتے ہیں اور انہیں ان کے حقیقی مسائل سے آگاہ کرتے ہیں۔

آج ایسے لیڈران کہاں ہیں جو لوگوں کے حقیقی مخلص اور خیر خواہ ہیں، ان کو تو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ انسان کا حقیقی اور سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے۔

انسان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَٰنُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَٰقِيهِ ﴾ (الإنشقاق: 6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے۔''

اور جب اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے تو کیا منظر ہوگا، قرآن بیان کرتا ہے:

﴿وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۝﴾ (الکہف: ٤٨)

''اور سب کے سب تمہارے رب کے حضور صف در صف پیش کیے جائیں گے، لو دیکھ لو! آ گئے نا تم ہمارے پاس اسی طرح جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ (ننگے پاؤں، ننگے بدن جیسا کہ حدیث میں ہے) تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ ہم نے تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت مقرر ہی نہیں کیا ہے۔''

﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝﴾ (الکہف: ٤٩)

''اور کتاب رکھ دی جائے گی پس تو مجرموں کو ڈرنے والے دیکھے گا اس سے جو اس میں ہے اور وہ کہیں گے ہائے! ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے وہ نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ کوئی بڑی مگر اس نے اس کو شمار کر رکھا ہے اور وہ اس میں موجود پائیں گے جو انھوں نے کیا اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اس روز کی سختیوں سے، اس روز کے عذاب اور اس روز کی ذلت اور رسوائی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین سے دوری کا ایک سبب نظریاتی جنگ

﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾

(الزخرف: ۷۸)

''ہم تمھارے پاس حق لے کر آئے تھے مگر تم میں سے اکثر کو حق ہی ناگوار تھا۔''

گذشتہ خطبات میں عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ دین ہماری دنیا و آخرت کے لیے نہایت ہی ضروری ہے۔

یہ جان لینے کے بعد کہ دین ہماری سب سے اہم ضرورت ہے، کھانے پینے کی ضرورت سے بھی اور حتی کہ ہماری زندگی سے بھی زیادہ اہم ہے، کیونکہ زندگی کو دین کے مطابق گزارا جاتا ہے اور اُس پر قربان کیا جاتا ہے، کیا کوئی شخص غفلت اور سستی کا شکار ہوسکتا ہے؟

جی ہاں: جزوی اور وقتی طور پر کوئی مسلمان غفلت اور سستی کا شکار ہوسکتا ہے اور اس کے بہت سے اسباب و عوامل ہیں، مگر بنیادی طور پر یہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ وہ گاہے بگاہے غفلت اور کاہلی کا شکار ہوجاتا ہے اور کوئی مسلمان جب اس کمزوری کا شکار ہوتا ہے تو وہ اس میں دور تک نہیں جاتا اور دیر تک نہیں رہتا، اس کا ایمان اسے واپس کھینچ لیتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْاِیْمَانِ کَمَثَلِ الْفَرَسِ فِیْ آخِیَّتِهٖ یَجُوْلُ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی آخِیَّتِهٖ .))

فرمایا: ''مؤمن اور ایمان کی مثال اُس گھوڑے کی سی ہے جو اپنے کنڈے اور کھونٹی کے ساتھ بندھا ہوتا ہے، اِدھر اُدھر چکر لگاتا ہے اور پھر اپنے کنڈے کے پاس آجاتا ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْهُوْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَى الْإِيْمَان .))

''اسی طرح مؤمن غفلت وکوتاہی کرتا ہے، لیکن پھر ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے۔''

((فَاَطْعِمُوْا طَعَامَكُمُ الْأَتْقِيَاءَ، وَأَوْلُوا مَعْرُوْفَكُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ .))

(ابن حبان : ٦١٦)

''پس تم اپنا کھانا پرہیزگار لوگوں کو کھلاؤ اور مؤمنوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرو۔''

تو کوئی مسلمان دین کو اپنی دنیوی اور اخروی زندگی کے لیے ضروری سمجھتے ہوئے غفلت و کوتاہی کا شکار ہوسکتا ہے اور اس کی توبہ اور رجوع الی اللہ کی امید بھی کی جاسکتی ہے۔

لیکن کوئی شخص دین کی ضرورت سے انکار کرتے ہوئے بے عملی اور بے راہ روی اختیار کرے اور پھر مسلمان ہونے کا دعوی بھی کرے تو وہ محض اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہوگا۔ اس بات کے قرآن و حدیث میں بکثرت اور واضح دلائل موجود ہیں کہ دین کے مسلّمات میں سے کسی ایک کا انکار آدمی کو اسلام سے خارج کردیتا ہے، چہ جائیکہ وہ پورے دین کا ہی انکار کردے۔

ایسے کتنے ہی اقوال، اعمال اور عقائد ہیں کہ جن کا قائل، مرتکب اور حامل دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور انہیں نواقض اسلام کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

- اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا۔
- کفار و مشرکین کو کافر نہ سمجھنا۔
- یہ عقیدہ رکھنا کہ کسی غیر کی ہدایت و رہنمائی نبی کریم ﷺ کی ہدایت و رہنمائی سے بہتر اور اکمل ہے، اور یہ کہ کسی غیر کا حکم اور فیصلہ آپ ﷺ کے فیصلے سے بہتر ہے۔
- اسلام کے کسی حکم کو ناپسند کرنا، چاہے وہ اس پر عمل بھی کرتا ہو۔
- دین کے کسی عمل اور حکم کا مذاق اڑانا وغیرہ، اسی طرح دین کو اپنی دنیا و آخرت کے لیے ضروری نہ سمجھنا آدمی کو اسلام سے خارج کردیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال یہ ہے کہ کیا کوئی مسلمان بھلا ایسا کرسکتا ہے کہ دین کی ضرورت کا ہی انکار کردے، یا اسلام اور شعائر اسلام کا مذاق اڑائے اور اسلام کے نفاذ کی راہ میں روڑے اٹکائے اور مخالفت کرے؟ عموماً تو ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی مسلمان جان بوجھ کر کوئی ایسا عقیدہ رکھے، یا کوئی ایسا عمل کرے جو اسے اسلام سے خارج کردے۔

البتہ کبھی کچھ حالات اور اسباب ایسے پیدا ہوجاتے ہیں جن میں پھنس کر انسان کوئی کفریہ کلمہ کہہ دیتا ہے، مگر ﴿وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ (النحل: ١٠٦) ''اس کا دل ایمان پر مطمئن ہوتا ہے'' اور اگر یہ صورت حال ہو تو تب تو خیر ہے، جیسا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، لیکن اس کے برعکس اگر کوئی شخص دل کی رضا مندی کے ساتھ کوئی کفریہ کلمہ کہتا ہے تو وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، چنانچہ اس کے لیے عذاب عظیم کی وعید سنائی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾﴾ (النحل: ١٠٦)

''مگر جس نے دل کی رضا مندی سے کفر کو قبول کرلیا، اس پر اللہ کا غضب ہے، اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿١٠٧﴾﴾ (النحل: ١٠٧)

''یہ اس لیے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا اور اللہ کا قاعدہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو راہ نجات نہیں دکھاتا جو اس کی نعمت کا کفران کریں۔''

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٠٨﴾﴾ (النحل: ١٠٨)

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ غفلت میں ڈوب چکے ہیں۔''

تو دین سے ایسی غفلت، سستی اور دوری نا قابل قبول ہے اور اسلام سے خارج کر دینے والی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان دین سے اس قدر دور، متنفر اور بددل ہوجائے کہ دین کا سرے سے انکار ہی کردے، بلکہ اس کی مخالفت کرنے لگ جائے، دین اور اہل دین کا مذاق اڑانے لگے اور دین کی راہ میں روڑے اٹکانے لگ جائے؟

اس کی یقیناً متعدد وجوہات اور اسباب وعوامل ہیں مگر میں اس وقت اُن میں سے صرف ایک کا مختصر سا ذکر کرنا چاہوں گا۔ ان شاء اللہ

اور وہ ہے: الغزو الفكري ،نظریاتی یلغار، فکری محاذ پر لڑی جانے والی نظریاتی جنگ ہے جو اغیار کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑی جارہی ہے۔ جس سے وہ مسلمانوں کے سیاسی، ثقافتی، معاشرتی اور اقتصادی حالات کو مسلمانوں کے دل و ماغ کو کنٹرول کرتے ہوئے بدل دینا چاہتے ہیں، ان کے افکار ونظریات اور اخلاق وکردار کو بدل دینا چاہتے ہیں۔

اور نظریاتی جنگ کے حوالے سے یہ ایک حقیقت ہے کہ نظریاتی جنگ کے نتیجے میں مغلوب قوم مکمل طور پر اخلاق وکردار اور افکار ونظریات کے حوالے سے فاتح قوم کے تابع ہوجاتی ہے۔

نظریاتی جنگ ایک اور پہلو سے بھی نہایت ہی خطرناک جنگ ہے، اور وہ یہ کہ دشمن آپ کو پچھاڑ رہا ہوتا ہے، تباہ و برباد کر رہا ہوتا ہے، آپ کا دین، آپ کا ایمان چھین رہا ہوتا ہے اور آپ اس سے خوش ہوتے ہیں اس کے گن گا رہے ہوتے ہیں اور اسے آپ کے خلاف میدان میں فوجیں بھی نہیں اتارنا پڑتیں، اس کا جانی نقصان بھی نہیں ہوتا اور دشمن مغلوب بھی ہوجاتا ہے۔

یوں تو نظریاتی جنگ کا تصور شروع سے ہی چلا آرہا ہے کہ جب سے حق و باطل میں کشمش جاری ہے، مگر خصوصی طور پر نظریاتی جنگ کا آغاز اغیار کو صلیبی جنگوں میں پے در پے اور بھاری شکستوں کے بعد ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مخالفینِ اسلام، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نظریاتی جنگ کے کیا کیا منصوبے رکھتے اور کیا کیا حربے استعمال کرتے ہیں اس پر سینکڑوں کتابیں، آرٹیکلز اور رپورٹس موجود ہیں مگر ہم ایک حالیہ رپورٹ کے مندرجات کو ہی جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

رینڈ کارپوریشن کی ۲۰۰۷ء کی رپورٹ ہے، Rand Corporation امریکا کا ایک اہم ترین تھنک ٹینک ہے، جو امریکی حکومت کے لیے پالیسیاں بناتا ہے، اس کے تقریباً ۱۶۰۰ Employess ہیں اور تقریباً ۱۵۰ ملین ڈالرز اس کا سالانہ بجٹ ہے۔

اس رپورٹ میں اسلامی دنیا کو مغربی جمہوریت، جدت پسندی اور نیو ورلڈ آرڈر کے مطابق ڈھالنے کے لیے تجاویز دی گئی ہیں کہ جن پر عملاً کام بھی جاری ہے، بہت سی تجاویز میں سے اس میں ایک تجویز Building Moderate Muslim Networks کے نام سے ہے کہ اسلامی دنیا میں معتدل مسلمانوں کے نیٹ ورکس بنائے جائیں اور ان کے ساتھ تعاون کیا جائے تاکہ وہ ان کے منصوبوں کے لیے کام کریں۔

رینڈ رپورٹ کے مطابق معتدل مسلمان تین قسم کے ہیں:

(۱)...... ایک: سیکولر اور لبرل قسم کے لوگ۔

(۲)...... علماء کے دشمن، اتاترک قسم کے لوگ۔

(۳)...... اور تیسرے: وہ مسلمان جو مغربی جمہوریت اور اسلام میں کوئی تعارض نہیں سمجھتے۔

اس میں دلچسپ بات یہ ہے کہ اُن کے نزدیک معتدل مسلمان وہ ہوتا ہے، جو:

(۱)...... شریعت کے نفاذ کا قائل نہ ہو۔

(۲)...... جو عورت کی آزادی کا قائل ہو ان معنوں میں کہ اسے بغیر شادی کے بندھن میں بندھے اپنا رفیقِ حیات رکھنے کی آزادی ہو۔

(۳)...... اور تیسرا وہ جو صرف دو ہی قسم کی اسلامی قوتوں پر یقین رکھتا ہو۔

(ا)...... ایک وہ جو روایتی قسم کے مسلمان ہیں، جو روایتی مذہبی رجحان رکھتے ہیں، یعنی ایک عام مسلمان جو عام طریقے سے نماز روزہ کرتا ہے، مگر اس کے لیے کوئی خاص اہتمام نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا، گہرائی میں نہیں جاتا۔

(ب)...... اور دوسرے صوفی قسم کے لوگ اور جو قبروں پر جاتے ہیں اور وہ جو سعودی عقائد کے خلاف ہیں۔

اسی طرح معتدل مسلمان کی کچھ اور نشانیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے، مگر میں صرف ان تین پر ہی اکتفا کرتا ہوں کیونکہ اس وقت ہمارا موضوع مخالفینِ اسلام کی چالوں، حیلوں اور منصوبوں کا احاطہ کرنا نہیں ہے، بلکہ دین سے دوری کے اسباب کا جائزہ لینا مقصود ہے، اور ان میں سے ایک سبب مسلمانوں پر مسلط کی گئی نظریاتی جنگ ہے۔

اس کا یقیناً بہت واضح اثر ہم مسلمان معاشروں میں دیکھتے ہیں۔ مخالفین اپنے جن عزائم اور مقاصد کا برملا اور کھل کر اظہار کرتے ہیں اس کا مسلم ممالک میں بڑا گہرا رنگ نظر آتا ہے۔

مثلا: رپورٹ کے مطابق ان کے عزائم میں سے ایک شیعہ سنی کو آپس میں لڑانا ہے، حکومتیں گرانے والی طاقتوں کو سپورٹ کرنا، سیکولر اور لبرل قسم کے لوگ تیار کرنا، افراتفری پیدا کرنا، انتشار پھیلانا، بے دینی اور بداخلاقی پھیلانا وغیرہ ہے۔

اور یہ سارے کام ہمارے مسلم معاشروں میں بے جھجک، بلا روک ٹوک اور کھلے عام ہو رہے ہیں: بے دینی ایسے منظم طریقے سے پھیلائی جارہی ہے کہ پورے کا پورا معاشرہ بے دینی کی لپیٹ میں آ گیا ہے، ہر طرف سے گمراہی پھیلائی جارہی ہے، فلموں کے ذریعے، ٹی وی ڈراموں کے ذریعے، مزاحیہ پروگراموں کے ذریعے، ٹی وی اشتہارات کے ذریعے، ٹاک شوز کے ذریعے، آزادیٔ نسواں کے نام پر اور آزادیٔ اظہار رائے کے نام پر دین سے دور کیا جارہا ہے اور دین بے زاری اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ خود مسلمانوں کی طرف سے کھلے عام مطالبہ کیا جارہا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کو ختم کیا جائے۔

نوجوان طبقہ جو کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتا ہے اسے اپاہج بنا کے رکھ دیا گیا ہے، انہیں کھیل کود میں لگا دیا گیا، ناچ گانے میں پھنسا دیا اور ہڑتالوں، دھرنوں اور مظاہروں میں لگا دیا، انہیں فیس بک، ٹویٹر اور واٹس ایپ اور دیگر فضولیات میں مصروف کردیا، غرضیکہ مسلمانوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اک کثیر تعداد کو گمراہ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر شیطان کی چالوں سے پہلے ہی خبردار کر دیا ہے کہ:

﴿ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴾ (یٰس: ٦٢)

''اُس نے پہلے ہی تم میں سے ایک بہت بڑی تعداد کو گمراہ کر دیا، کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔''

مگر ہم نے تو شیطان کی دخل اندازی کو بالکل ہی نظر انداز کر رکھا ہے، جیسے شیطان کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔

مخالفین اسلام کی اسلام کے خلاف چالیں، سازشیں اور منصوبے کوئی اچنبے کی بات نہیں ہے، کیونکہ اسلام نے ہمیں پہلے ہی بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں خبردار کر رکھا ہے، کہ:

﴿ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ ﴾

(البقرہ: ١٢٠)

''یہود ونصاری تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے، جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو۔''

اور پھر یہیں بس نہیں! بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ:

﴿ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ ﴾

(البقرہ: ٢١٧)

''اور وہ تم سے لڑتے ہی چلے جائیں گے حتی کہ اگر اُن کا بس چلے تو تمہیں اِس دین سے پھیر لے جائیں۔''

﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ښ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ ﴾ (البقرہ: ١٠٩)

''اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان سے پھیر کر پھر کفر کی طرف پلٹا لے جائیں، اپنے نفس کے حسد کی بنا پر۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ یہ ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں، اور اسلام کو دبانے کا کسی کا خواب پورا نہیں ہوسکتا، یہ اللہ تعالیٰ کا چیلنج ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی چیلنج ہے کہ ان کی تمام تر نفرتوں اور ناپسندیدگی کے باوجود اسلام کا بول بالا ہوگا اور وہ غالب ہوکر رہے گا

﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾

(الصف: ۸ ـ ۹)

''اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پھیلا کر رہے گا، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو، وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کردے، خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔''

اور ہم اس حقیقت کو ظاہر ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، پوری دنیا میں اسلام کو دبانے کے لیے کتنی کوششیں ہورہی ہیں، کتنی دولت خرچ کی جارہی ہے۔

مشنری تنظیمیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور بلینز آف ڈالرز خرچ کیے جارہے ہیں، مگر اسلام پھر بھی پھیل رہا ہے اور پھیلتا ہی چلا جارہا ہے۔ مگر ہماری کوششوں سے نہیں، ہمارا کوئی کنٹری بیوشن اس میں نہیں ہے، آپ یہیں سے دیکھ لیں کہ ہم جو اِس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ہم میں سے کتنے لوگ ہیں کہ جنہوں نے اسلام کا پیغام کسی غیر مسلم تک پہنچانے کی کوشش کی ہو، اس بھری مجلس میں شاید ہی کوئی دو ایک آدمی ہوں۔

اس کے برعکس ہمارا منفی طرز عمل ضرور اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔ ہم لوگ کاروبار میں جھوٹ بولتے ہیں، دھوکہ دیتے ہیں، کریڈٹ کارڈ فراڈ کرتے ہیں، نمازیں نہیں پڑھتے، وعدے پورے نہیں کرتے، اور پھر ہم میں سے کچھ نادان لوگ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرتے ہیں، حالانکہ اسلام کا دہشت گردی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے، دہشت گردی نہ اسلام کا ایجنڈا ہے، نہ اسلام اس کو سپورٹ کرتا ہے اور نہ اس کی ترغیب دیتا ہے۔

تو ہمارے اخلاق و کردار کی وجہ سے کوئی اسلام کے قریب ہرگز نہیں آئے گا۔ جو لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمان ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی منصوبے کے تحت مسلمان ہورہے ہیں۔

اسلام سے متعلق اللہ تعالیٰ نے مخالفین کی سازشوں اور کوششوں کا انجام پہلے ہی بتا دیا ہے۔فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ ﴾ (الانفال: ٣٦)

''جن لوگوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا ہے، وہ اپنے مال اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے صرف کررہے ہیں اور وہ خرچ کرتے رہیں گے، مگر آخرکار ان کی کوششیں اُن کے لیے پچھتاوے کا سبب بنیں گی، پھر وہ مغلوب ہوں گے۔''

اسلام تو ہر حال میں پھیل کر ہی رہے گا یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، لہٰذا ہمیں اسلام کے لیے فکر مند ہونے سے زیادہ اپنے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت ہے کہ ہم مسلمان رہ جائیں، ہمارا ایمان ہم سے نہ چھن جائے، ہم اسلام کی ضرورت سے انکار نہ کر بیٹھیں، ہم سوشلسٹ اور کیمونسٹ نہ بن جائیں، ہم سیکولر اور لبرل نہ بن جائیں، بلکہ پکے اور سچے مسلمان بن کر رہیں اور اسی پر ہمیں موت آئے۔

یہ دنیا کی زندگی، اس کی رونق، اس کی نعمتیں بہت بڑا دھوکہ اور بہت بڑی آزمائش اور امتحان ہیں۔ انسان دنیا کی بھول بھلیوں اور اس کے مسائل میں ایسا الجھا ہوا ہوتا ہے کہ اسے پتا ہی نہیں چلتا کہ بلاوا آجاتا ہے، لینے والے آجاتے ہیں کہ چلو تمہارا وقت ختم ہوگیا ہے،

ایک بات اچھی طرح سمجھ لیجیے اور اسے پلے باندھ لیجیے کہ خود آپ سے بڑھ کر کوئی آپ کا ہمدرد اور خیر خواہ ہرگز نہیں ہوسکتا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد۔ اگر آپ واقعی مسلمان رہنا چاہتے ہیں اور اپنا ایمان بچانا چاہتے ہیں اور آخرت میں سرخرو ہونا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو ہی مخلصانہ کوششیں کرنا ہوں گی۔

یہ مال و دولت، ماں باپ، بہن بھائی، اولاد، دوست و احباب یہ عہدے اور مناصب دنیا کی رونق ضرور ہیں، ﴿ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ﴾ (الکہف: ٤٦)، اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کے لیے کسی حد تک اس دنیا میں کارآمد بھی ہو سکتے ہیں مگر جب آخرت کے ساتھ انہیں کمپیئر کرتے ہیں تو دنیا کی تمام نعمتوں کا نشہ کافور ہو جاتا ہے۔

ذرا ان آیات کریمہ پر غور کر لیجیے:

﴿ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۝٨ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝٩ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝١٠ يُبَصَّرُونَهُمْ ﴾ (المعارج: ٨ ـ ١١)

”جس روز آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائے گا، اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون جیسے ہو جائیں گے اور کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست کو نہ پوچھے گا، حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے۔“

دنیا میں تو کوئی شخص مشکل وقت میں اپنے کسی دوست کو کال کرتا ہے مگر وہ فون کے پاس موجود نہیں ہوتا تو اس کا بھرم رہ جاتا ہے کہ اسے پتہ ہی نہیں چلا مگر قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے، اس کے باوجود کوئی کسی کو نہ پوچھے گا، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر:

﴿ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝١١ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝١٢ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝١٣ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝١٤ كَلَّا ﴾ (المعارج: ١١ ـ ١٥)

”مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین خاندان کو، جو اسے پناہ دینے والا تھا، اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دے دے اور یہ تدبیر اسے نجات دلا دے! ہرگز نہیں۔“

اگر کوئی سمجھنا چاہے تو یہ آیات بہت واضح ہیں، ان کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تزکیہ وتربیت ضروری کیوں؟

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴾

(الجمعه: ۲)

گذشتہ خطبات میں دین کی ضرورت کے حوالے سے بات ہورہی تھی اورسبب اس کا یہ ہے کہ اس دور میں مسلمان دین سے اس قدر دور ہو چکے ہیں کہ وہ محض معمولی نوعیت کی غفلت وکوتاہی نہیں رہی، بلکہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بہت سے لوگ دین سے کھلے عام اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار اور اعلان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، بلکہ دین کی مخالفت کرتے اور اس کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہوئے نظر آتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ کچھ لوگ تو سرے سے دین کی ضرورت سے ہی انکار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

لہٰذا ضرورت یہ محسوس کی گئی کہ سب سے پہلے دین کی ضرورت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔تمہید کوطول دیئے بغیر آج کی گفتگو میں تربیت کی ضرورت کو سمجھنا چاہیں گے۔

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، تقریباً ایک مہینہ باقی ہے، رمضان المبارک تزکیہ و تربیت کا مہینہ ہے۔تزکیہ وتربیت کیسے ہوتا ہے، اس کے فوائد ومنافع کیا ہیں، یہ جاننے سے پہلے اُس کی ضرورت واہمیت کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کی ساخت اور ترکیب میں چار بنیادی اور اہم اجزاء شامل فرمائے۔اور وہ ہیں! عقل، دل، نفس اور جسم۔

انسان اپنی پیدائش کے وقت سے ان چاروں نامکمل عناصر کے ساتھ اس دنیا میں اپنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفر شروع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان چاروں عناصر کو ایک چھوٹی سی شکل عطا کر کے جو کہ ساخت میں بھی چھوٹی اور امکانات کے لحاظ سے بھی چھوٹی ہے ان میں پھلنے پھولنے اور نشو ونما پانے کی صلاحیت اور خاصیت رکھ دی ہے کہ وہ درجہ بدرجہ تکمیل کے مراحل طے کرتے جائیں اور ساتھ ہی ان کی نُمو اور تکمیل کے لیے ان کی ضرورت کے مطابق غذا بھی لازم کردی۔

مثلاً: جسم کی نشو ونما کے لیے جو کہ حجم میں شروع میں ننھا سا ہوتا ہے اس کے جسم کی ضرورتوں کے مطابق غذا بہم پہنچانا شروع میں لازم ٹھہرایا اور اس میں تسلسل ضروری قرار دیا۔

اگر انسانی جسم کو مسلسل غذا نہ ملے تو نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ جسم کمزوری اور نقاہت کا شکار ہوجاتا ہے، بیماریاں آتی ہیں، نشو ونما رک جاتی ہے اور ہلاکت کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔

تو جس طرح جسم کی نشو ونما کے لیے اسے مناسب غذا کی فراہمی ضروری ہے، اسی طرح اس کا تسلسل بھی ضروری ہے کہ غذا اور خوراک اسے مسلسل ملتی رہے، یہ نہیں کہ ایک بار غذا دے کر پھر ہفتے یا مہینے بعد دی جائے۔

اسی طرح اس کی شخصیت کے دیگر تینوں اجزاء کے لیے بھی اُن کی ضرورتوں کے مطابق غذا کا بہم پہنچایا جانا ضروری ہے، اور اُن کا تسلسل بھی ضروری ہے، یعنی عقل، دل اور نفس کے لئے۔ جس طرح انسان جب دنیا میں آتا ہے تو اس کا جسم نحیف و ناتواں اور بے بس سا ہوتا ہے، اسی طرح وہ عقل جو ساتھ لے کر آتا ہے اس کا خزانہ بھی ہر قسم کی معلومات سے خالی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا﴾ (النحل: ۷۸)

''اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔''

اسی طرح دل بھی ہر قسم کی آلائشوں اور ہر قسم کی خواہشات سے خالی ہوتا ہے، بس ایک فطرت کی رہنمائی اور اس کا میلان اور رجحان اس میں ڈال دیا گیا ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ .)) (صحیح بخاری : ۱۳۵۸)

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔''

یعنی اپنے خالق و مالک پر ایمان کا فطری میلان اور رجحان اس کے دل میں ہوتا ہے۔

اور نفس بھی اپنی زندگی کا آغاز یوں کرتا ہے کہ اس میں خیر اور شر دونوں کو قبول کرنے کی صلاحیت اور قابلیت موجود ہوتی ہے:

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝﴾ (الشمس : ۷-۸)

''اور قسم ہے نفس انسانی کی اور اس ذات کی جس نے اسے ہموار کیا، پھر اُس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری کا اسے الہام کردیا۔''

جسم کی نشوونما کے لیے اسے جس توجہ اور غذا کی ضرورت ہوتی ہے، جس تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اسے نہیں دی جاتی مگر وہ پھر بھی نشوونما پاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم کی ضروریات کا احساس اور شعور ہم رکھتے ہیں، کیونکہ وہ بالکل ظاہر ہے، بھوک لگتی ہے تو کھانے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، جسم بیمار ہوتا ہے تو علاج کی فکر کرتے ہیں، یعنی اس کی ضرورتوں کے لیے بہت زیادہ اہتمام نہیں کرنا پڑتا، کیونکہ اس کی ضرورتیں ظاہر ہوجاتی ہیں، تو کام چلتا رہتا ہے۔

مگر عقل، دل اور نفس کا معاملہ مختلف ہے، ان کی ضروریات معنوی ہیں، ان کی غذا معنوی ہے، وہ نظر نہیں آتیں، ان کا شعور اور ادراک نہیں ہوتا اور ہماری طرف سے بھی اسے کوئی خصوصی توجہ نہیں دی جاتی، باقاعدہ اہتمام نہیں کیا جاتا، ان کے پاس اپنی غذا کے جو فطری راستے اور اختیارات موجود ہیں وہ ان سے کام لیتے ہوئے اپنی اپنی غذا حاصل کرتے ہیں۔

مثلاً: عقل کا خزانہ پیدائش کے وقت معلومات سے خالی ہوتا ہے اور معلومات حاصل کرنا عقل کی ضرورت ہے، اس کی غذا ہے لیکن جب ہم عقل کو معلومات فراہم کرنے کا اہتمام نہیں کریں گے تو اسے ازخود جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ انہیں سے اپنا کام چلائے گی دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے۔ عقل کو ازخود معلومات کیسے حاصل ہوتی ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اس کے اسباب اور ذرائع بیان فرمائے ہیں، جب فرمایا کہ:

﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ﴾ (النحل : ۷۸)

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا، اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔"

اس کے بعد فرمایا:

﴿وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾

(النحل : ۷۸)

"اُس نے تمہیں کان دیئے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیئے، اس لیے کہ تم شکر گزار بنو۔"

تو کان جو کچھ سنتے ہیں، آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں اور دل جو کچھ سوچتے ہیں اُن سے آدمی کے پاس معلومات جمع ہوتی رہتی ہیں، عقل کا خزانہ معلومات سے بھرتا چلا جاتا ہے، صحیح اور غلط کی تمیز کئے بغیر۔

تو انسان اِدھر اُدھر سے جو کچھ سنتا اور دیکھتا ہے اس سے اس کی نشو ونما ہوتی ہے اور انسان اِدھر اُدھر سے جو کچھ دیکھتا اور سنتا ہے وہ کس طرح کی معلومات ہوتی ہیں؟ اکثر و بیشتر غلط اور فضول قسم کی معلومات ہوتی ہیں، غیر مفید ہوتی ہیں، بلکہ نقصان دہ اور تباہ کن ہوتی ہیں، عقائد و اخلاق کو تباہ و برباد کردینے والی ہوتی ہیں، عقل کے لیے ایک وائرس ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عقل میں ہر قسم کی معلومات قبول کرنے کی قابلیت اور صلاحیت رکھ رکھی ہے اور فطری طور پر انسان کا میلان اور رجحان منفی قسم کی معلومات کی طرف ہی ہوتا ہے۔

انسانی عقل کو کس طرح کی معلومات چاہئیں کہ وہ دنیا و آخرت کی زندگی میں کامیاب ہو؟ مفید معلومات۔

اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ افکار و نظریات اور اخلاق و کردار کو تباہ و برباد کردینے والی معلومات تو ایک طرف، آپ ﷺ نے تو غیر مفید معلومات سے بھی اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ تشہد میں یہ دعاء مانگا کرتے تھے:

((اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا .))

(مسلم ، کتاب الذکر والدعاء : ۲۷۲۲)

''اے اللہ! میں ایسے علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو فائدہ مند نہ ہو اور ایسے دل سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس میں ڈر اور خوف نہ ہو، (جس پر وعظ ونصیحت کا اثر نہ ہو) اور ایسے نفس سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو سیر نہ ہو، (جسے قناعت نصیب نہ ہو، جو حرص اور لالچ میں آ کر حلال اور حرام کی تمیز کھو بیٹھے۔) اور ایسی دعا اور درخواست سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو سماعت کے قابل سماعت وقابل التفات نہ سمجھی جائے اور خارج کردی جائے جسے شرف قبولیت حاصل نہ ہو۔''

اس دعا میں کتنا بڑا پیغام اور کتنی بڑی حکمت سمو دی گئی ہے، غور فرمایئے کتنا اہم نقطہ بیان کیا گیا ہے، کہ زندگی بڑی محدود ہے اور اس کے مشاغل اور مصروفیات لامحدود ہیں، بے شمار اور ان گنت ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ انسان نہایت ہی مفید اور ضروری چیزوں کا انتخاب کرے۔

کسی دوست کا انتخاب کرنا ہو تو ایسے دوست کا انتخاب کرے جو اس کی حقیقی اور ابدی زندگی میں اس کے لیے فائدہ مند ہو، اور وہ کون ہوسکتا ہے؟ وہ متقی اور پرہیز گار انسان جو دین پر چلنے والا ہو، اللہ سے ڈرنے والا، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ (الزخرف: ٦٧)

''اُس دن تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے سوائے متقی لوگوں کے۔''

قیامت کے دن صرف وہی دوستیاں باقی رہ جائیں گی جو دین داری کی بنا پر قائم تھیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باقی سب ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، بلکہ ایک دوسرے پر الزام ڈالنے اور اپنی جان چھڑانے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔

تو قرآن پاک کی روشنی میں ہم آج اپنے کل کے دشمنوں کو پہچان سکتے ہیں۔ تو اس مختصر سی زندگی میں دوستوں کا انتخاب کرنا ہو تو ایسے دوستوں کا انتخاب کریں جو تمہیں نیکی کی ترغیب دیتے ہوں، حقیقی ہمدردی اور خیر خواہی کرتے ہوں۔

کسی کتاب کا انتخاب کرنا ہو تو ایسی کتاب کا انتخاب کریں جو مفید ہو۔ اگر تو اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہوتا تو جو چاہتے پڑھتے مگر چونکہ وقت بہت محدود ہے اور ذمہ داری بہت بڑی ہے اور موت دروازے پر کھڑی ہے، تو پھر لازمی ہے کہ ایسی چیز کا انتخاب کیا جائے جو ہماری آخرت کے لیے مفید ہو۔

اگر کسی شخص کے گھر میں بہت بڑی لائبریری ہو، جس میں سینکڑوں اور ہزاروں کتابیں ہوں اور ایک ہفتے بعد اس کا کوئی امتحان ہو، تو وہ اُن سینکڑوں اور ہزاروں کتابوں میں سے صرف اُس کتاب کا انتخاب کرے گا جو اُس کے امتحان میں اس کے لیے مفید ہو، وہ امتحان کہ جس میں کامیابی اُس کے روشن مستقبل کا پروانہ ہو۔

ایسی صورت حال میں کیا کوئی عقلمند شخص کسی ناول کی کتاب کا انتخاب کر سکتا ہے، اس دلیل کے ساتھ کہ وہ بھی تو کتاب ہی ہے، اس میں بھی تو معلومات ہیں۔ یقیناً نہیں، کیونکہ وہ کتاب تو ہے مگر مفید نہیں اور جو علم مفید نہیں اس سے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے۔

تو بات ہو رہی تھی کہ عقل کو مفید معلومات فراہم کرنے کا اور اس کی غذا پہنچانے کا اگر اہتمام نہ کیا جائے تو وہ از خود ادھر اُدھر کی باتوں سے اپنا خزانہ بھر لیتی ہے اور پھر انہیں اپنی زندگی میں استعمال کرتی ہے اور ادھر اُدھر کی معلومات نہ صرف یہ کہ غلط ہو سکتی ہیں بلکہ اکثر غلط، غیر مفید بلکہ تباہ کن ہوتی ہیں۔ تو عقل کی تربیت اور تہذیب کا اگر اہتمام نہ کیا جائے گا تو وہ نہ صرف اس شخص کے لیے نقصان دہ ہوگا بلکہ معاشرے کے بگاڑ اور خرابی کا بھی سبب بنے گا۔

اسی طرح دل کو بھی اگر اس کی غذا پہنچانے کا بندوبست نہ کیا جائے، تو وہ بھی خواہشات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا اسیر ہوجاتا ہے اور خواہشات کا اسیر اور غلام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی قانون اور کسی ضابطے کی پرواہ کئے بغیر جو جی میں آئے کر گزرتا ہے جس چیز کی رغبت ہوئی اس کی طرف چل دیئے، حلال اور حرام کی تمیز اور احساس ختم ہوجاتا ہے، دل سخت ہوجاتا ہے اور کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی۔

ایسے ہی نفس کا معاملہ ہے، اس کے سامنے بھی فسق و فجور اورطغیان و سرکشی کے دروازے کھلے ہیں، بے حیائی اور فحاشی اسے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اگر اس کی غذا اس کو نہ پہنچائی جائے اور اس کی تربیت کا اہتمام نہ کیا جائے تو وہ بے راہ روی اختیار کرتا ہے۔

تو ان باتوں سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ تزکیہ وتربیت کی ہمیں کس قدر اشد ضرورت ہے، تزکیہ و تربیت اور تہذیب نفس کے بغیر آدمی کی دنیا بھی تباہ ہوجاتی ہے اور آخرت بھی خراب ہوجاتی ہے۔

چنانچہ ایسے ہی لوگوں کا حال اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جنہوں نے تزکیہ وتربیت کو نظر انداز کیا اور پس پشت ڈالا۔ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾﴾ (الاعراف: ١٧٩)

"بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں کہ جنہیں ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے، ان کے پاس دل ہیں مگر وہ اُن سے سوچتے نہیں، اُن کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں، اُن کے پاس کان تو ہیں مگر وہ اُن سے سنتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوئے ہیں۔"

اب اس کا معنی یقیناً یہ نہیں ہے کہ وہ لوگ Physically جسمانی طور پر اندھے اور بہرے اور مریضانِ قلب ہیں، وہ یقیناً دیکھتے، سنتے اور سوچتے ہوں گے، مگر یہ اعضا جس کام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے پیدا کیے گئے ہیں ان کے لیے استعمال نہیں ہوتے۔

اپنے خالق و مالک کی پہچان کرنا اور اس کے احکامات کو سننا اور اس کی آیات کا مشاہدہ کرنا اور ان پر غور کرنا ہی ان اعضا کی تخلیق کا ایک بنیادی مقصد ہے۔

دنیاوی لحاظ سے تو یہ اعضا خوب خوب کام کرتے ہیں مگر ان کے حقیقی مقاصد کے لیے استعمال نہیں ہوتے۔ انہیں اِن کا صحیح استعمال سکھانا ہی تزکیہ وتربیت ہے اور تزکیہ وتربیت انسان کی بنیادی اور نہایت ہی اہم ضرورت ہے۔ اور اتنی اہم ہے کہ انبیاء ورسل علیہم السلام کو، بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن ذمہ داریوں کے ساتھ مبعوث فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢﴾﴾

(الجمعه: ٢)

''وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے بھیجا، جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

بلکہ ایک دوسرے مقام پر اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک احسان کے طور پر ذکر کیا، فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾﴾ (آل عمران: ١٦٤)

''اہل ایمان پر تو اللہ تعالیٰ نے یہ بہت بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر بھیجا جو اُس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔''

تو تزکیہ وتربیت انسان کی نہ صرف ضرورت ہے بلکہ سب سے اہم ضرورت ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تربیت اور تزکیہ نفس کا سب سے اہم رکن محاسبۂ نفس ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ:

((وَمَا تَزْكِيَةُ النَّفْسِ؟))

''تزکیہ نفس کیا ہے؟''

فَقَالَ: ((أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَعَهُ حَيْثُ كَانَ .)) (السلسلة الصحيحة: ١٠٤٦-ج: ٣، ص: ٣٨)

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی یہ جان لے۔ یعنی اس بات پر پختہ یقین رکھے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ کی معیت کا یقین ہو تو انسان خود احتسابی کرتا ہے جس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ شعبان کی اہمیت وفضیلت

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ (فاطر: ۱۰)

ماہِ شعبان شروع ہونے کو ہے، کل ماہِ شعبان کا چاند طلوع ہونے کا امکان ہے، رمضان المبارک کے تعلق سے اور کچھ دوسرے پہلوؤں سے شعبان کے مہینے کو ایک خاص اہمیت اور فضیلت حاصل ہے۔

رمضان المبارک کی فضیلت سے تو آپ لوگ یقیناً کافی حد تک آگاہ ہوں گے، مگر شعبان کی فضیلت سے شاید اکثر لوگ واقف نہ ہوں۔

تو آیئے ماہِ شعبان کی فضیلت جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ شعبان کی اہمیت آپ ﷺ کے اس عمل سے خوب واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ روزے شعبان ہی میں رکھا کرتے تھے۔

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَاماً مِنْهُ فِي شَعْبَانَ.))

(صحیح البخاری: ۱۹۶۹)

’’میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں، اور کبھی نہیں دیکھا کہ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھے ہوں۔ یعنی سب سے زیادہ نفلی روزے شعبان کے مہینے میں ہی رکھتے تھے۔‘‘

ایک دوسری حدیث میں ماہ شعبان کی فضیلت یوں بیان ہوئی، حضرت اسامہ بن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا اور کہا:

((یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! لَمْ اَرَكَ تَصُوْمُ شَهْراً مِنَ الشُّهُوْرِ مَاتَصُوْمُ مِنْ شَعْبَانَ .))

''عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے کبھی آپ کو دوسرے مہینوں میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا جتنے آپ شعبان میں رکھتے ہیں؟''

قَالَ ﷺ: ((ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَ رَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيْهِ الْاَعْمَالُ اِلَى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَأُحِبُّ اَنْ يُرْفَعَ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ .)) (سنن نسائی : ۲۳۵۷)

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینہ جو کہ رجب اور رمضان کے درمیان آتا ہے، اس سے لوگ غافل ہیں، یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔اور میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جائیں تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔''

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کا سبب بیان کرتے ہوئے جو بات بیان فرمائی اس میں تین چیزیں بیان فرمائیں:

- ایک تو یہ کہ یہ مہینہ جو رجب اور رمضان کے درمیان پڑتا ہے لوگ اس سے غافل ہیں، یعنی اس کی اہمیت سے غافل ہیں۔
- دوسری چیز یہ کہ اس مہینے میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف لے جائے جاتے ہیں۔
- اور تیسری چیز یہ کہ آپ ﷺ کا اس بات کو پسند فرمانا کہ جب آپ کے اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف لے جائے جائیں تو آپ روزے کی حالت میں ہوں۔

رجب اور رمضان کے درمیان پڑنے والے اس مہینے: ماہ شعبان سے غفلت اور عدم توجہی کا سبب یہ ہے کہ رمضان المبارک میں تو لوگ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ فضیلت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کی بنا پر مصروف عبادت ہوتے ہیں، مگر رجب کی فضیلت قرآن و حدیث سے صرف اتنی ثابت ہے کہ یہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے: ذوالقعدہ، ذوالحجۃ، محرم اور رجب۔ اس کے علاوہ اس مہینے کی کوئی فضیلت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

تو شعبان کی فضیلت ان دو مہینوں کے درمیان عدم توجہی کا شکار ہو کر رہ گئی، حالانکہ یہ مہینہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

اور دوسری چیز اسی مہینے کی اہمیت کے حوالے سے آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ اس مہینے میں اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف لے جائے جاتے ہیں۔

ماہ شعبان کی فضیلت کے حوالے سے یہ ایک نہایت ہی اہم بات ہے کہ اس مہینے میں اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف لے جائے جاتے ہیں اور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔

تو آیئے جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ بندوں کے اعمال کس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوتے ہیں اور اس کا مقصد کیا ہے۔

تو اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں تین طرح سے لے جائے جاتے ہیں: ایک تو ہر روز صبح و شام اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ: ((قَامَ فِينَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ .))

کہا: ''ایک روز آپ ﷺ نے ہمیں پانچ باتیں ارشاد فرمائیں۔''

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ .))

''اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں سوتا۔''

((وَلَا يَنْبَغِي لَهٗ اَنْ يَنَامَ .))

''اور نہ ہی اس کے لائق ہے کہ وہ سوئے۔''

((يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهٗ .))

''وہ ترازو نیچے کرتا ہے اور اوپر کرتا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((يُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ .))

''رات کے اعمال دن سے پہلے پہلے اس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔''

((وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ .)) (صحيح مسلم : ١٧٩)

''اور دن کے عمل رات سے پہلے پہلے۔''

یعنی دن رات میں، چوبیس گھنٹوں میں دوبار عمل اس کے حضور پیش ہوتے ہیں، اس کی وضاحت ایک دوسری حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ ، وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ .))

فرمایا: ''فرشتے تمھارے پاس دن میں اور رات میں باری باری آتے ہیں۔''

((وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَ صَلَاةِ الْعَصْرِ .))

''اور فجر اور عصر کی نماز میں وہ اکٹھے ہوتے ہیں۔''

یعنی رات کے فرشتے، رات کے عمل فجر کی نماز کے وقت لے جانے کی تیاری کر رہے ہوتے ہیں کہ دن کے فرشتے آ جاتے ہیں اور ان کی جگہ لے لیتے ہیں دن کے اعمال لکھنے کے لیے۔

اسی طرح پھر دن کے فرشتے عصر کی نماز کے وقت دن کے عمل لے جانے والے ہوتے ہیں کہ رات کے فرشتے ان کی جگہ آ جاتے ہیں اور چارج سنبھال لیتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ فرشتے اُن فرشتوں سے الگ ہیں جو انسان کی حفاظت پر مامور ہیں، حفاظت کرنے والے اور لکھنے والے الگ الگ ہیں۔

((ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْن بَاتُوْا فِيْكُمْ .))

''پھر جن فرشتوں نے تم میں رات گزاری ہوتی ہے، وہ اعمال لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔''

((فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ .))

''پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ ان کے بارے میں بہتر جانتا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ پوچھتا ہے کہ تم میرے بندوں کو کیسے چھوڑ کر آئے ہو یعنی کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟''

((فَيَقُولُوْنَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ، وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ .)) (صحيح البخاري : ٥٥٥)

''تو وہ کہتے ہیں کہ ہم انھیں اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔''

تو یہ تو ہے ڈیلی رپورٹ جو کہ دن اور رات میں دو دفعہ پیش ہوتی ہے۔

دوسری رپورٹ ہے ویکلی، اور وہ بھی ایک ہفتے میں دو دفعہ پیش ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((تُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ ، يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ .))

''لوگوں کے اعمال ہفتے میں دو بار پیش ہوتے ہیں سوموار کو اور جمعرات کو۔''

((فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ ، فَيُقَالُ: اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا .)) (صحيح مسلم : ٢٥٦٥)

''پس ہر مسلمان کو بخش دیا جاتا ہے، سوائے اُن دو اشخاص کے کہ جن کے درمیان آپس میں عداوت ہوتی ہے تو اُن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اِن دونوں کو چھوڑ دو حتی کہ یہ آپس میں صلح کر لیں۔''

اسی طرح اعمال پیش کئے جانے کا تیسرا وقفہ سالانہ ہے اور وہ ماہِ شعبان میں ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہم نے سنا کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيْهِ الْاَعْمَالُ اِلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .))

(سنن نسائی : ٢٣٥٧)

''ماہِ شعبان وہ مہینہ ہے کہ جس میں اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو شعبان کی اہمیت کے حوالے سے ہم نے یہ جانا کہ اس میں لوگوں کے اعمال کی سالانہ رپورٹ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوتی ہے۔

اب رہی بات کہ انسان کے اعمال لکھے جانے میں حکمت کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو السمیع البصیر ہے، علیم بما فی الصدور ہے، لا یخفی علیه شی ء فی الاض ولا فی السماء ہے کہ زمین وآسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، پھر بنی آدم کے اعمال لکھنے اوران کا ریکارڈ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟

تو علماء کرام نے اس کی متعدد حکمتیں بیان کی ہیں اور اُن میں ایک یہ ہے کہ انسان پر حجت قائم کرنے کے لیے ایک مادی اور محسوس دلیل لائی جاسکے، اگرچہ کوئی انسان اس کا بھی انکار کردینے والا ہوگا۔

جیسا کہ حدیث میں ہے مشہور حدیث ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ:

((كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَضَحِكَ .))

''ہم ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔''

((فَقَالَ : هَلْ تَدْرُونَ مِمَّ أَضْحَكُ؟))

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟''

((قَالَ: قُلْنَا: اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ .))

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔''

قَالَ: ((مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ .))

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندے کی اپنے رب سے گفتگو کی وجہ سے۔''

((يَقُوْلُ: يَارَبِّ! اَلَمْ تُجِرْنِی مِنَ الظُّلْمِ؟))

''قیامت کے دن بندہ کہے گا، اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے رکھی۔“

قَالَ: يَقُوْلُ: ((بَلٰى .))

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں بالکل کیوں نہیں!“

قَالَ: ((فَيَقُوْلُ : فَإِنِّيْ لَا أُجِيْزُ عَلٰى نَفْسِيْ اِلَّا شَاهِدًا مِنِّيْ .))

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”بندہ کہے گا، تو پھر میں اپنے خلاف اپنی ذات کے سوا کوئی گواہ قبول نہیں کروں گا۔“

قَالَ: فَيَقُوْلُ: ((كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيْدًا ، وَبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا .))

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج تیرا اپنا آپ اور کراما کاتبین ہی تجھ پر گواہ کافی ہیں۔“

قَالَ: ((فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ ثُمَّ يُقَالُ لِأَرْكَانِهٖ انْطِقِيْ ، قَالَ: فَتَنْطِقُ بِأَعْمَالِهٖ .))

فرمایا: ”پھر اس کے منہ کو بند کر دیا جائے گا اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ بولو! چنانچہ وہ اپنے اعمال بیان کر دیں گے۔“

قَالَ: ((ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ .))

”پھر اسے بات کرنے لیے چھوڑ دیا جائے گا۔“

قَالَ: فَيَقُوْلُ: ((بُعْدًا لَكُنَّ وَسُحْقًا ، فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ .))

(صحیح مسلم: ۲۹۶۹)

”وہ اپنے اعضاء سے مخاطب ہوکر کہے گا دفع دور! میں تمھارے دفاع میں ہی تو لڑ رہا تھا۔“

تو بات ہو رہی تھی کہ بنی آدم کے اعمال لکھنے میں ایک حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان پر ایک مادی اور ٹھوس شکل میں حجت قائم کی جائے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور ایک یہ ہے کہ اس سے لوگوں میں نیکی کی ترغیب اور معصیت سے ڈر اور خوف پیدا کیا جائے۔

رہا اللہ تعالیٰ کے حضور اعمال پیش کئے جانے کا معاملہ، تو اس میں بھی یقیناً حکمتیں ہیں۔ ایک حکمت یہ ہے کہ نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور بندے کی شفاعت کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ، مِنْ تَسْبِیْحِهٖ وَ تَحْمِیْدِهٖ وَ تَكْبِیْرِهٖ وَتَهْلِیْلِهٖ، یَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ، لَهُنَّ دَوِیٌّ كَدَوِیِّ النَّحْلِ یُذَكِّرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ، أَلَا یُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ لَا یَزَالَ لَهٗ عِنْدَاللّٰهِ شَیْءٌ یُذَكِّرُ بِهٖ.)) (مسند احمد: ۱۸۳۶۲)

”جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا ذکر کرتے ہیں، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کے کلمات سے تو یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے عرش کے گرد چکر کاٹتے رہتے ہیں اور کہنے والے کا ہلکی سی آواز سے ذکر کرتے رہتے ہیں، جس طرح شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ کیا تم میں سے یہ کوئی نہیں چاہتا کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی چیز ہمیشہ اس کا ذکر کرتی رہے!“

یعنی تم یہ تسبیحات پڑھا کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ کے پاس تمھارا ذکر کرتے رہیں، تو نیک اعمال کو بلندی اور رفعت حاصل ہوتی ہے، آسمانوں کی طرف بلند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر بندے کی سفارش کرتے ہیں۔

نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین کے نام سے موسوم ہے اور علیین کے دفتر میں ہوتا ہے،

﴿ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ۝۱۸ ﴾ (المطففین: ۱۸)

”یقیناً نیک لوگوں کا نامۂ اعمال علیین میں ہے۔“

اور اس کا مقام آسمانوں کی بلندیاں ہیں جیسا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ساتواں آسمان ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) اسی طرح بدکار لوگوں کا اعمال نامہ سجین کے نام

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے موسوم ہے جو قید خانے کے دفتر میں ہوتا ہے:

﴿ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ ﴾ (المطففين : ۷)

"یقیناً بدکار لوگوں کا نامۂ اعمال قیدخانے کے دفتر میں ہے۔"

کہ جس کا مقام اسفل السافلین ہے، نچلا ترین مقام ہے۔ اعاذنا اللّٰه منه۔

تو نیک اعمال کے اللہ کے حضور پیش ہونے کی ایک حکمت یہ ہے، کہ وہ اعمال اللہ کے حضور پیش ہوکر بندے کی سفارش کرتے ہیں۔

ان تسبیحات کے علاوہ دیگر اعمال بھی ہیں جن کا بالخصوص نام لے کر ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ سورۂ ملک کے بارے میں حدیث میں آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ سُوْرَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ ، مَاهِيَ اِلَّا ثَلَاثُوْنَ آيَةً ، شَفَعَتْ لِرَجُلٍ فَاَخْرَجَتْهُ مِنَ النَّارِ ، وَاَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ وَ هِيَ سُوْرَةُ تَبَارَكَ .)) (مستدرك حاكم: ۳۸۳۸)

"کتاب اللہ میں سے تیس آیتوں کی ایک سورت ہے، اس نے بندے کی شفاعت کرکے اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروا دیا" اور ایسے ہی حدیث میں آتا ہے کہ وہ عذاب قبر سے بھی بچاتی ہے" اور وہ ہے، سورۃ الملک۔"

تو جن اوقات میں، جن ایام اور جس مہینے میں بندوں کے اعمال اوپر لے جائے جاتے ہیں، ان کی یقیناً ایک فضیلت، ایک مقام اور ایک درجہ ہے، جن کے یقیناً کچھ فوائد ہیں، جن میں ایک سب سے اہم، اعمال کا آسمانوں پر لے جاکر اللہ کے حضور پیش کرنا ہے، جس کی بنا پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَأُحِبَّ أَنْ يُرفَعَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ .)) (النسائی : ۲۳۵۷)

"میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل جب اوپر لے جائے جائیں تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔"

ان فضیلت والے اوقات میں یوں تو کوئی بھی نیکی کی جاسکتی ہے، نماز، روزہ، صدقہ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیرات، تسبیحات اور کوئی بھی عمل صالح۔ مگر آپ ﷺ نے اپنے لیے روزہ پسند فرمایا۔

روزے کا جو درجہ اور مقام ومرتبہ ہے، جو اس کے فوائد ہیں، آپ نے یقیناً بہت بار سن رکھے ہوں گے اور آئندہ بھی سنتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

مگر شعبان میں بالخصوص کثرت سے نفلی روزے رکھنے کا سبب جو حدیث میں بیان ہوا ہے وہ تو یہی ہے کہ اس میں اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں، یعنی سالانہ رپورٹ پیش ہوتی ہے۔

اور اس کی کچھ حکمتیں علماء کرام نے قرآن وحدیث سے جو اخذ کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ شعبان کے روزے اور شوال کے چھ روزے رمضان المبارک کے فرض روزوں کے ساتھ ایسے ہی ہیں جیسے کہ فرض نمازوں کے ساتھ اُن سے پہلے اور بعد میں سنتیں ہیں۔

بالخصوص ان میں سے جو سنتِ مؤکدہ ہیں، ان کی یقیناً بہت اہمیت ہے لہٰذا وہ بڑی تاکید اور پابندی کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔

نفلی روزوں کی عبادات میں بہت زیادہ اہمیت ہے، لہٰذا اس کی کئی ایک قسمیں ہیں۔

نفلی روزوں میں سے ۹ قسم کے روزے تو ایسے ہیں جو فرض اور واجب کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں، جیسا کہ کفارہ کے طور پر روزے ہیں، پھر اس کی بھی کئی قسمیں ہیں، جیسا کہ کفارہ ظہار ہے، کفارۂ قتل ہے اور دیگر قسمیں ہیں۔ اسی طرح حج کے روزے ہیں۔

﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ﴾

(البقرة : ١٩٦)

”جسے قربانی میسر نہ ہو وہ تین روزے تو حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی میں۔“

نفلی روزوں کی ایک قسم ایسی ہے جو نفلی ہی رہتے ہیں مگر وہ بھی سات قسم کے ہیں۔

ان سب کی تفصیل کے لیے تو یقیناً وقت درکار ہے، تاہم نذر کے روزے کے بارے میں کچھ عرض کرتا چلوں، کیونکہ ہمارے معاشرے میں اس کا ایک غلط تصور پایا جاتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بنیادی طور پر تو نذر ماننا جائز ہے، جیسا کہ حدیث میں بھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِعِ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ .)) (صحيح البخاری: ٦٦٩٦)

''جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی، وہ اس کی اطاعت کرے۔''

یعنی نذر پوری کرے۔

مگر نذر کی ایک قسم مکروہ بھی ہے، بلکہ بعض علماء کرام اسے حرام قرار دیتے ہیں اور وہ ہے النذر المعلق، یعنی مشروط نذر۔

اور وہ ہے، کہ کوئی شخص نذر مانے کہ اگر اللہ نے اسے بیٹا دیا تو وہ اتنے نفل پڑھے گا یا اتنے روزے رکھے گا، یا اتنا صدقہ کرے گا، جس کا مطلب ہوتا ہے کہ اگر میرا کام ہوگیا تو روزہ رکھوں گا، اور اگر نہیں ہوا تو نہیں رکھوں گا اور یہ بڑی بے ادبی کی بات ہے، اور اس قسم کی نذر کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ النَّذْرَ لَا يُقَدِّمُ شَيْئًا وَلَا يُؤَخِّرُ، وَاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِالنَّذْرِ مِنَ الْبَخِيْلِ .)) (صحيح البخاری : ٦٦٩٢)

''نذر سے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی، لیکن اس طرح نذر کے ذریعے ایک بخیل سے نکالا جاتا ہے۔'' یعنی صدقہ، نفل نماز، یا روزہ جو بھی اس نے نذر مانی ہو۔

نذر سے متعلق ایک چھوٹا سا واقعہ ذکر کرتا چلوں، آپ ﷺ کی اونٹنیوں میں سے ایک عضباء نام کی اونٹنی تھی وہ بہت تیز بھاگتی تھی، کوئی اونٹنی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔

ایک بار کافروں نے یلغار کی اور رات کو وہ اونٹنی چرا کرکے لے گئے اور ساتھ ایک مسلمان عورت بھی اغوا کرلی۔

راستے میں انھوں نے رات کو ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور سو گئے، وہ عورت چپکے سے اٹھی، اپنی رسیاں کھولیں اور اونٹنی کو ڈھونڈنے لگی، اندھیرا تھا، نظر تو آتا نہیں تھا، اونٹوں کو ہاتھ لگا لگا کر دیکھتی جس کو ہاتھ لگاتی، وہ اونٹنی غراتی، تو اس کو معلوم ہوجاتا کہ وہ عضباء نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبحان اللہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی کریم ﷺ سے محبت اور تعلق کا اندازہ کیجئے کہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی بھی اس تفصیل سے پہچان رکھتے تھے کہ اس کی چال، اس کی عادات، اس کی آواز اور اس کا غرانا تک معلوم تھا۔ اندھیرے میں آواز کو سن کر جان لیتی کہ وہ عضباء نہیں ہے۔

ہسپتالوں میں بیسیوں نیو بورن بے بیز پڑے ہوتے ہیں، جب وہ روتے ہیں تو آواز سے پہچاننا مشکل ہوتا ہے کہ کون کس کا بچہ ہے مگر ایک ماں فوراً پہچان لیتی ہے، شدتِ تعلق کی وجہ سے، حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں ماں سے پیارا رشتہ کوئی نہیں ہے۔

تو وہ صحابیہ رضی اللہ عنہا رات کے اندھیرے میں ہاتھ سے ٹٹول کر معلوم کرتی کہ آپ ﷺ کی اونٹنی کون سی ہے، جب اس کو ہاتھ لگایا تو وہ نہ غرائی، اس نے ہاتھ پھیرا تو اس کا نرم و گداز جسم محسوس کر کے اس کو یقین ہو گیا کہ وہی عضباء ہے۔

اسی کی رسیاں کھولیں، اس پر سوار ہوئیں، ادھر ادھر دیکھ کر مدینہ منورہ کی جہت کا تعین کیا اور اونٹنی دوڑا دی، لوگ پیچھے بھاگے مگر اس کو نا پا سکے۔ اس نے نذر مانی کہ اگر میں بچ گئی تو اس اونٹنی کو اللہ کے لیے ذبح کر دوں گی، آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا:

((بِئْسَ مَا جَزَيْتِهَا ، لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ .)) (المعجم الأوسط : ١١٣٧)

”تم نے اسے برا بدلہ دیا ہے، معصیت کے کام میں اور جو چیز آدمی کی ملکیت میں نہ ہو اس کی نذر نہیں مانی جا سکتی۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہماری عبادات کا ہماری زندگی پر اثر مفقود کیوں؟

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۱۳۶ ﴾ (النساء: ۱۳۶)

گذشتہ جمعے ماہِ شعبان کی اہمیت وفضیلت کا ذکر ہورہا تھا، کہ جسے ایک حیثیت سے ماہِ استقبالِ رمضان بھی کہہ سکتے ہیں اور ایک حیثیت سے Fiscal Year ، یعنی مالی سال کا اختتامی مہینہ بھی کہا جاسکتا ہے، کہ جس میں مالی معاملات کا حساب وکتاب رپورٹ ہوتا ہے۔

کیلنڈر سال تو جنوری فرسٹ سے، دسمبر ۳۱ تک ہوتا ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں، مگر امریکا میں Federal Fiscal Year (وفاقی مالی سال) اکتوبر فرسٹ سے ستمبر ۳۰ تک ہوتا ہے، جس میں Revenues Report ہوتے ہیں۔

کچھ ایسے ہی اسلامی سالانہ کیلنڈر یوں تو محرم سے ذوالحجہ تک ہوتا ہے، مگر آدمی کی حقیقی آمدنی نیکیوں اور گناہوں کے حساب سے Revenues and Expenses ، نفع ونقصان رپورٹ کرنے کا سال گویا رمضان سے شعبان تک ہوتا ہے۔

تو شعبان میں پورے سال کے Revenues and Expenses رپورٹ ہوتے ہیں۔

شعبان کے اس مہینے میں کہ جس میں ہمارے سال بھر کا نفع ونقصان رپورٹ ہونے جا رہا ہے، ہم اپنے Revenues میں کتنا اضافہ کرسکتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد ہماری کوشش اور سمجھ پر منحصر ہے، کہ ہم اس کی اہمیت کو کتنا سمجھے ہیں، کیا ہم نفع میں اضافہ اور نقصان میں کمی کو ضروری سمجھتے ہیں کہ نہیں۔ اور اس بارے میں ہم کیا سمجھتے ہیں! ہمارے طرزِ عمل سے اس کا اظہار ہوتا ہے، ماہِ شعبان کی فضیلت اور اہمیت جان لینے کے بعد کیا ہم نے اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مستفید ہونے کی کوئی عملی کوشش کی! ہم میں سے ہر شخص اپنے بارے میں خوب جانتا ہے۔

ان مہینوں کی اہمیت کی سمجھ ہمیں کیوں نہیں آتی، اور اگر آتی ہے تو ہم اس سے مستفید ہونے کی کوشش کیوں نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو ہماری کوششیں بے جان، کھوکھلی اور سرسری سی کیوں ہوتی ہیں، اُن میں جوش و جذبہ اور ولولہ اور ذوق وشوق نظر کیوں نہیں آتا، اور اُن کوششوں کا اثر ہماری زندگیوں پر کیوں نہیں ہوتا! یہ بات ہمارے لیے قابل فکر اور باعثِ تشویش ہونی چاہیے۔

اس معاملے پر غور وفکر کے بعد جو بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ کہ دین ہمارے قلوب و اذہان میں گھر نہیں کر سکا، پیوست نہیں ہوا۔

اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دین کے دل و دماغ میں گھر کر جانے اور محض زبان پر جاری ہونے میں ایک واضح فرق ہے، جو کہ آدمی کے طرز زندگی پر ایک دوسرے سے مختلف اثر رکھتا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے کہ:

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ﴾ (الحجرات: ١٤)

"یہ بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اِن سے کہو ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے، ایمان ابھی تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔"

زبان سے کلمہ شہادت کہہ دیا، مسلمان ہونے کا اقرار کر لیا تو مسلمان ہو گئے، ظاہری اعمال، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنے شروع کر دیئے، مگر ایمان کی منزلیں طے کرنا ابھی باقی ہے۔

اس لیے مسلمان ہوتے ہی دعوائے ایمان کر ڈالنا، ایسے مقام پر فائز ہونے کا دعوی ہے، جس پر پہنچنا جان جوکھوں میں ڈالنا ہے، جس کے لیے محنت شاقہ درکار ہے، آزمائشوں سے گزرنا باقی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ ﴾ (البقرہ: ۲۱۴)

”تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی تمھیں جنت کا داخلہ مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے، ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا کر رکھ دیئے گئے، حتی کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔“

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ ﴾

(العنکبوت: ۲)

”کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ: ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟“

﴿ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾ ﴾ (العنکبوت: ۳)

”ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو اِن سے پہلے گزرے ہیں، اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔“

تو اگر ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے حج اور ہماری زکاتیں ہمارے طرز عمل، ہمارے رویوں اور ہماری زندگیوں میں انقلاب نہیں لا سکے، ہمارے رہن سہن، کاروبار، معاملات اور تمام امور میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکے، تو مطلب واضح ہے کہ دین ہمارے دل و دماغ میں جاگزیں نہیں ہوا، راسخ نہیں ہوا، اترا نہیں ہے، جما نہیں ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہماری یہ عبادات جو ہماری دنیا کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکیں، کیا آخرت میں نجات کا باعث ہو سکتی ہیں!

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ بات ہم سب کے لیے قابل غور ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن پل صراط عبور کر جانے والے جب دیکھیں گے کہ انھوں نے پل صراط پار کرلیا ہے!

اور پل صراط پار کرنا آپ جانتے ہیں کہ قیامت کے دن کا انتہائی خطرناک اور خوفناک مرحلہ اور منظر ہے، حدیث میں ہے کہ پل صراط پھسلنے اور گرنے کی جگہ ہے۔

پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا، پل صراط پر کانٹے اور کنڈے بھی ہوں گے اور اندھیرا بھی ہوگا۔

لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق روشنی دی جائے گی، کچھ لوگ پلک جھپکنے کی مدت میں پل صراط پار کریں گے، کچھ ہوا کی تیزی سے، بعض پرندوں کے اڑنے کی تیزی سے، بعض گھوڑوں کے دوڑنے کی تیزی سے اور بعض اونٹوں کے چلنے کی رفتار سے پار کریں گے۔

بعض خیروعافیت سے صحیح سالم پار ہوجائیں گے، بعض گرتے پڑتے ٹھوکریں کھاتے گزر جائیں گے اور بعض جہنم میں گر جائیں گے۔ اعاذ نا اللّٰه منها .

تو لوگ جب پل صراط پار کرلیں گے:

((وَاِذَا رَأَوْا اَنَّهُمْ قَدْ نَجَوْا .))

”جب وہ دیکھیں گے کہ وہ بچ نکلے ہیں۔“

((فِيْ اِخْوَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ .))

”وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے۔“

((رَبَّنَا اِخْوَانُنَا كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَنَا ، وَيَصُوْمُوْنَ مَعَنَا ، وَيَعْمَلُوْنَ مَعَنَا .))

”اے ہمارے رب! ہمارے بھائی جو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نیک عمل کیا کرتے تھے یعنی وہ نظر نہیں آرہے!“

((فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِذْهَبُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مِنْ إِيْمَان فَأَخْرِجُوْهُ .)) (صحيح البخاری : ٧٤٣٩)

”تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، جاؤ، جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان پاؤ اسے نکال لے آؤ۔“

تو بات ہو رہی تھی کہ ہماری نمازیں اور روزے اور دیگر عبادات ہماری زندگی پر کوئی اثر کیوں نہیں چھوڑتیں؟ اس کا سبب یہ ہے کہ دین ہمارے رگ و پے میں سرایت نہیں کیا، سمایا نہیں ہے۔

ہماری عبادات ایک کھوکھلی اور بے روح عبادات ہوتی ہیں، محض بے ساختہ اور بے ارادہ سرزد ہونے والی حرکات وسکنات ہوتی ہیں، ان میں خشوع وخضوع نہیں ہوتا، ان کے پیچھے کوئی عقیدہ، کوئی نظریہ کارفرما نہیں ہوتا، کوئی خصوصی پہچان اور شناخت نہیں ہوتی۔

عقیدہ اور نظریہ آدمی کی حقیقی شناخت اور پہچان ہے، گہرے اور مضبوط عقیدے کی بنیاد پر جو عمل ادا ہوتا ہے، مضبوط عقیدہ جب آدمی کو کسی عمل پر آمادہ کرتا ہے تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و قیمت پاتا ہے اور وہ عمل آدمی کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اس کی زندگی میں انقلاب پیدا کرتا اور آخرت میں نجات کا باعث بنتا ہے۔

تو آدمی کا عقیدہ ہی اس کی اصلی اور حقیقی پہچان اور شناخت ہے، اور آدمی کی پہچان ہی اسے دوسروں سے ممتاز کرتی اور منفرد بناتی ہے۔

آدمی کی پہچان کیا ہوتی ہے؟ دنیا کے معاشرتی نظام میں تو آدمی کی پہچان اور شناخت کا مطلب، اس کا نام، پتہ، تاریخ پیدائش اور شہریت وغیرہ جیسی معلومات ہوتی ہیں جو کہ ID پر درج ہوتی ہیں، مگر آدمی کی حقیقی شناخت اور ID: اس کا عقیدہ، اس کے اخلاق، اس کی صفات اس کا طرز زندگی، اس کا رہن سہن اور اس کے معاملات ہوتے ہیں۔

تو بات ہو رہی تھی کہ آدمی کی حقیقی پہچان: اس کی عادات، اس کی صفات، اس کا طرز زندگی اور اس کے معاملات ہوتے ہیں، جن کی بنیاد کسی نہ کسی عقیدے اور نظریئے پر ہوتی ہے اور اپنی پہچان متعین کرنا اور اس پر قائم رہنا کامیابی، عزت اور سنجیدگی کی دلیل ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مگر آج ہم اپنی پہچان ظاہر کرنے میں شرم محسوس کرتے ہیں اور اسے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، اپنے حلیے، اپنے لباس اور اپنے نام سے ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ ہماری پہچان کیا ہے،اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، ہر آدمی اس کا مشاہدہ کرتا ہے،اور بعض تو اپنی شناخت چھپانے کے لیے اس حد تک آگے نکل جاتے ہیں کہ صرف Nickname کی حد تک نہیں بلکہ اپنا اصلی نام بھی تبدیل کر لیتے ہیں۔

ایک شخص جو کبھی کبھی اس مسجد میں نماز پڑھنے بھی آتا ہے جب سٹیزن ہوا تو اس نے اپنا اسلامی نام بدل کر David Smith رکھ لیا۔ اب مشکل یہ آپڑی کہ جب کبھی وہ اپنے آبائی ملک جاتا ہے تو اسے ائیر پورٹ پر بارہ بارہ گھنٹے روک کر پوچھ گچھ کی جاتی ہے، کہ تمھارے ملک میں یہ نام کبھی نہیں سنا، پھر تم نے یہ نام کیوں رکھا ہے،اسے یہ نام رکھنے کی جسارت کیوں ہوئی؟ اس لیے کہ وہ اپنی پہچان کھو بیٹھا ہے،اس کا کوئی عقیدہ اور نظریہ نہیں رہا۔

اغیار نے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جو جال بُن رکھا ہے،اس میں مسلمانوں کی پہچان مٹانا،عقیدہ اور نظریہ ختم کرنا اور ان کی دین و مذہب سے وابستگی ختم کرنا سرفہرست ہے۔

اور یہ سب کچھ غیر محسوس انداز میں ہوتا چلا جارہا ہے ایسے دین اور ایسی عبادات سے انھیں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جن کا عقیدے سے کوئی تعلق واسطہ نہ ہو۔

اب مثال کے طور پر اگر کوئی شخص نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور ساتھ ناچنے گانے کو بھی جائز سمجھتا ہو، بلکہ ناچنے گانے کے پروگرامز کو فنڈنگ بھی کرتا ہو، تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایسے شخص کی نمازوں کا عقیدے سے کوئی تعلق رہ سکتا ہے؟

تو جب ہماری عبادات عقیدے اور ایمان کی بنا پر نہیں ہوں گی،صرف ایک عادت کے طور پر ہوں گی،تو وہ ہماری زندگیوں میں ہرگز کسی مثبت تبدیلی کا باعث نہیں بن سکیں گی۔

چنانچہ رمضان المبارک کے روزے جو کہ مسلمانوں پر فرض ہیں اس سے پہلے بھی تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوموں پر فرض رہے ہیں، اب مسلمانوں پر فرض ہیں اور مسلمانوں کو ہی مخاطب کیا جا رہا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝١٨٣ ﴾ (البقرہ: ۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے، یعنی گذشتہ انبیاء کے پیروں پر فرض کئے گئے، تاکہ تم میں تقوی پیدا ہو۔''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بعد کوئی مسلمان روزے رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس عقیدے کی بنا پر ہی روزے رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرض کر رکھے ہیں۔

مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ:

((مَنْ صَامَ رَمْضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .))

(صحیح البخاری: ۳۸)

''جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

یعنی وہ ایمان جو دل کی گہرائیوں میں جا بسا ہو، دل و دماغ میں پیوست ہو گیا ہو، جو نیکی پر ابھارتا ہو، جو روزوں کا ذوق اور شوق پیدا کرتا ہو، جو دل میں چاہت، خواہش اور تڑپ پیدا کرتا ہو، جو انسان کو خشوع و خضوع پر مجبور کر دے، محض سرسری اور سطحی ایمان نہیں، کہ جو صرف ایک عادت کے طور پر روزے رکھنے پر آمادہ کر سکے، بلکہ وہ ایمان کہ جو روزے اس کی شرائط اور لوازمات کے مطابق رکھنے پر آمادہ کر سکے۔

چنانچہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہوئے عقیدہ آخرت کی شرط لگاتے، جیسا کہ فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ .))

(صحيح البخاری : ٦٠١٨)

''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

ہر مسلمان یقیناً اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، مگر یہاں وہ ایمان مراد ہے جو دل ودماغ میں رچا بسا ہو، صرف زبان پر نہ ہو۔

تو ہماری عبادات کا ہماری زبان، ہماری آنکھ، ہمارے کاروبار، ہمارے رہن سہن اور ہمارے رویوں پر اثر نہ ہونے کی وجہ یوم آخرت پر ایمان اتنا کمزور ہونا ہے کہ جو پستی کی حدوں کو چھو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی ایمان کی چاشنی سے آشنا کر دے۔ آمین

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہماری عبادات بے اثر کیوں؟

﴿ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَن نَّفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾ (النحل: ۱۱۱)

گذشتہ جمعے بات ہورہی تھی کہ ہماری عبادات کا ہماری زندگیوں پر کوئی اثر ظاہر کیوں نہیں ہوتا! یقیناً ہر چیز کا ایک اثر ہوتا ہے، اس کا رنگ اور نتیجہ ہوتا ہے اور سب سے گہرا اثر اور رنگ تو عبادات کا رنگ ہی ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ﴾ (البقرہ: ۱۳۸)

"اللہ کا رنگ اختیار کرو، اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا۔"

یہاں اللہ کے رنگ سے مراد اُس کا دین ہے اور اس کو رنگ اس لیے کہا کہ ایک مُتَدَیِّن شخص پر، دین اختیار کرنے والے پر اُس کا رنگ ضرور چڑھتا ہے۔

تو ہم پر ہماری عبادات کا، ہمارے دین کا اثر کیوں نہیں ہوتا، اس کا رنگ کیوں نہیں چڑھتا، گذشتہ جمعے ہم نے اس کا سبب یہ جانا کہ چونکہ دین ہمارے رگ و پے میں اترا نہیں ہے، ہمارے دل و دماغ میں جاگزیں نہیں ہوا، پیوست نہیں ہوا، اس لیے اس کا رنگ بھی نہیں چڑھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ دین ہمارے دل و دماغ میں جاگزیں نہیں ہوا۔ حالانکہ ہم نے یقیناً اللہ کے فضل سے سچے دل سے کلمہ پڑھا ہے اور صمیم قلب سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور سب مسلمانوں کے بارے میں یہی حسنِ ظن رکھتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ دین ہمارے دلوں کی گہرائیوں میں نہیں اترتا۔ الا ماشاء اللہ۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ جو چیز آنکھوں سے اوجھل ہو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر توجہ کم ہوتی ہے اور جو چیز آنکھوں کے سامنے ہو سارا میلان اور رجحان اسی طرف ہوتا ہے اور اہتمام اسی کو دیا جاتا ہے۔

جو چیز دور ہو اس کو زیادہ اہتمام نہیں دیا جاتا اور جو قریب ہو اس کو زیادہ توجہ ملتی ہے۔

لفظِ دنیا کا معنی ہے قریب والی، اور آخرت کا معنی ہے اخیر والی یا بعد والی۔

چنانچہ جن چیزوں کا تعلق دنیا سے اور محسوس چیزوں سے ہوتا ہے، وہ فوراً سمجھ میں آ جاتی ہیں اور انسان انھیں سمجھنے کی کوشش بھی کرتا ہے، مگر جن چیزوں کا تعلق آخرت سے ہے جیسے: جنت، جہنم، پل صراط، حساب کتاب، جزا اور سزا وغیرہ تو اُن کو سمجھنے کے لیے انسان کو دماغ پر ذرا بوجھ ڈالنا پڑتا ہے، غور وفکر کرنا پڑتا ہے، دقت پیش آتی ہے اور انسان فطرتاً سہل پرست ہے لہٰذا جو چیز آسانی سے حاصل ہو اس کی طرف لپکتا ہے۔

اسی بات کو مزید یوں سمجھئے کہ علمِ منطق کی اصطلاح میں علم کی دو قسمیں ہیں: تصور اور تصدیق، اور پھر تصور کی دو قسمیں، تصورِ بدیہی اور تصورِ نظری۔

تصورِ بدیہی: ایسی چیز کا علم ہے، جو صریح اور واضح ہو، جس کے لیے دلیل کی ضرورت نہ ہو، جیسے: آگ اور پانی، گرمی اور سردی وغیرہ۔ یہ الفاظ سن کر آدمی کو ان کے سمجھنے کے لیے غور وفکر نہیں کرنا پڑتا، معنی ومفہوم تلاش نہیں کرنا پڑتا، تعریف معلوم نہیں کرنا پڑتی، دلیل نہیں ڈھونڈنا پڑتی، بلکہ فی الفور اور خود بخود معنی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔

جبکہ اس کے برعکس تصور نظری ایسی چیز کا علم ہے جس کو سمجھنے کے لیے آدمی کو سوچ وبچار کرنا پڑتا ہو، اس کی تعریف جاننے کی ضرورت پیش آئے، دلیل معلوم کرنے کی ضرورت پڑے، جیسا کہ: جن، فرشتہ، بھوت وغیرہ۔

تو آخرت کی باتیں سمجھنے کے لیے چونکہ اُن کی تعریف اور دلیل کی ضرورت پیش آتی ہے اور انھیں جاننے کے لیے ذرا دماغ پر بوجھ ڈالنا پڑتا ہے اور پھر اس دنیا کی زندگی میں اُن کا کوئی فوری فائدہ بھی نظر نہیں آ رہا ہوتا، تو آدمی انھیں بہت زیادہ توجہ نہیں دیتا۔

جیسا کہ جب کسی سے کہا جائے کہ جلدی کرو، بھاگو، گھر میں آگ لگی ہے، تو وہ آدمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بغیر کسی تأمل کے فوراً اچھل کر بستر سے اٹھے گا اور بھاگتا ہوا باہر نکل جائے گا۔ اگرچہ خبر دینے والا سچا انسان نہ بھی ہو۔

لیکن اس کے برعکس اگر کہا جائے کہ نماز پڑھا کرو، سودی کاروبار سے بچو اور حرام بزنس سے نکل جاؤ، کہ قرآن وحدیث میں ایسے کاموں پر بڑی سخت وعید آئی ہے اور ایسے لوگوں کا بڑا برا انجام بتلایا گیا ہے اور ایسی آگ سے خبردار کیا گیا ہے جو کہ اس دنیا کی آگ سے ۶۹ گنا زیادہ شدید ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((نَارُكُمْ هَذِهِ الَّتِي تُوْقِدُوْنَ جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ .))

فرمایا: ''تمھاری دنیا کی یہ آگ جو تم جلاتے ہو، جہنم کی آگ کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک ہے۔''

((قَالُوْا وَاللّٰهِ! اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!))

''صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! یہ بھی کافی تھی۔''

قَالَ: ((فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا .))

(صحيح مسلم: ٢٨٤٣ـ ترمذي : ٢٥٨٩)

فرمایا: ''مگر اُسے ۶۹ گنا اِس سے بڑھایا گیا ہے، اور اُس کا ہر ہر جزء اور حصہ تمہاری دنیا کی اس آگ جیسا ہی شدید ہے۔''

تو جب کسی کو جہنم کی ایسی آگ سے خبردار کیا جائے تو وہ جواب میں کیا کہتا ہے! اگر آپ نے کبھی کسی کو نصیحت نہیں کی تو شاید آپ کو اس کا اندازہ نہ ہو۔

اس کے جواب میں عجیب وغریب اور تند وتیز جملے سننے کو ملتے ہیں اور اکثر وبیشتر توہین آمیز انداز کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بڑے ہی غیر معقول Excuses سننے کو ملتے ہیں، خلاصہ یہ کہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

تو چونکہ انھیں جس خطرے سے آگاہ کیا جارہا ہوتا ہے اُس کا اُن کی زندگی پر فوری اثر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پڑتا نظر نہیں آ رہا ہوتا، لہٰذا وہ اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں، حالانکہ دل سے وہ ان باتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں، مگر جیسا کہ کہتے ہیں کہ آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل، جو چیز آنکھ سے پوشیدہ ہو وہ گویا پہاڑ کی اوٹ میں ہوتی ہے، اس لیے ان باتوں کو توجہ نہیں دی جاتی، جبکہ آخرت کی باتیں سمجھنے کے لیے کامل توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴾

(ق: ۳۷)

''اس میں نصیحت ہے ہر اُس شخص کے لیے جو دل رکھتا ہو، جو کان لگا کر یعنی غور سے سنے، اور حاضر ہو۔''

اب یہ تینوں باتیں تو ہر حال میں ہوتی ہی ہوتی ہیں، جب کسی کو نصیحت کی جائے تو وہ کانوں سے سن رہا ہوتا ہے اور زندہ آدمی کا دل بھی حرکت کر رہا ہوتا ہے اور وہ بنفس نفیس سامنے موجود بھی ہوتا ہے۔

تو مطلب یہ ہے کہ پورے انہماک اور توجہ سے سنے، دل کے ذوق اور شوق اور رغبت کے ساتھ سنے اور حضورِ قلب بھی حاصل ہو، ورنہ آپ جانتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی جسمانی طور پر تو کسی مجلس میں موجود ہوتا ہے، مگر اس کی توجہ وہاں نہیں ہوتی۔

تو دین کے ہمارے دل و دماغ میں سرایت نہ کر پانے کی ایک وجہ تو یہ ٹھہری کہ یہ انسان کی ایک فطری کمزوری ہے کہ وہ ایسی باتوں کو زیادہ توجہ نہیں دیتا جن میں اسے کوئی فوری فائدہ نظر نہ آتا ہو، یا جن پر غور و فکر کرنے کی زحمت اٹھانا پڑے۔

اسی طرح اس کے دیگر متعدد اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ دنیا کو انسان کے لیے پرکشش بنا دیا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾ ﴾ (آل عمران: ١٤)

''لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں، حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔''

تو دنیا کی کشش اس طرح انسان کی نظروں میں مزین کردی گئی ہے کہ وہ اس میں سرتا پا کھو جاتا ہے اور اس کی دُھن میں ایسا مگن ہو جاتا ہے کہ لبِ گور تک پہنچ جانے تک غفلت میں پڑا رہتا ہے اور ہوش میں نہیں آپاتا۔

﴿ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿٢﴾ ﴾ (التكاثر: ١-٢)

''تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ تم لب گور تک پہنچ جاتے ہو۔''

دنیا کی طرف کھچے چلے جانے کا ایک سبب تو اُس کا پرکشش اور مزین ہونا ہے اور ایک یہ کہ انسان کا دوسرے لوگوں کی شان وشوکت سے متاثر ہونا بھی ایک فطری عمل ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾ ﴾ (الزخرف: ٣٣ ـ ٣٥)

''اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں، اور ان کی سیڑیاں جن سے وہ اپنے بالا خانوں پر چڑھتے ہیں، اور ان کے دروازے اور ان کے تخت جن پر تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں سب چاندی اور سونے کے بنوا دیتے، یہ تو محض حیات دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی متاع ہے اور آخرت تیرے رب کے ہاں صرف متقین کے لئے۔''

اور ایک مقام پر آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ بھی ان کی دنیوی شان و شوکت اور چہل پہل سے متاثر نہ ہونا یہ تو چند روزہ مصنوعی سی ٹھاٹھ باٹھ ہے۔

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾

(الحجر: ۸۸)

''آپ اس متاع دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا جو ہم نے اُن میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے اور نہ ان کے حال پر اپنا دل کُڑھاؤ۔''

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ﴾ (طٰہٰ: ۱۳۱)

''یہ تو دنیا کی سرسبزی و شادابی ہے ان کو آزمائش میں ڈالنے کے لیے۔''

یہاں یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دنیا دار لوگوں کا مال و دولت اور ٹاٹھ باٹھ سامنے آئے تو آنکھیں بند کرلو، یا اپنا منہ دوسری طرف پھیرلو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھنا۔

انسان جب متاعِ دنیا کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے، للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے، ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے تو مطلب ہوتا ہے کہ اس کی چاہت دل میں اتر گئی ہے، اس کا شوق دل میں جاگزیں ہوگیا ہے اور پھر انسان اس کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ کرنے لگتا ہے اپنی تمام صلاحیتیں کھپا دیتا ہے، دن رات محنت کرتا ہے اور حلال اور حرام کی تمیز کھو دیتا ہے۔

تو ہماری عبادات اور ہماری دین داری کا ہماری زندگیوں پر اثر اس لیے نہیں ہوتا کہ دین ہمارے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوا اور دین کے دل میں جاگزیں نہ ہونے کے بہت سے اسباب وعوامل میں سے چند ایک اور بھی ہیں۔

ان تمام اسباب و وجوہات کا احاطہ کرنا تو مشکل ہے، اُس کے لیے وقت درکار ہے، اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ویسے بھی احاطہ کرنا مقصود نہیں بلکہ سمجھنا اور سمجھانا مقصود ہے۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عنایت ہوجائے تو کوئی ایک بات بھی حقیقی تبدیلی کے لیے کافی ہوسکتی ہے،اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہوتو پھر معاذ اللہ انسان اس صورت حال سے دوچار ہوسکتا ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ يَدِيْ)) (مسلم ، كتاب الفضائل : ٢٢٨٥)

''میں تمھیں تمھارے کمر بند سے پکڑ پکڑ کر تمھیں آگ سے بچانے کے لیے کھینچتا ہوں،مگرتم چھوٹ چھوٹ جاتے ہو۔'' اعاذنا اللہ منہا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

((وَاَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ .))

''میں حوض کوثر پرتم سے پہلے وہاں موجود ہوں گا۔''

((فَتَرِدُوْنَ عَلَيَّ مَعًا وَ اَشْتَاتًا .))

''اورتم میرے پاس اکٹھے اور الگ الگ آؤ گے۔''

((فَأَعْرِفُكُمْ بِسِيْمَاكُمْ وَاَسْمَائِكُمْ .))

''میں تمہیں تمہاری علامات سے اور تمہارے ناموں سے پہچانوں گا۔''

((كَمَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ الْغَرِيْبَةَ مِنَ الْاِبِلِ فِي اِبِلِهِ .))

''جیسے آدمی اپنے اونٹوں میں کسی اجنبی اونٹ کو پہچانتا ہے۔''

((فَيُؤْخَذُ بِكُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ))

''اور تمھیں بائیں طرف لے جایا جائے گا،آپ جانتے ہیں کہ بائیں طرف کا کیا مطلب ہے۔''

((فَأَقُوْلُ : إِلَيَّ يَارَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ))

''تو میں کہوں گا: میری طرف،اے میرے رب! میری اُمت میری اُمت۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَيَقَالُ : يَامُحَمَّدُ اِنَّكَ لَاتَدرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ .))

(مسند بزار: ٢٠٤)

''تو کہا جائے گا : اے محمد (ﷺ)! آپ (ﷺ) کو معلوم نہیں، انھوں نے آپ (ﷺ) کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر رکھی تھیں۔''

تو اگر تو اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوجائے اور بات سمجھ میں آ جائے توبہ و استغفار کی توفیق نصیب ہوجائے تو یہ سب سے بڑی سعادت ہوگی، پھر عبادات میں لذت بھی آئے گی سکون بھی ملے گا اور ہماری زندگیوں پر ان کا اثر بھی ظاہر ہونے لگے گا۔

لیکن اگر بات سمجھ میں نہ آئے اور آدمی سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرے بلکہ نصیحت کی بات سے بِدکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝٤٩ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝٥٠ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝٥١﴾ (المدثر: ٤٩ ۔ ٥١)

''ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ اس نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں، گویا کہ یہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑے ہیں۔''

تو حقیقت یہ ہے کہ اگر دل مردہ نہ ہوچکے ہوں تو ہر مسلمان پر نصیحت کا اثر ہوتا ہے، چاہے تھوڑی دیر کے لیے ہی ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝٥٥﴾ (الذاریات : ٥٥)

''نصیحت کیجئے کہ نصیحت اہل ایمان کے لیے نفع مند ہوتی ہے۔''

لیکن اللہ نہ کرے اگر دل مردہ ہوچکے ہوں تو پھر کوئی نصیحت کام نہیں آتی، اور بقول شاعر:

لَقَدْ أَسْمَعْتَ لَوْنَادَيْتَ حَيًّا
وَلٰكِنْ لَاحَيَاةَ لِمَنْ تُنَادِي

''اگر تم نے کسی زندہ کو آواز دی ہوتی تو تم نے اسے آواز سنادی ہوتی، لیکن جسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم آواز دے رہے ہو اس میں زندگی کی رمق باقی نہیں ہے۔"

وَنَارٌ لَوْ نَفَخْتَ بِهَا أَضَاءَتْ
وَلَكِنْ أَنْتَ تَنْفُخُ فِي الرَّمَادِ

"اور آگ میں اگر تم نے پھونک ماری ہوتی تو وہ روشن ہو جاتی مگر تم تو راکھ میں پھونکیں مار رہے ہو۔"

اللہ نہ کرے کہ ہم میں سے کوئی اس کیفیت میں مبتلا ہو۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم بات سمجھنے کی کوشش کریں۔

قیامت کے دن جو خطرناک مراحل اور ہولناک مناظر ہوں گے، آپ ان سے واقف ہیں کہ آپ نے بارہا علماء کرام سے وہ احادیث سن رکھی ہوں گی، ان میں سے ایک منظر یہ ہوگا کہ قیامت کے دن ایسی نفسا نفسی ہوگی کہ آدمی اپنے حقوق کے لیے اپنے ماں باپ، بہن بھائی اور بیوی بچوں کے خلاف بھی اللہ کے حضور درخواست گزار ہوگا اور ان کے حقوق سے بچنے کے لیے اور اس لیے بھی کہ وہ کوئی نیکی نہ مانگ لیں، ان سے دور بھاگے گا۔

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾﴾

(عبس : ٣٤-٣٦)

"آدمی اس دن اپنے بھائی سے، اپنے ماں باپ سے، اپنی بیوی اور اپنے بچوں سے بھی بھاگے گا۔"

بلکہ اس سے بھی حیران کن بات یہ ہے کہ خود اپنے خلاف بھی اللہ کے حضور دعوی دائر کر دے گا۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا﴾ (النحل: ١١١)

"اس دن ہر شخص اپنی ذات کے لیے لڑتا جھگڑتا آئے گا۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا تَزَالُ الْخُصُومَةُ بِالنَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى تُخَاصِمَ الرُّوحُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْجَسَدَ .)) (تفسير القرطبي)

”قیامت کے دن لوگوں کے درمیان جھگڑے جاری رہیں گے حتی کہ روح جسم سے جھگڑا کرے گی۔“

لمبی حدیث ہے: مختصراً ذکر کرتا ہوں:

انسان کی روح اپنے ہی جسم کے خلاف اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتی ہے، اے میرے رب! تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے، میرے پاس تو ہاتھ پاؤں، آنکھیں اور کان نہیں تھے کہ میں کچھ کرتی، جو کچھ بھی ہوا اس جسم نے ہی کیا۔ پس اسے عذاب دے اور مجھے بچا لے۔

جسم کہے گا: اے میرے رب! میں تو ایک لکڑی کی مانند تھا، ہاتھ پاؤں اور آنکھیں اور کان تو تھے مگر حرکت نہیں کر سکتا تھا حتی کہ روح اک شعاع کی طرح میرے اندر داخل ہوئی تو اس سے میری زبان نے بولنا، آنکھ نے دیکھنا، پاؤں نے چلنا، اور کان نے سننا شروع کیا اس لیے جو کچھ ہوا اس کی وجہ سے ہوا لہٰذا اسے عذاب دے اور مجھے بچا لے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو قصوروار ٹھہراتے ہوئے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک نابینا اور ایک معذور کسی باغ میں داخل ہوئے۔ معذور نے نابینے کو کہا مجھے اُٹھا، میں پھل توڑتا ہوں خود بھی کھاؤں گا اور تجھے بھی کھلاؤں گا۔ تو یوں دونوں قصوروار ٹھہرے۔

تو قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ اس روز آدمی اپنے ماں باپ اور بہن بھائی سے تو بھاگے گا ہی بھاگے گا، وہ اپنے آپ سے بھی کوئی رعایت نہیں کرے گا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک ماہِ تزکیہ وتربیت

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۱۸۳)

رمضان المبارک ایک باسعادت، بابرکت اور بافضیلت مہینہ ہے، جو کئی نسبتوں سے معروف ومشہور ہے، مثلاً: رمضان المبارک شہر القرآن، یعنی قرآن پاک کا مہینہ ہونے کے نام سے مشہور ہے، کہ قرآن پاک سے اسے خصوصی نسبت حاصل ہے، کیونکہ اسی مبارک مہینے میں قرآن پاک کا نزول ہوا:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

''رمضان وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا (جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔)''

رمضان المبارک شہر التقوی بھی ہے، اس لیے کہ اس مبارک مہینے کا مقصد اور غرض و غایت تقوی کا حصول مقرر کیا گیا ہے۔

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۱۸۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم میں تقوی پیدا ہو۔''

رمضان المبارک شہر الصبر بھی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَرَّه أَنْ يَذْهَبَ عَنْهُ وَحَرَ الصَّدْرِ فَلْيَصُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ .)) (مسند احمد: ۲۰۶۱۵)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''جو چاہے کہ اس کے سینے سے بغض، حسد، کینہ اور تمام کدورتیں دور ہو جائیں وہ شہر الصبر یعنی رمضان کے روزے رکھے اور ساتھ ہی ہر مہینے میں تین روزے رکھے۔''

اور حدیث میں ہے کہ:

((صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ يُذْهِبْنَ وَحَرَ الصَّدْرِ)) (مجمع الزوائد: ٥١٨٤ ، البزار: ٦٨٨)

''ماہِ صبر یعنی رمضان المبارک کے روزے اور ہر مہینے کے تین روزے رکھنے سے سینے کی کدورتیں ختم ہو جاتی ہیں۔''

اور ہر مہینے جن تین دنوں کے روزے رکھنے کی دوسری احادیث میں ترغیب دی گئی ہے، انھیں ایام البیض کہتے، اور وہ ہیں: قمری مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخیں۔

تو رمضان المبارک کو شہر الصبر بھی کہا گیا ہے، یہ توبہ و استغفار کا مہینہ بھی ہے مغفرت و بخشش کا مہینہ اور جہنم سے آزادی کا مہینہ بھی ہے اور قرب الٰہی کے حصول کا مہینہ بھی ہے۔

اسی طرح رمضان المبارک کو دیگر متعدد نسبتوں سے جانا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک نسبت اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے۔

رمضان المبارک کو جن بہت سی نسبتوں سے پہچانا جاتا ہے اُن میں سے ایک جامع نسبت تزکیہ وتربیت کی ہے، کہ یہ مہینہ تزکیہ وتربیت کا مہینہ ہے۔

تزکیہ وتربیت کی تو انسان کو ہمہ وقت ضرورت رہتی ہے اور وہ کسی نہ کسی صورت میں ہوتا ہی رہتا ہے، مگر رمضان المبارک تزکیہ وتربیت کے لیے ایک خصوصی پیکیج ہے اس لیے کہ اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے تزکیہ و تربیت کے تمام وسائل اور لوازمات مہیا کر رکھے ہوتے ہیں۔

تزکیہ وتربیت کے اس پیکیج کے بعض مندرجات ملاحظہ فرمائیے: انسان کے نیکی کی راہ میں حائل ہونے والے بہت سے عوامل میں سے دو سب سے بڑے عوامل ہیں شیطان اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

انسان کا نفس۔

اور ان دونوں کو اپنا اپنا شر پھیلانے سے روک دیا جاتا ہے، شیطان کو اُس کی کارستانیوں اور گمراہ کن کارروائیوں سے روک دینے کے بارے میں تو آپ جانتے ہیں کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ.))

(صحیح البخاری: ۱۸۹۹)

فرمایا: ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔''

تو تزکیہ وتربیت کی راہ میں ایک انتہائی خطرناک رکاوٹ کو دور کرنے کا یوں انتظام کیا گیا ہے، اور دوسری طرف خود انسان کا نفس جو کہ دین کی طرف راغب ہونے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ بنتا ہے، اس کی شرارتوں سے بچانے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے پورا پورا بندوبست کر رکھا ہے اور وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کی طرف راغب کرنے اور اس پر قائم رکھنے والے وسائل مہیا فرما رکھے ہیں۔

انسان کو نیکی کی طرف رغبت دلانے والے امور میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے دل میں نیکی کا ذوق وشوق پیدا کیا جائے اور اس پر اجر وثواب اور انعام واکرام بتلایا جائے، اور ایک ایسا ماحول دیا جائے کہ انسان بے ساختہ اس میں ڈھل جائے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ احادیث میں اس مبارک مہینے کے حوالے سے نیکیوں کا خوب ذوق وشوق پیدا کیا گیا ہے، رغبت دلائی گئی ہے اور اجر وثواب بتلایا گیا ہے اور ایک ایسا ماحول پیدا کیا گیا ہے، سحری، افطاری اور تراویح کی صورت میں کہ ہمارے جیسا ایک عام آدمی بھی خود بخود اس کی طرف کھچا چلا جاتا ہے اور روٹین سے ہٹ کر کچھ اضافی اذکار و وظائف کرنے لگ جاتا ہے، کبھی کچھ اضافی نوافل ادا کر لیتا ہے، اور کبھی کچھ تلاوت قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاک کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔

نفس انسانی جو کہ فطرتاً برائی کی طرف کھینچ لے جانے والا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ﴾ (یوسف: ۵۳)

”نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے الا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو جائے۔“

تو وہ نفس کہ جو فطرتاً انسان کو برائی پر اکساتا ہے اور جس میں پنہاں شر ایک حقیقت ہے، کہ جس سے آپ ﷺ ہر خطبے میں اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے یہ کہہ کر کہ:

((وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا .))

”اور ہم اپنے نفسوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔“

اب وہی نفس ماحول کی وجہ سے نیکی کی طرف رغبت کرنے لگا ہے۔

تو تزکیہ وتربیتِ نفسِ انسانی کے لیے رمضان المبارک کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے اس پیکیج میں ایک یہ چیز شامل ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں نیکیوں کا اجر ثواب بتلا کر ذوق وشوق اور رغبت ومیلان پیدا کیا جائے۔

تو ملاحظہ کیجئے کہ اسلام کس طرح اہل ایمان کے دلوں میں نیکی کا ذوق وشوق پیدا کرتا ہے، اگرچہ یہ احادیث مبارکہ آپ نے یقیناً پہلے کئی بار سن رکھی ہوں گی، مگر قرآن وحدیث میں یہ خوبی ہے کہ ان کو چاہے کتنی بار بھی سنیں ان میں چاشنی برقرار رہتی ہے، ان میں لذت اور حلاوت قائم رہتی ہے، یہ قند مکرر ہے، یہ وہ مٹھاس ہے جس سے جی کبھی اکتاتا نہیں ہے، بشرطیکہ دلوں میں ایمان کی حرارت موجود ہو۔

اور نہ صرف یہ کہ بار بار سننے سے جی اکتاتا نہیں ہے بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ اسے سن کر اہل ایمان کے ایمانوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ ﴾ (الانفال: ۲)

”ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر ان کے دل لرز جاتے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔''

تو ان احادیث میں سے کہ جن کے ذریعے رمضان المبارک کی سعادتوں سے مستفید ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے، ایک یہ بھی ہے، جس میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

دَخَلَ رَمْضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ، وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ، وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ.))

(سنن ابن ماجه: ١٦٤٤، صحيح الجامع: ٢٢٤٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ مہینہ جو تم پر آیا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی قدر ومنزلت کے اعتبار سے۔ جو شخص اس کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا، نیز فرمایا: اس کی بھلائی سے صرف بے نصیب ہی محروم کیا جاتا ہے۔''

ایک حدیث میں رمضان کے روزوں کی رغبت یوں دلائی گئی، فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمْضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.))

(صحيح البخاری، كتاب فضل ليلة القدر: ٢٠١٤)

''جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (یعنی دکھلاوے کے لیے نہیں) تو اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

اسی طرح ایک حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا كَانَتْ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ، وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ، فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ ، وَنَادٰى مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ اَقْصِرْ ، وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ .)) (سنن ابن ماجه: ١٦٤٢)

فرمایا: ''جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اُن میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہنے دیا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اُن میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہنے دیا جاتا۔ اور پکارنے والا پکار کر کہتا ہے: اے نیکیوں کے طالب! آگے بڑھ اور اے برائیوں کے خواہاں! باز آجا۔ اور جہنم سے آزاد کردہ لوگ ہوتے ہیں یعنی رمضان میں لوگ جہنم سے آزاد کئے جاتے ہیں، اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔''

تو ایک تو ایسی احادیث ہیں کہ جن میں انسان کو شوق دلا کر نیکیوں کی طرف مائل کیا جاتا ہے اور دوسری طرف وہ احادیث بھی ہیں کہ جن میں بصورت دیگر برے انجام سے خبردار کیا گیا ہے، جیسا کہ وہ مشہور حدیث کہ جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ)) آپ ﷺ نے ایک بار صحابہ کرام سے فرمایا: منبر لاؤ حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فَحَضَرْنَا ہم منبر لے آئے۔

((فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ: آمِيْن .))

''جب آپ ﷺ پہلی سیڑھی چڑھے تو فرمایا: ''آمین۔''

((فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ: آمِيْنَ .))

''پھر جب دوسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا: آمین۔''

((فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ ، قَالَ: آمِيْنَ .))

''اسی طرح آپ ﷺ جب تیسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا: آمین۔''

((فَلَمَّا نَزَلَ ، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نَكُنْ نَسْمَعُه .))

’’پس جب آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی۔‘‘

((قَالَ: اِنَّ جِبْرِيْلَ عَرَضَ لِيْ ، فَقَالَ: بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْلَهٗ ، قُلْتُ آمِيْنَ .))

’’آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے، اور کہا: اُس آدمی کے لیے ہلاکت ہے، جس آدمی نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنے گناہوں کی بخشش اور مغفرت حاصل نہ کرسکا، اس کے جواب میں میں نے کہا: آمین۔‘‘

((فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ ، قَالَ: بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ آمِيْنَ .))

’’پھر جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: ہلاکت ہے اُس آدمی کے لیے جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے، میں نے اس کے جواب میں کہا: آمین۔‘‘

((فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ ، قَالَ: بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرَ عِنْدَهٗ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ ، قُلْتُ آمِيْنَ .)) (شعب الايمان: ١٥٧٢ ، المستدرك للحاكم ، كتاب البر والصلة : ٧٣٦٥)

’’پھر جب تیسری سیڑھی چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: جس شخص نے اپنے ماں باپ، یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان کی خدمت کرکے جنت حاصل نہ کرسکا اُس کے لیے بھی ہلاکت ہو، میں نے اس کے جواب میں کہا آمین۔‘‘

آپ نے ملاحظہ کیا کہ ایک طرف تو احادیث میں خوشخبری دی جارہی ہے، بخشش و

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مغفرت کا مژدہ سنایا جارہا ہے، لیلۃ القدر کی ایسی فضیلت بتائی جارہی ہے کہ جو انسان کی ایوریج عمر کی عبادت سے بھی بہتر ہے اور سب سے بڑھ کر روزے کا اتنا بڑا اجروانعام بتایا جارہا ہے جو کہ ایک سرپرائز ہوگا۔

مگر دوسری طرف کچھ بدنصیب انسانوں کے لیے جبریل علیہ السلام بددعا کرتے ہیں اور رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آمین فرمارہے ہیں یہ کیا ماجرا ہے اس میں حکمت کیا ہے؟ اس کی حکمت کو جاننے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

مگر سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیجئے کہ صحتِ عبادت کے لیے خوف اور رجاء دونوں کا ہونا ضروری ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی گرفت کا ڈر اور خوف بھی ہو، اور اس کی رحمت کی امید ورجاء بھی ہو، اور تیسری چیز محبت بھی ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ (البقرۃ: ١٦٥)

”ایمان والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں۔“

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (آل عمران: ٣١)

”اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔“

اسی طرح ڈر اور خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہی اصل عبادت ہے۔

خوف اور امید میں سے کوئی ایک پہلو دوسرے پر نسبتاً غالب ہوسکتا ہے، مگر دل ان میں سے کسی ایک کیفیت سے یکسر خالی نہیں ہوسکتا، لیکن سؤال یہ ہے کہ ان میں سے کون سا پہلو غالب ہونا چاہیے اور کون سا مغلوب؟ تو اس میں اعتدال کی راہ یہ ہے کہ جہاں ڈر اور خوف کا موقع ہو وہاں خوف کا پہلو غالب ہو اور جہاں امید کا موقع ہو وہاں امید کا پہلو غالب ہونا چاہیے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((السَلَفُ إِسْتَحَبُّوا أَنْ يَقْوِي فِي الصِّحَّةِ جَنَاحُ الْخَوْفِ عَلَى

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جَنَاحِ الرَّجَاءِ .))

''سلف صالحین کا طریقہ اس معاملے میں یہ رہا ہے کہ زندگی میں، صحت و عافیت کی حالت میں اُن پر خوف کا پہلو غالب رہا۔''

((وَعِنْدَ الْخُرُوْجِ مِنَ الدُّنْيَا يَقْوَى جَنَاحُ الرَّجَاءِ عَلَى جَنَاحِ الْخَوْفِ .)) (مدارج السالكين ، ج : ١ ، ص : ٥١٣)

''اور دنیا سے کوچ کرتے وقت ان کا پسندیدہ طرز عمل یہ تھا کہ امید کا پہلو خوف کے پہلو پر غالب رہا۔''

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر خوف اور رجاء کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا، جیسا کہ فرمایا:

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ﴾ (الزمر: ٩)

''کیا اُس شخص کی روش بہتر ہے کہ جب اس پر کوئی آفت آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے اسے پکارتا ہے پھر جب اس کا رب اسے نعمت سے نواز دیتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے، یا اس شخص کی روش بہتر ہے جو مطیع و فرمانبردار ہے۔رات کی گھڑیوں میں کھڑا رہتا اور سجدے کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی امید لگاتا ہے۔''

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾ ﴾

(الحجر: ٤٩ _ ٥٠)

''اے نبی میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں غفور الرحیم ہوں، مگر میرا عذاب بھی نہایت دردناک عذاب ہے۔''

اسی طرح دیگر آیات بھی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم اگر اپنی حالت کو دیکھیں تو شاید ہم پر امید کا پہلو غالب ہے اور وہ بھی غلط معنوں میں، امید کا مطلب تو یہ ہے کہ کچھ کر کے امید لگائی جائے مگر ہم کچھ کیے بغیر امید قائم کیے ہوئے ہیں، اور دوسری طرف ڈر اور خوف کو سرے سے نظر انداز کر رکھا ہے، حالانکہ حدیث میں ہے، حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَعِزَّتِيْ!))

''مجھے میری عزت کی قسم۔''

((لَا اَجْمَعُ عَلٰى عَبْدِيْ خَوْفَيْنِ، وَاَمْنَيْنِ.))

''میں اپنے بندے پر دو خوف جمع کروں گا اور نہ دو امن جمع کروں گا۔''

((اِذَا خَافَنِيْ فِي الدُّنْيَا أَمَّنْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.))

''اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا تو قیامت کے دن اسے ضرور امن دوں گا۔''

((وَاِذَا اَمِنَنِيْ فِي الدُّنْيَا اَخَفْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) (ابن حبان: ٦٤٠)

''اور اگر دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو قیامت کے دن اس پر ضرور خوف مسلط کروں گا۔''

اب آیئے تھوڑا سا ذکر کرتے چلیں اُس بات کا کہ ایک طرف تو خوشخبریاں دی جا رہی ہیں اور دوسری طرف شدید ڈانٹ پلائی جا رہی ہے!

بات سیدھی سی ہے کہ ایک بندے کے لیے اتنا کچھ کیا جا رہا ہے بڑے بڑے انعامات دیئے جا رہے ہیں، اس کی مغفرت و بخشش کے لیے ہر قسم کے وسائل اور ذرائع مہیا کر دیئے گئے ہیں، شیطانوں کو جکڑ دیا جہنم کے دروازے بند کر دیئے، جنت کے دروازے کھول دیئے، ایک نیکی کا ماحول دے دیا، صحت دی، عقل دی، فراغت دی، ایمان کی نعمت دی، مگر پھر بھی وہ ٹس سے مس نہیں ہوتا! اور حال یہ ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
رہ دکھلائیں کسے کوئی رَہ روِ منزل ہی نہیں

وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں اور عنایتوں، نوازشوں اور کرم فرمائیوں کو قابل التفات نہیں سمجھتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ (الاعراف: ۱۷۶)

''ہم چاہتے تو اسے اوپر اٹھاتے، مگر وہ تو زمین کے ساتھ چپک کے ہی رہ گیا! وہ اٹھنا چاہتا ہی نہیں۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسی بدنصیبی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توبہ کی اہمیت

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ﴾ (التحریم : ۸)

گذشتہ جمعے بات ہو رہی تھی کہ ماہِ رمضان المبارک مختلف اور متعدد ناموں اور نسبتوں سے جانا اور پہچانا جاتا ہے، رمضان المبارک شهر القرآن ، شهر التقوى ، شهر الصبر ، شهر التوبه اور شهر التزكية والتربية وغیرہ کے ناموں سے معروف و مشہور ہے۔

ان ناموں کی ماہِ رمضان کے ساتھ نسبت کا مطلب ہے کہ اِن ناموں کو، ان موضوعات و عناوین کو رمضان المبارک سے ایک خصوصی تعلق حاصل ہے، لہٰذا رمضان المبارک میں ان ناموں میں پوشیدہ معانی پر خصوصی توجہ ہونی چاہیے۔

رمضان المبارک کے خطبات جمعہ میں ان شاء اللہ انہی موضوعات کو زیر بحث لایا جائے گا اور یہی باتیں موضوعِ سخن ہوں گی۔

تاہم آج کے موضوع کے لیے توبہ کا عنوان منتخب کیا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کوچ کرتے ہوئے جو مرحلے اور منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں ان میں سے سب سے پہلی، سب سے آخری اور سب سے اہم منزل توبہ کی منزل ہے، کوئی شخص کسی صورت میں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، بلکہ جو شخص جس قدر زیادہ توبہ کرنے والا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معزز و مکرم ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ انسان اللہ کی جانب سفر پر گامزن ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ﴾ (الإنشقاق : 6)

”اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اُس سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ملنے والا ہے۔“

دنیا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر حسی سفر ہے ہر آدمی محسوس کرتا ہے، کتنا فاصلہ طے کرلیا، کتنا ابھی باقی ہے، راستے میں کچھ کچھ فاصلے پر لبِ سڑک، سنگِ میل، (Milestone) نصب کئے گئے ہوتے ہیں جن پر باقی ماندہ مسافت درج ہوتی ہے۔

پرانے وقتوں میں اس طرح سنگ میل تو نصب نہیں ہوتے تھے، البتہ منزل کے نام سے مسافت کا تعین ہوتا تھا، اور منزل عموماً دن رات کے سفر کے بعد، یا صرف دن کے سفر کے بعد جہاں پڑاؤ ڈالتے تھے اس کو کہا جاتا تھا۔ بیچ میں تھوڑی دیر ستانے کے لیے تو یقیناً جگہ جگہ رکتے ہوں گے۔

اسی طرح ایک سفر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بھی مسلسل طے کرتا چلا جارہا ہے، اس میں کہیں کوئی وقفہ نہیں ہے، کوئی پڑاؤ نہیں ہے، انسان شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلسل سفر پر رواں دواں ہے مگر اُس سفر کو حواس خمسہ سے محسوس نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اس کی کچھ علامات ہیں جن سے انسان واضح طور پر جان سکتا ہے۔

انسان پیدا ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد نشو ونما کے مراحل طے کرتا ہے، جوکہ دیکھے اور محسوس کئے جاسکتے ہیں، بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا یہ اُس معنوی سفر کی علامات ہیں۔

ان علامات سے اُس سفر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بلکہ یقینی علم حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ کفار اہل جہنم کے جواب میں کہ جب وہ جہنم میں چیخ چیخ کر کہہ رہے ہوں گے کہ:

﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ ﴾ (فاطر: ۳۷)

”اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال لے تاکہ ہم نیک عمل کریں، اُن اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہتے تھے۔“

تو انہیں جواب دیا جائے گا:

﴿ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ﴾ (فاطر: ۳۷)

”کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تھا، اور تمہارے پاس متنبہ کرنے والا بھی آچکا تھا۔"

یہاں "جَاءَكُمُ النَّذِيْرُ" تمہارے پاس متنبہ کرنے والا بھی آچکا تھا۔ کے معنی میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں خبردار کرنے والا اور متنبہ کرنے والا کا معنی ہے: بڑھاپا۔

یعنی بڑھاپا اس بات کی واضح علامت ہے کہ تمہارا یہ سفر اپنے اختتام کو پہنچنے والا ہے۔ تو اِن علامات سے واضح طور پر جانا جاسکتا ہے کہ انسان ایک سفر پر رواں ہے۔

تو جس طرح حسی سفر پر جاتے ہوئے راستے میں سنگ میل آتے ہیں، اسی طرح اس معنوی مگر حقیقی سفر پر بھی راستے میں کچھ سنگِ میل ہیں، کچھ منازل ہیں کہ بخیر و عافیت منزل پر پہنچنے کے لیے ان منازل سے گزرنا پڑتا ہے اور توبہ اُن منازل میں سے سب سے پہلی، سب سے آخری اور سب سے اہم منزل ہے۔

توبہ، جیسا کہ پہلے عرض کیا، اس سے کسی انسان کو مفر نہیں ہے، کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ بَنِيْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ .))

(سنن ابن ماجه: ٤٢٥١)

"ہر بنی آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سے سب سے اچھے انسان وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔"

اور کثرت سے توبہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب اور پسندیدہ عمل ہے کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾﴾ (البقرہ: ٢٢٢)

"اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

توبہ کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے وہ حدیث سامنے رکھیں جس میں آپ ﷺ قسم کھا کر بات ارشاد فرماتے ہیں کہ:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ .))

(صحیح مسلم : ٢٧٤٩)

فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ ایک ایسی قوم کو لے آئے جو گناہ کرتے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرتا ہو۔''

اس حدیث میں توبہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے نہ کہ گناہ کی ترغیب یا اس کی اہمیت کو کم کرنا ہے، گناہ کے ذریعے یقیناً اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے منع فرما رکھا ہے، اور اُن پر انواع و اقسام کے عذابوں کی وعید بھی فرما رکھی ہے، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے، بالخصوص صحابہ کرام کے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور کفر و فسق اور نافرمانی کو ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔

تو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کا بیان ہے، توبہ کی ترغیب ہے اور بندوں کو مایوسی سے بچانے کا مژدہ ہے۔

اس حدیث میں دراصل یہ بتایا گیا ہے کہ کسی انسان کا فطرتاً گناہ سے بچنا ممکن نہیں ہے الا یہ کہ کسی پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہو جائے۔

تو توبہ کی بات ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کرنے والوں کے لیے کامیابی کے ساتھ سفر طے کرنے کے لیے سب سے اہم منزل توبہ کی منزل ہے۔

توبہ کی فضیلت اور اس کی ضرورت و اہمیت قرآن و حدیث میں جابجا مذکور ہے، توبہ کی اہمیت اس حدیث کی روشنی میں بہت وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آجاتی ہے کہ تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور خطا کاروں میں سب سے اچھے وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔

تو جب صورت حال یہ ہو کہ فطرتاً گناہ سے بچنا انسان کے لیے محال ہو اور اس پر مستزاد یہ ہے انسان نہایت ہی طاقت ور، شریر اور سرکش دشمنوں کے درمیان گھرا ہو تو آپ اندازہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر سکتے ہیں کہ انسان کے پاس گناہ سے بچنے کے امکانات کس قدر کم رہ جاتے ہیں اور یہ کہ انسان کو توبہ کی کس قدر اشد ضرورت ہوسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کو جیسا کہ علماء کرام فرماتے ہیں: التوبة بعدد الانفاس انسان کو سانسوں کی تعداد کے برابر توبہ کی ضرورت ہے یعنی ہر سانس کے ساتھ توبہ کی ضرورت ہے۔

اس کثرت اور شدت سے توبہ و استغفار کی ضرورت و اہمیت کو سمجھنے کے لیے آپ ﷺ کا وہ فرمان سامنے رکھیئے کہ جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((یَا اَیُّهَا النَّاسُ! تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ! فَاِنِّیْ اَتُوْبُ فِی الْیَوْمِ اِلَیْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ .)) (صحیح مسلم: ۲۷۰۲)

فرمایا: ''لوگو! اللہ کے حضور توبہ کرو، میں دن میں سو مرتبہ اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔''

اور ایک حدیث میں فرمایا:

((وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَةً .)) (صحیح البخاری: ٦٣٠٧)

''اللہ کی قسم! میں دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرتا ہوں۔''

جب آپ ﷺ کا توبہ و استغفار کے حوالے سے یہ حال ہے کہ جن کے گناہ ہی نہیں ہیں تو پھر ہمیں توبہ و استغفار کی کس قدر ضرورت ہوسکتی ہے سمجھنا مشکل نہیں رہتا۔

اسی طرح جب نیک کام کرنے کے بعد بھی ہمیں استغفار کرنے کا حکم ہے جیسا کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین بار ''استغفر اللّٰہ'' کہنے کا حکم ہے تو گناہ جو دن بھر ہم سے سرزد ہوتے رہتے ہیں، کہ جن میں سے بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے گناہ ہونے کا ہمیں علم بھی نہیں ہوتا، تو ایسی صورت میں ہمیں کس قدر توبہ و استغفار کی ضرورت ہوسکتی ہے ہم سب بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

اور توبہ و استغفار کی ضرورت و اہمیت کو سمجھنے کے لیے ایک اور بات ذہن میں رکھیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توبہ واستغفار کے لیے ضروری نہیں کہ کوئی گناہ ہی سرزد ہوا ہو تو توبہ کی جاتی ہے، بلکہ غفلت، کمی اور کوتاہی اور کما حقہ عبادت نہ کر پانے پر بھی توبہ لازم ٹھہرتی ہے، جیسا کہ نمازوں کے بعد تین بار "استغفر اللہ" کہنے کا حکم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر جس قدر شکر بجالانا ضروری ٹھہرتا ہے وہ نہ کر پائیں، جو کہ حقیقت ہے کہ نہیں کر پاتے تو اُس پر بھی توبہ واستغفار ضروری ہوتا ہے۔

عبادت کو کما حقہ ادا نہ کر پانے پر اعترافِ قصور کے طور پر توبہ کرنا بھی اللہ کے مخلص وشکر گزار بندوں کا شیوہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يُوضَعُ الْمِيْزَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَوْ وُزِنَ فِيْهِ السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ لَوَسِعَتْ .))

"قیامت کے دن ایسا ترازو نصب کیا جائے گا کہ اگر اس میں زمین وآسمان بھی وزن کیے جائیں تو ان کے لیے بھی کشادہ ہوگا۔"

((فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ يَا رَبِّ: لِمَنْ يَزِنُ هٰذَا؟))

"فرشتے عرض کریں گے: اے ہمارے رب! یہ کس کا وزن کرنے کے لیے ہے؟"

((فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالىٰ: لِمَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِيْ .))

"تو اللہ فرمائیں گے میں اپنی مخلوق میں سے جس کا چاہوں گا وزن کروں گا۔"

((فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ سُبْحَانَكَ مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ .))

"تو فرشتے کہیں گے: تو پاک ہے، ہم تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے۔"

((وَيُوْضَعُ الصِّرَاطُ مِثْلَ حَدِّ الْمُوْسَى))

"پل صراط لگایا جائے گا، جو استرے کی دھار جیسا باریک ہوگا۔"

((فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ مَنْ تُجِيْزُ عَلَى هٰذَا .))

"فرشتے عرض کریں گے کہ اس پر سے کس کو گزارنا ہے؟"

((فَيَقُوْلُ مَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِيْ .))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’تو اللہ فرمائیں گے کہ میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہوں گا۔‘‘

((فَيَقُوْلُوْنَ: سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ .))

(مستدرك حاكم : ٨٧٣٩)

’’تو فرشتے کہیں گے، اے اللہ تو پاک ہے، ہم تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر پائے۔‘‘

اندازہ کیجئے فرشتے وہ مخلوق ہیں جن کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿ يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ أَمَرَهُمْ ﴾

’’وہ اللہ کے حکم کی کبھی نافرمانی نہیں کرتے۔‘‘

اس کے باوجود فرشتے کہہ رہے ہوں گے کہ ہم تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر پائے۔

اور انسان دو رکعت اضافی نفل ادا کر لے، کوئی نفلی روزہ رکھ لے تو پھولے نہیں سماتا، وہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ وہ بہت نیک ہے، یہ اللہ کی شان اس کی عظمت اور اس کے حقوق سے لاعلمی اور جہالت کی باتیں ہیں۔

تو انسان جو اپنی فطری کمزوریوں کے ساتھ ساتھ دو انتہائی طاقت ور اور سرکش دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا ہے، اس کے لیے سرے سے گناہوں سے بچنا ناممکن ہے، اس لیے توبہ و استغفار کی اشد ضرورت ہے۔

تو توبہ اللہ کی طرف جانے والے راستے کی پہلی منزل ہے مگر یہ منزل کچھ اور منزلوں کی محتاج ہے، یعنی اس منزل تک پہنچنے کے لیے کچھ اور منزلوں سے گزرنا ہوگا۔

توبہ کی توفیق حاصل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد کچھ اور منزلیں طے کرنا بھی ضروری ہے، اور ان میں سے ایک منزل ہے: ’’مَنْزِلَةُ الْيَقَظَةِ‘‘ بیداری کی منزل۔

انسان دنیا میں کوئی بھی کام کرنا چاہے تو وہ کب کرسکتا ہے؟ بیدار ہونے کے بعد! سویا ہوا انسان کچھ نہیں کرسکتا، صرف خواب دیکھ سکتا ہے۔

تو جب تک انسان خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتا توبہ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

توبہ رٹی رٹائی چند دعاؤں کو زبان سے ادا کردینے کا نام نہیں ہے، سچی توبہ وہ ہے، جو دل کی گہرائیوں سے نکلے، سچی توبہ وہ کہ جب وہ زبان پر آئے تو آدمی کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں، انسان اللہ کے خوف سے کانپ اٹھے، اس کا جسم لرز جائے۔

جب اسے ایمان کا وہ درجہ حاصل ہو اور اُس پر وہ کیفیت طاری ہو کہ:

﴿ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾ (الانفال: ۲)

"جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ﴾ (الزمر: ۲۳)

"اللہ کا کلام سن کر اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں، اور پھر اُن کے جسم اور ان کے دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔"

تو کسی گناہ کے بعد سچی توبہ کے لیے کچھ ایسی ہی کیفیت درکار ہوتی ہے۔

اور ایک دوسری آیت میں وہ کیفیت کچھ یوں بیان کی گئی ہے کہ:

﴿ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۚ ﴾ (التوبہ: ۱۱۰)

"الا یہ کہ اُن کے دل پارہ پارہ ہو جائیں، ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اس قدر شدید غم اور ندامت ہو کہ آدمی کو محسوس ہونے لگے کہ شدتِ غم سے کہیں اُس کا دل پھٹ نہ جائے۔"

تو جب تک آدمی کو احساسِ گناہ نہیں ہوتا، اس پر شرمندگی اور ندامت نہیں ہوتی، اس وقت تک اس کی توبہ سچی توبہ کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔

تو پہلے بیدار ہونا ہوگا، توبہ کی ضرورت کا احساس کرنا ہوگا، پھر کہیں جاکے توبہ کی راہ ہموار ہوتی ہے، جب انسان بیدار ہوتا ہے تو اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے، اس پر بنی اسرائیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے واقعات میں سے ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

بنی اسرائیل کی حکایات و واقعات کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ:

((حَدِّثُوْا عَنْ بَنِی اِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ .))

''بنی اسرائیل کے واقعات بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

((فَاِنَّہٗ کَانَتْ فِیْھِمُ الْأَعَاجِیْبُ)) (سلسلة الصحيحة : ٢٩٢٦)

''کہ ان میں بڑے بڑے عجیب وغریب واقعات رونما ہوئے ہیں۔''

((کَانَ رَجُلٌ مِنْ مُلُوْكِ بَنِی اِسْرَائِیْلَ ، قَدْ أُعْطِیَ طُوْلَ عُمْرٍ وَ کَثْرَةَ مَالٍ .))

''بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں ایک بادشاہ گزرا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے لمبی عمر اور کثرت مال واولاد سے نوازا، بیٹے عطا کیے۔''

اُس کا ہر بیٹا جب بڑا ہوتا، بالغ ہوجاتا تو درویشانہ لباس پہن کر پہاڑوں کی طرف نکل جاتا درویشوں کے ساتھ رہ کر عبادت کرتا، بالآخر وہیں فوت ہوجاتا۔

آخری عمر میں اللہ تعالیٰ نے اسے ایک اور بیٹا عطا کیا، اس بار اُس نے اپنے وزیروں مشیروں کو جمع کیا اور اور کہا لگتا ہے کہ اب میرا وقت قریب آ گیا ہے اور خدشہ ہے کہ کہیں میرا بیٹا بھی اپنے بھائیوں کے نقش قدر پر نہ چل نکلے اور میرا کوئی وارث نہ رہے، لہٰذا اس کو بچپن سے ہی دنیا کا گرویدہ بنا دو، دنیا کی نعمتیں اس کے سامنے ڈھیر کردو، یہ دنیا کی رونق اور زیب وزینت میں کھوکر رہ جائے اور درویشی کا اس کے دل میں خیال تک نہ آئے۔

بادشاہ کے حکم پر انھوں نے محل کے گرد چھ چھ کلومیٹر کی مسافت پر دیوار بنادی۔ چنانچہ وہ بھی جب بڑا ہوا تو دیوار کو دیکھ کر کہنے لگتا ہے، اس یوار کے پیچھے کوئی دوسری دنیا ہے، میں دیکھنا چاہتا ہوں، انھوں نے اِدھر اُدھر اس کا دل بہلا کر اسے روک لیا۔ اس نے نکلنے کی بڑی کوشش کی مگر بادشاہ کے حواریوں نے اسے نکلنے نہ دیا۔

اگلے سال پھر ایسا ہوا، اس سے اگلے سال پھر ایسا ہوا، بادشاہ کو بتایا گیا بادشاہ نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹھیک ہے اسے نکلنے دو۔

دروازہ کھولا گیا، ایک مصیبت زدہ کسی بیماری میں مبتلا شخص پر نظر پڑی، پوچھا یہ کیا ہے! کہا یہ مصیبت زدہ ہے۔ کہا: کیا یہ مصیبت کچھ لوگوں پر آتی ہے اور کچھ پر نہیں آتی، یا سب پر آ سکتی ہے انھوں نے کہا سب پر آ سکتی ہے۔

کہا میری اس شاہانہ زندگی کے باوجود بھی آ سکتی ہے کہا آ سکتی ہے۔ تو انھوں نے کہا:

''کہا یہ زندگی تو پھر گدلی اور غیر شفاف ہے۔''

پھر ایک شخص پر نظر پڑی، بوڑھا اور کمزور اس کی رالیں اس کے سینے پر ٹپک رہی تھیں، پوچھا کون ہے؟ کہا بوڑھا ہے۔ پوچھا بوڑھا کیا ہوتا ہے، بتایا گیا، پھر اس نے وہی سوال کیا کہ کیا یہ سب پر آتا ہے، ہاں میں جواب ملا۔ اس نے پھر وہی جملہ کہا۔

پھر ایک جنازہ گزرا، پوچھا کیا ہے، بتایا گیا جنازہ ہے، کہا اس کو بیٹھاؤ، اس سے بات کرو۔ جواب دیا، یہ بیٹھ نہیں سکتا یہ بات نہیں کرسکتا یہ مر چکا ہے۔ پوچھا کیا یہ موت سب پے آتی ہے؟ کہا ہاں سب پر آتی ہے۔

کہا تو تم لوگ یہ چیزیں مجھ سے چھپا رہے تھے اگر یہ مصیبتیں اور یہ موت مجھ پر اچانک آ جاتی اور مجھے پتہ بھی نہ ہوتا تو میرا کیا بنتا؟ (المجالسه وجواهر العلم: ٢٨٦٨)

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ہم میں سے کسی کو اس بات کی فکر ہے اور کیا ہم نے کبھی اس دن کے لیے تیاری کی فکر کی ہے!

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اس کی فکر پیدا کر دے اور اس دن کی تیاری کے لیے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک سے استفادہ نہ کر سکنے کی وجوہات

﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ (الذاریات: ۵۰)

''پس اللہ کی طرف دوڑو یقیناً میں اس کی طرف سے تمھارے لیے کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کے اہل ایمان پر خصوصی انعامات میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے، ایک بہت بڑا موقعِ غنیمت ہے، اپنی گذشتہ تمام غلطیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کی تلافی کا موقع اور موسم ہے۔

رمضان المبارک کی فضیلت، اس کی افادیت اور اس کی برکت و سعادت کو ہر مسلمان اچھی طرح سمجھتا اور اس پر یقین رکھتا ہے کیونکہ وہ رمضان المبارک کی فضیلت اور برکت و سعادت کے بارے میں بچپن ہی سے گھروں میں، مساجد اور مدارس میں، دینی جلسوں اور محفلوں میں اور حتی کہ گلیوں اور بازاروں میں سنتا چلا آ رہا ہے اور اس کے لیے جو خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے اس کے مناظر بھی اس کے دل و دماغ میں رچ بس گئے ہوتے ہیں۔

مگر اس کے باوجود دیکھنے میں آتا ہے کہ اکثر لوگ رمضان المبارک سے صحیح معنوں میں استفادہ نہیں کر پاتے۔

رمضان المبارک کی اہمیت سے آگاہ، اس سے استفادے کا خواہش مند اور اپنی اس صورت حال پر فکر مند ہر شخص یقیناً یہ جاننا چاہے گا کہ آخر اس کا سبب کیا ہے؟

رمضان المبارک سے مستفید نہ ہو پانے کے اسباب میں کوئی نئی چیز تو ہرگز نہیں ہے، اس کے وہی اسباب و وجوہات ہیں جنھیں لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ رمضان المبارک سے استفادے کی راہ میں بہت ساری روکاوٹوں میں سے بنیادی اور سب سے بڑی روکاوٹیں دو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی ہیں، ایک شیطان اور دوسرا انسان کا اپنا نفس۔

اسی مبارک مہینے میں شیطان سے تو ایک حد تک انسان کو نجات مل جاتی ہے کہ بڑے بڑے سرکش شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَتَاكُمْ شَهْرُ رَمَضَانَ، شَهْرٌمُبَارَكٌ، فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ، تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ تُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَحِيْمِ، وَتُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ لِلّٰهِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ.)) (صحيح الجامع: ٥٥، صحيح الترغيب: ٩٩٩)

"کہ تمھارے پاس رمضان کا مہینہ، برکت کا مہینہ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں، اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اس میں بڑے بڑے سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے اور اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم رہا تو وہ محروم ہے۔"

دوسری طرف نفس کے شر سے بھی ایک حد تک Relief مل جاتا ہے کہ اک خاص ماحول میں رہنے سے برائی سے دور اور نیکی کے قریب ہو جاتا ہے مگر پوری طرح رمضان کی برکتوں سے استفادہ نہیں کر سکتا، اس کی دیگر بہت سی وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی کو صحیح رہنمائی میسر نہیں آتی۔

انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ اسے بہت سے کاموں میں ہمیشہ رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی تو ہر کام میں اور ہر وقت درکار ہوتی ہے، چنانچہ ہمیں یہ دعا سکھلائی گئی ہے کہ: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ "ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔" یعنی زندگی کے ہر شعبے میں صحیح اور سیدھے راستے کی رہنمائی فرما۔

مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے معاملات کو اسباب کے ساتھ منسلک کر رکھا ہے، اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے انسانوں کو بہت سے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ دنیا کے معاملات ہوں یا دین سے ان کا تعلق ہو، صرف معلومات پہنچا دینا کافی نہیں ہوتا بلکہ تزکیہ وتربیت بھی ضروری ہوتا ہے، اوراس کے لیے ایک رہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر انسان میں کچھ نہ کچھ خوبیاں اور صلاحیتیں ضرور موجود ہوتی ہیں، کسی میں کم، کسی میں زیادہ اور کسی میں بہت زیادہ، مگر اُن صلاحیتوں سے کام لینا انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

کچھ لوگ اپنی صلاحیتوں سے خود کام لیتے ہیں اور ایسے لوگ دنیا میں بہت کم ہیں، اکثر لوگوں کو اپنی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے کسی نہ کسی رہنما کی ضرورت ہوتی ہے، اور اگر کوئی مناسب رہنما میسر نہ آئے تو صلاحیتیں ضائع ہو جاتی ہیں یا وہ منفی راہ میں استعمال ہونے لگتی ہیں۔

جب آدمی کو اپنی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں ہوتا، یا اُن کے پنپنے اور پھلنے پھولنے کی صورت نظر نہیں آتی تو وہ اپنے آپ کو کسی ایسی شخصیت کے حوالے کر دیتا ہے جو اُس کی نظر میں مسیحا ہوتا ہے، جو اس کے جذبات واحساسات اور افکار ونظریات کی ترجمانی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

آدمی کی زندگی میں یہ موڑ انتہائی نازک، پُرخطر اور اندیشناک ہوتا ہے، جب وہ اپنے کسی رہنما کا انتخاب کر رہا ہوتا ہے، کیونکہ اس کے پاس انتخاب کا کوئی مستند معیار نہیں ہوتا، اس کے پاس اپنے لیے کسی لیڈر اور رہنما کے انتخاب کی بنیاد صرف اس کے جذبات ہوتے ہیں۔

جبکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اچھے لیڈر اور رہنما کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ انسان کے خود ساختہ معیار سے یکسر مختلف ہیں، اس کی تفصیل میں نہیں جاتے، بس اتنی بات یاد رکھیں کہ لیڈر اور رہنما دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو قرآن پاک کی اصطلاح میں ائمة الهدى کہلاتے ہیں، جن کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣؕ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾ (السجدة : ٢٤)

''اور جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین لاتے رہے تو اُن کے اندر ہم نے ایسے پیشوا اور رہنما پیدا کیے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔''

اور دوسری طرف ایک وہ امام، لیڈر اور رہنما ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں، فرمایا:

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ﴾ (القصص: ٤١)

''اور ہم نے انھیں ایسے امام اور پیشوا بنا دیا جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں۔''

اور احادیث میں ایسے رہنماؤں کی کچھ مزید علامات اور نشانیاں بیان کی گئی ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَكُوْنُ بَعْدِيْ أَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُوْنَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِيْ .))

فرمایا: ''میرے بعد ایسے حکمران بنیں گے جو میری ہدایت کے مطابق لوگوں کی رہنمائی نہیں کریں گے اور نہ ہی میری سنت پر لوگوں کو چلائیں گے۔''

((وَسَيَقُوْمُ فِيْهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّيَاطِيْنِ فِيْ جُثْمَانِ إِنْسٍ .)) (صحيح مسلم: ١٨٤٧)

''اور ان میں ایسے حاکم بھی ہوں گے جو انسانی جسموں میں شیطان کے دل رکھتے ہوں گے۔''

اماموں، لیڈروں اور رہنماؤں کی یہ اقسام اور ان کی صفات جان لینے کے بعد اپنے لیے لیڈر اور رہنما کے انتخاب میں مشکل نہیں ہونی چاہیے۔

اگر آپ عبقری قسم کے انسان نہیں ہیں، اتنے ذہین و فطین نہیں ہیں کہ اپنی صلاحیتوں سے خود کام لے سکیں، جو کہ نہیں ہیں، کیونکہ ایسے لوگ دنیا میں اتنے کم ہیں کہ گویا وہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں بالخصوص اس دور میں، کہ یہ دور قحط الرجال کا دور ہے، یعنی مردوں کا قحط پڑا ہوا ہے، جنس کے اعتبار سے مرد تو بہت ہیں، مگر صفات کے لحاظ سے مرد کوئی اکا دکا اور خال خال ہی نظر آئیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو چونکہ ہم ایسے عبقری قسم کے لوگ نہیں ہیں، لہٰذا ہمیں ایسے رہنماؤں کی ضرورت ہے، جو ہمیں صحیح صحیح قرآن و حدیث کی روشنی میں رہنمائی دے سکیں، ہمارا تزکیہ کر سکیں، ہماری تربیت کر سکیں۔

ہمیں اپنے لیے رہنماؤں کے انتخاب میں انتہائی چوکنا اور بیدار مغز رہنا چاہیے، کیونکہ جب ہم کسی رہنما کا انتخاب کرتے ہیں تو پھر ہم اپنا دل، دماغ، اپنی صلاحیتیں اور قوتیں اُن کے سپرد کر رہے ہوتے ہیں۔

لہٰذا ہمیں اتنا نادان نہیں بننا چاہیے کہ کوئی ہمارے جذبات سے اور ہمارے دل و دماغ سے جس طرح چاہے کھیلتا رہے اور ہماری صلاحیتوں کو جس طرح چاہے استعمال کرتا رہے، وہ ہمیں ناچ گانے اور بے حیائی پر لگا دے تو ہم اس پر لگ جائیں، کوئی کہے کہ دھرنے دو، ہڑتالیں کرو، لوگوں کے راستے بند کر دو، کوئی کام پر نہ جائے، کوئی ایمبولینس نہ گزرنے پائے، پہیہ جام کر دو، یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ جہنم کی طرف بلانا نہیں تو اور کیا ہے۔ ہماری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے، یہ کون سا دین اور کون سا کلچر ہے! اسلام تو کہتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ (الاحزاب: ۵۸)

''جو لوگ مؤمن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں انھوں نے ایک بہت بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔''

تعجب ہے کہ ہم ایسے جہنم کی طرف بلانے والے لوگوں کو آنکھیں بند کر کے اپنا لیڈر اور رہنما مان لیتے ہیں اور اپنا دل، دماغ اور تمام صلاحیتیں ان کے سپرد کر دیتے ہیں۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَحْقِرَنَّ اَحَدُكُمْ نَفْسَهٗ.)) (مسند احمد: ۱۱۲۵۵)

''کوئی تم میں سے اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھے یعنی ہر آدمی کی اپنی ایک حیثیت ہے۔''

غریب ہونے سے اس کی حیثیت اور اس کے مقام کو نقصان نہیں پہنچتا، کم علم ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اس کی حیثیت پر کوئی زد نہیں آتی، اپنی حیثیت پہچانو، لہٰذا اپنا دل اور دماغ، اپنی قوتیں اور صلاحیتیں اور اپنے جذبات کسی کے حوالے نہ کرو، انسان کی حیثیت، بالخصوص ایک مسلمان کی حیثیت اور مقام ومرتبہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا، فرشتوں سے سجدہ کروایا، یاد رکھیں اگر آپ اپنی حیثیت نہیں پہچانیں گے اپنے آپ کو یوں ہی حقیر سمجھتے رہیں گے تو استحصال کرنے والے، لفاظی کے ذریعے لوگوں کو بے وقوف بنانے والے، بے وقوف بناتے رہیں گے۔

اگر آپ اپنی عقل اور اپنی صلاحیتوں کو استعمال نہیں کریں گے تو انھیں کوئی اور استعمال کرے گا، اگر آپ انھیں Use نہیں کریں گے تو انھیں Lose کریں گے۔

خیر یہ تو چند تمہیدی باتیں تھیں، اصل بنیادی بات یہ ہے جو کہ فکر مندی کی بات ہے کہ ہمیں یہ سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود کہ رمضان المبارک ایک بہت بڑی نعمت ہے بہت بڑا موقعِ غنیمت ہے، تلافیٔ مافات کا ایک بہترین موقع ہے، پھر بھی کیوں اس سے مستفید نہیں ہو پاتے!

اس کی یقیناً بہت سی وجوہات ہیں اور ان سب کا احاطہ کسی ایک مختصر سی نشست میں تو نہیں ہوسکتا، اس لیے صرف دو ایک اسباب کا ذکر کرنا چاہوں گا اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیں شاید اس طرح کی رہنمائی کہ ہمیں اس مبارک مہینے کے ایام سے مستفید ہونے کے لیے بالتفصیل اور جزئیات کے ساتھ درجہ بدرجہ، لحہ بہ لحہ بتلایا جائے کہ ہمیں صبح کیا کرنا ہے شام کو کیا کرنا ہے اور رات کو کیا کرنا ہے وغیرہ۔

چلیے یہ بھی جاننے کی کوشش کرکے دیکھ لیتے ہیں مگر اس سے پہلے ایک اور بات سمجھ لینی ضروری ہے اور شاید وہ اس ساری گفتگو کا لب لباب اور خلاصہ ہو اور وہ یہ کہ: جب تک ہم اس مبارک مہینے کو اپنی زندگی کا آخری رمضان سمجھ کر نہیں گزاریں گے بات بنتی ہوئی نظر نہیں آتی، اس کے بغیر رمضان المبارک سے استفادے کا وہ ذوق اور شوق پیدا نہیں ہوسکتا، وہ ہمت پیدا نہیں ہوسکتی، وہ جذبہ، وہ تڑپ وہ لگن پیدا نہیں ہوسکتی، وہ خشوع وخضوع پیدا نہیں ہوسکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رمضان المبارک کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، اُن میں ایک یہ بات بھی بتلائی گئی ہے کہ:

((وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ ، وَذٰلِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ .))

(ترمذي ، كتاب الصوم : ٦٨٢)

''اس مبارک مہینے میں لوگوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے اور یہ عمل اور اللہ کا فضل ہر رات ہوتا ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں اُس خاص وقت کا ذکر بھی فرما دیا گیا ہے فرمایا:

((اِنَّ لِلّٰهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءَ وَ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ .)) (ابن ماجة ، كتاب الصيام : ٦)

''اللہ تعالیٰ ہر روز افطار کے وقت لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔''

اور انسان آزاد کیسے ہوتا ہے؟ کیا آدمی محض صبح سے شام تک کھانا پینا چھوڑ دینے سے آزاد ہو جاتا ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی قطعاً ضرورت نہیں کہ صرف کھانا پینا چھوڑ دے اور باقی کام ویسے جاری رکھے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ .)) (صحيح البخارى: ١٩٠٣)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔''

''رمضان المبارک اُس طریقے پر گزارا جائے جو مطلوب ہے جو احادیث میں بیان ہوا ہے تو ان شاء اللہ جہنم سے آزدی کا پروانہ مل سکتا ہے۔''

جہنم سے آزادی حاصل کرنے کے لیے بالخصوص جو کام ہمیں کرنا ہوگا وہ ہے، نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ کے حضور گڑ گڑا، گڑ گڑا کر دعائیں کرنا۔

اور جب تک دعا میں ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوتی کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں دعا میں وہ اثر پیدا نہیں ہوتا کہ جس سے آدمی کو کچھ تسلی بھی ہو جائے اور سکون سا آ جائے اور بخشش کی امید پیدا ہو جائے۔

تو آیئے رمضان المبارک سے مستفید ہونے کے چند طریقے اور اعمال جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

اُن میں سے ایک یہ ہے کہ سب سے پہلے اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ جو کام اور جو باتیں روزے کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ اور مانع ہیں ان سے بچا جائے کیوں کہ حدیث میں ہے کہ:

((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ.))

”جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا، اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑے رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

”جھوٹ بولنا کیا ہے اور اس پر عمل کرنا کیا ہوتا ہے؟ یوں تو ہر شخص اس کا مفہوم خوب سمجھتا ہے تاہم خلاصہ یہ ہے کہ ہر گناہ کا کام جھوٹ کہلاتا ہے چاہے زبان سے اس کا ارتکاب ہو یا ہاتھ پاؤں سے سرزد ہو۔“

اس دور میں کچھ گناہ کے کام ایسے ہیں کہ وہ کثرت استعمال کی وجہ سے گناہ نہیں سمجھے جاتے، ان کے سرفہرست ٹی وی ہے۔

ٹی وی عام دنوں میں بھی یقینی طور پر آدمی کے اخلاق، اس کے ایمان اور شرم و حیا پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کا ایک لازماً نقصان ہوتا ہے، مگر رمضان المبارک میں ٹی وی اور فیس بک وغیرہ کا نقصان تو کہیں زیادہ ہے۔

رمضان المبارک سے استفادہ کرنا ہو تو ان چیزوں سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔

اس کے بعد پابندی کے ساتھ جو کرنے کے کام ہیں ان میں سے سب سے پہلا کام فرض نمازوں کی ادائیگی ہے، جو کہ باجماعت ہو اور سنتوں کے ساتھ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک کی تلاوت پابندی کے ساتھ ہو، اپنی سہولت کے مطابق اس کا وقت اور مقدار مقرر کرلی جائے۔ تلاوت قرآن پاک کا سب سے مناسب وقت فجر کی نماز کے بعد کا ہے، اور مقدار کم از کم ایک پارہ ہو، اس کے علاوہ باقی نمازوں کے بعد بھی تھوڑی تھوڑی مقدار مقرر کرلی جائے۔ ظاہر ہے کہ تلاوت صبح وشام کے اُن مسنون اذکار و وظائف کے بعد ہے جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں، آیۃ الکرسی ، سید الاستغفار ، اور دیگر اذکار ہیں۔

صدقہ خیرات کا بھی خصوصی اہتمام کیا جائے، اگر ممکن ہو تو روزانہ کی بنیاد پر ہو، ورنہ یک مشت بھی دیا جاسکتا ہے۔

تراویح کا اہتمام ضروری ہے کہ حدیث میں بڑی ترغیب دی گئی اور اجر بیان کیا گیا ہے ، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .))

”جس نے رمضان میں ایمان کی حالت اور ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“

اسی طرح دعائیں بھی نہایت اہتمام کے ساتھ ہونی چاہیں، اور آخر میں روزے کی حفاظت بھی نہایت ضروری ہے چنانچہ چغلی، غیبت اور فضول گوئی جو کہ گپ شپ کہلاتی ہے اس سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔ ایسے ہی بیت اللہ کا طواف بھی رمضان المبارک سے استفادے کا ایک بہترین ذریعہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

((مَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ سَبْعًا وَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَانَ کَعِتْقِ رَقَبَةٍ .))

(شعب الایمان: ۳۷۵۱ ، صحیح الجامع : ۶۳۷۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے بیت اللہ کے سات چکر لگا کر طواف کیا اور دو رکعات نماز پڑھی تو وہ ایک غلام آزاد کرنے جیسا ہے۔“

اب سوال یہ ہے کہ اتنے سارے کام جب پابندی کے ساتھ کرنے ہوں تو وقت کہاں سے لائیں گے؟ تو وقت پیدا کرنے کا ایک بڑا آسان سانسخہ ہے اگر اس پر عمل کرسکیں تو پھر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آدمی کے پاس وقت ہی وقت ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اس رمضان کو دل کی گہرائیوں سے اپنی زندگی کا آخری رمضان سمجھ لیں، اور پھر اس کا کرشمہ دیکھیں۔ رمضان المبارک سے استفادے کی ایک صورت اور تدبیر یہ بھی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو روزہ داروں کی روزہ کشائی کا اہتمام کیا جائے اور روزہ افطار کرانے کا اجر وثواب تو آپ کو معلوم ہی ہوگا:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا)) (ترمذي ، كتاب الصوم : ٨٠٧)

”جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کرایا، اسے بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا روزہ رکھنے والے کو ملے گا، جب کہ روزہ دار کے اجر سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا۔“

خلاصہ یہ کہ رمضان المبارک کے روزے فرض کرنے کا جو مقصد اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے وہ ہے تقویٰ کا حصول، اور تقوی کے حصول کے لیے جو کوئی بھی نیک عمل ممکن ہو ضرور کریں، تقوی حاصل ہو جائے تو اس کے اور بہت سارے ذیلی فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا تقوی کے حصول کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرنے، اس کی طرف رجوع کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے انسان کو کس طرح جدوجہد کرنی چاہیے، اس کے لیے قرآن و حدیث میں ترغیب دینے کے لیے مختلف الفاظ اور مختلف پیرائے اور انداز اختیار کئے گئے ہیں۔ مگر سب سے پرکشش اور سب سے پرزور انداز شاید اس سے زیادہ کوئی اور نہ ہو۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ﴾ (الذاريات: ٥٠)

”اللہ کی طرف بھاگو۔“

اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور رغبت کرنے کے لیے (سَارِعُوْا) جلدی کرو، (سَابِقُوْا) دوڑ لگاؤ، ایک دوسرے سے آگے نکلنے اور سبقت لے جانے کی کوشش کرو، وغیرہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں، مگر (فَفِرُّوْا) لفظ فرار سے ہے، جس کا معنی ہوتا ہے ڈر کر بھاگنا۔

اب یہاں کس سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنا مراد ہے؟ خود اللہ تعالیٰ سے ڈر کر،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس کے عذاب اور عقاب سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنا ہے۔ اس کی تائید میں متعدد احادیث ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْكَ ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ .))

''اے اللہ! میں تیری ناراضی سے بچتے ہوئے تیری خوشنودی کی پناہ مین آتا ہوں، اور تیری سزا سے بچتے ہوئے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں، اور میں تجھ سے (تیرے غیض وغضب سے) تیری (رحمت کی) پناہ چاہتا ہوں میں تیری تعریفیں شمار نہیں کرسکتا، تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی صفات بیان فرمائی ہیں۔''

اس میں ایک لفظ ہے (و اعوذ بك منك) تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

تفصیل ان شاء اللہ پھر کبھی عرض کریں گے، اس وقت ذرا اس بات پر غور کرتے ہیں۔ شاید کبھی آپ نے دیکھا ہو، اگر نہ دیکھا ہو تو تصور بھی کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی چیز سے ڈر کر بھاگے، کسی ایسی مصیبت سے جس کے بارے میں اس کو یقین ہو کہ اگر اس کی گرفت میں آ گیا تو یقیناً مارا جائے گا، فرض کر لیجئے: شیر سے ڈر کر بھاگ رہا تو اس کی کیفیت کیا ہوگی، کیا اس کو کسی اور چیز کی فکر ہوگی، کیا وہ کسی محفوظ جگہ پر پہنچنے سے پہلے کہیں رکے گا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اسے اپنی نجات اور اپنے بچاؤ کی فکر دامن گیر ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کی طرف ڈر کر بھاگنا بھی کچھ ایسے ہی معنوں میں ہے، مگر اس کے ساتھ ہی اس لفظ میں ایک نہایت ہی خوبصورت تلمیح بھی پائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ عموماً آدمی جس سے ڈرتا ہو تو اس کی طرف نہیں بھاگتا، بلکہ اس سے دور بھاگتا ہے، مگر یہاں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر خود اس ہی کی طرف بھاگنے کا حکم ہے، جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر بھاگو مگر یہ بھی جان لو کہ اس کے سوا کہیں پناہ بھی نہیں ہے، اس لیے لامحالہ اس سے ڈر کر اسی کی طرف بھاگنا ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک سے استفادے کی راہ میں روکاوٹیں

﴿ فَفِرُّوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۖ إِنِّى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝٥٠ ﴾ (الذاریات: ۵۰)

"پس اللہ کی طرف دوڑو یقیناً اس کی طرف سے تمھارے لیے کھلا ڈرانے والا ہوں۔"

رمضان المبارک کی اہمیت و فضیلت اور اس کے بابرکت و باسعادت ہونے کے حوالے سے مسلمانوں کی غالب اکثریت بہت حد تک آگاہ ہے اور لوگ اس سے مستفید ہونا بھی چاہتے ہیں، مگر شاید مسلمانوں کی غالب اکثریت اُس سے صحیح معنوں میں مستفید نہیں ہو پاتی، اور سبب اِس کا کوئی ایک نہیں، بلکہ متعدد اسباب ہیں اور پھر اُن متعدد اسباب کے متعدد ذیلی اسباب بھی ہیں، گذشتہ جمعے اُن میں سے چند بنیادی اسباب کا ذکر ہوا اور مزید اُن میں سے چند ایک کچھ یوں ہیں: دین سے لاعلمی اور پھر اپنے ہی جیسے بعض دین سے لاعلم لوگوں کی صحبت، دنیا کی شدید محبت، اور اس کے ضائع ہونے کا ڈر اور خوف، پست ہمتی اور ایمان کی کمزوری وغیرہ۔

رمضان المبارک میں ایمان کے درجات بلند کرنے والے اسباب و وسائل اور ذرائع تو الحمد للہ بہت میسر ہوتے ہیں، لیکن پھر بھی ایمان کا درجہ اِس حد تک بلند نہیں ہو پاتا کہ ہم رمضان المبارک کی برکتوں سے صحیح معنوں میں مستفید ہو سکیں۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان بلند کرنے والے اسباب اگرچہ بہت ہیں مگر اس کو کم کرنے والے اور تہہ تیغ کرنے والے اسباب اس سے کہیں زیادہ، مسلسل اور پیہم ہیں، لگاتار اور پے در پے ہیں اور بکثرت پائے جاتے ہیں۔

ایمان کی کمی اور زیادتی رمضان المبارک سے استفادے اور عدم استفادہ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے، اس میں تو کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے کہ ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن وحدیث میں بکثرت دلائل موجود ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں: اللہ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ ﴾ (الانفال: ٢)

''سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں۔''

اسی طرح اور بہت سی آیات ہیں۔ اور حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ ، وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ .))

''جنت والے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جہنم والے جہنم میں۔''

((ثُمَّ يَقُوْلُ عَزَّوَجَلَّ .))

پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

((اَخرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ .)) (صحيح البخاری : ٢٢)

''ہر اُس شخص کو جہنم سے نکال لو جس کے دل میں رائی یعنی سرسوں کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔''

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الایمان میں لائے ہیں اور اس کے لیے باب باندھا ہے:

((بَابُ تَفَاضُلِ أَهْلِ الْإِيْمَانِ فِي الْأَعْمَالِ))

''اہل ایمان کا اعمال میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان میں اُتار چڑھاؤ اور کمی اور زیادتی ہوتی ہے۔''

اور اسی طرح وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَخْلَقُ فِيْ جَوْفِ اَحَدِكُمْ كَمَا يَخْلَقُ الثَّوْبُ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ایمان تم میں سے کسی کے سینے میں یوں بوسیدہ ہوجاتا ہے جس طرح کپڑا بوسیدہ ہوتا ہے۔''

((فَاسْأَلُوا اللّٰہَ تَعَالیٰ اَنْ یُجَدِّدَ الْاِیْمَانَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ .))

(صحیح الجامع : ۱۵۹۰)

''پس اللہ تعالیٰ سے سوال کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کی تجدید فرمادے۔''

اور اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں، تو ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے، اور ایمان کی کمی اور کمزوری رمضان المبارک سے استفادے کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔

تو ایمان کا بڑھانا اور مسلسل بڑھاتے رہنا ایک مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے، کیونکہ ایمان کبھی مستقل ایک حالت پر قائم نہیں رہتا، کہ ایمان دل میں ہوتا ہے اور دل کے لیے عربی میں قلب کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کا معنی ہی الٹ پلٹ ہوتے رہنا ہے لہٰذا اس کو ثبات ہرگز نہیں ہے۔

چنانچہ دل کی اسی کیفیت کو آپ ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

((لَقَلْبُ ابْنِ آدمَ اَسْرَعُ تَقَلُّباً مِنَ الْقِدْرِ اِذَا اسْتَجْمَعَتْ غَلَیَاناً .))

(السنة لابن ابی عاصم: ۲۲۶ ، المعجم الکبیر للطبراني : ۵۹۹)

''ابن آدم کا دل اس ہنڈیا سے بھی زیادہ متقلب ومضطرب ہوتا ہے کہ جب وہ اُبلنے پر آتی ہے۔''

اور ایک حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا سُمِّیَ الْقَلْبُ مِنْ تَقَلُّبِہٖ .))

''لفظ قلب اُس کے متقلب و بے قرار ہونے سے ہے۔''

یعنی تقلب کا معنی الٹ پلٹ ہونا اور بے قرار ومضطرب ہونا ہے اور لفظ قلب بھی اس سے ماخوذ ہے جو کہ دل کے لیے مستعمل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((اِنَّمَا مَثَلُ الْقَلْبِ كَمَثَلِ رِيْشَةٍ مُعَلَّقَةٍ فِيْ اَصْلِ شَجَرَةٍ تُقَلِّبُهَا الرِّيْحُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ .)) (مسند احمد: ١٩٦٦١)

فرمایا: ''دل کی مثال اُس پر کی سی ہے جو درخت کے تنے کے ساتھ لٹکا ہوتا ہے، ہوا اُسے اوپر تلے کرتی رہتی ہے۔''

تو دل کی کیفیت اور اس کی اہمیت کے بارے میں بہت سی آیات و احادیث ہیں جس کے لیے ایک مستقل نشست درکار ہے، دل کی اہمیت اور اس کی اسی کیفیت کے حوالے سے آپ ﷺ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ، ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰى دِيْنِكَ .))

''اے دلوں کو اُلٹ پلٹ کرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔''

تو جب دل یوں ہر دم متقلب ہوتا رہتا ہے، تو اس میں موجود ایمان بھی ہر دم کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے، مگر ایمان کی کمی اور زیادتی کے حوالے سے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ایمان کے زیادہ کرنے کے لیے محنت درکار ہوتی ہے جبکہ ایمان کو کم کرنے والے اسباب و وجوہات بکثرت موجود ہیں جو کہ مسلسل و پیہم عمل میں رہتے ہیں اور غیر مرئی اور غیر محسوس بھی ہوتے ہیں۔

چنانچہ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان کو اپنے ایمان کو بڑھانے اور اس میں مسلسل اضافہ کرتے رہنے کی کس قدر اشد ضرورت ہے۔

ایمان کو مسلسل بڑھاتے رہنے کی ضرورت و اہمیت کو سمجھنا ہو تو اس حقیقت کو سامنے رکھیں کہ اگر آدمی کا ایمان بڑھ نہیں رہا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کم ہو رہا ہے، اور جیسے جیسے ایمان کو کمزور کرنے والے اسباب و وجوہات بڑھتے جائیں گے ایمان کم ہوتا جائے گا۔

یوں تو ایمان کو کمزور کرنے والے اسباب و وجوہات ہر دور میں بہت رہے ہیں، مگر اِس دور میں تو اس کثرت سے ہیں کہ ان سے بچنا تقریباً ناممکن ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ والا واقعہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ جب انھوں نے اپنا ایمان کمزور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہوئے محسوس کیا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے منافقت سے تعبیر کیا، کہ لگتا ہے کہ میں منافق ہو گیا ہوں۔

اُن کے ایمان کی کمزوری یقیناً ہماری ایمان کی کمزوری جیسی نہیں تھی کہ معاذ اللہ وہ کسی گناہ کے مرتکب ہوتے ہوں، سودی کاروبار کرتے ہوں، شراب اور خنزیر بیچتے ہوں، نمازوں میں سستی اور کاہلی سے کام لیتے ہوں وغیرہ۔

اور پھر اُن کے ایمان کی کمزوری کا سبب کیا تھا؟ صرف یہ کہ بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کچھ دیر خوش گپیوں میں مصروف ہوتے تو محسوس کرتے کہ ایمان کا حال وہ نہیں رہا جو آپ ﷺ کی محفل میں بیٹھ کر ہوتا ہے، حالانکہ ان کے بیوی بچے بھی انھی کی طرح دیندار اور نیک و پارسا ہوتے تھے۔

آج ہم بے دین دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر اور گپ شپ لگا کر سمجھیں کہ ہمارا ایمان کمزور نہیں ہوا۔ اس کا کچھ نہیں بگڑا، ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر سمجھیں کہ ہمارے ایمان کو نقصان نہیں پہنچا اور دیگر بے شمار قسم کے گمراہ کن مناظر دن بھر دیکھتے رہیں اور پھر سمجھیں کہ ہمارے ایمانوں پر کوئی آنچ نہیں آئی۔

ہم جھوٹ بولیں اور ایمان میں فرق نہ آئے، فراڈ کریں اور ایمان نہ بگڑے، چغلی، غیبت اور گالی گلوچ کریں اور سمجھیں کہ ایمان میں کوئی دراڑ پیدا نہیں ہوئی۔ تو یہ کوئی سادگی اور بھول پن نہیں ہے، بلکہ یہ سراسر بے حسی ہے، یہ تجاہل عارفانہ ہے، یعنی جان بوجھ کر انجان بننا ہے۔

تو بات یہ ہو رہی تھی کہ ایمان خود بخود غیر شعوری طور پر اور لامحالہ کم ہوتا ہے۔ مگر ایمان کو بڑھانے کے لیے خوب سعی و جہد کرنا پڑتی ہے۔

پہاڑ سے اترتے ہوئے آدمی اس تیزی اور اس آسانی اترتا ہے کہ اگر وہ سنبھل کر نہ چلے تو اس کے گرنے کے قوی امکانات ہوتے ہیں، مگر پہاڑ پر چڑھنے کے لیے اسے کس قدر جدوجہد کرنا پڑتی ہے، ہر آدمی اچھی طرح سمجھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دریا کے بہاؤ کی سمت تیرتے ہوئے کچھ زیادہ محنت درکار نہیں ہوتی، مگر اس کی مخالف سمت پر تیرتے ہوئے آدمی کو خوب زور لگانا پڑتا ہے۔

اس کمزور ایمان کے ساتھ ہم چاہیں کہ ہم رمضان المبارک سے مستفید ہوں تو یہ ایک خواہشِ ناتمام ہے، رمضان المبارک سے مستفید ہونے کے لیے ہمیں اپنے ایمان کو بڑھانا ہوگا اور اس لیول پر لانا ہوگا کہ جس سے ہم رمضان المبارک کی برکتوں اور سعادتوں سے مستفید ہوسکیں۔

ہم اگر جائزہ لیں کہ ہم نے ان مبارک ایام میں، اس مبارک مہینے کی سعادتوں سے مستفید ہونے کے لیے کیا کیا ہے تو شاید ہم کوئی معقول بات پیش نہ کرسکیں۔

ہم رمضان المبارک سے مستفید ہونے کے لیے کتنی تڑپ رکھتے ہیں، کتنا ذوق اور شوق رکھتے ہیں اور اس کے لیے کتنی جدوجہد کررہے ہیں، اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا اپنا جائزہ لیں، اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور ایمانوں کو ٹٹولیں۔

حدیث میں ہے، حضرت **واقد اللیثی** رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں،

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ .))

''رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔''

((اِذْ اَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ .))

''کہ تین لوگ حاضر ہوئے۔''

((فَاَقْبَلَ اِثْنَانِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ ذَهَبَ وَاحِدٌ .))

''ان میں سے دو تو آپ ﷺ کی طرف بڑھے جبکہ تیسرا چلا گیا۔''

((قَالَ: فَوَقَفَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .))

''وہ آپ ﷺ کے پاس آکر کھڑے ہوگئے۔''

((فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا .))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اُن میں سے ایک نے اُس حلقے میں ایک خالی جگہ دیکھی اور اس میں بیٹھ گیا۔''

((وَاَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ .))

''جبکہ دوسرا ان بیٹھے ہوئے لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا۔''

((وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا .))

''اور تیسرا شخص مڑ کر چلا گیا۔''

فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ؟))

جب آپ ﷺ فارغ ہوئے، تو فرمایا: ''کیا میں تمھیں تین لوگوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟''

((اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰی اِلَی اللّٰهِ فَآوَاهُ اللّٰهُ .))

''اُن میں سے ایک نے اللہ کے پاس جگہ حاصل کرنا چاہی، تو اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دے دی، ٹھکانہ دے دیا۔''

یعنی اس کی کوشش کو قبول کرتے ہوئے اسے اپنے قریب کرلیا اور جگہ دے دی۔

((اَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا ، فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ .))

''جبکہ دوسرے نے کچھ حیا کی، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے حیا کی۔''

یعنی اس نے حیا کی کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے جائے، چنانچہ وہ وہیں لوگوں کے پیچھے ہی بیٹھ گیا، یعنی اس نے آگے جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی بجائے شرم کے مارے وہیں پیچھے ہی بیٹھنا پسند کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اُس سے حیا کرتے ہوئے اسے بھی اپنی رحمت میں شامل کرلیا۔

((وَاَمَّا الْآخَرُ فَاَعْرَضَ ، فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ .))

(صحیح البخاري: ٦٦)

''البتہ تیسرے نے اعراض کیا، اس سے منہ پھیر کر چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس سے اعراض کیا۔"

یعنی تیسرے شخص نے اُس مجلس کو اتنی اہمیت نہ دی، اس کے ذوق وشوق نے اسے آگے بڑھنے یا کم از کم وہیں پیچھے بیٹھ جانے پر آمادہ نہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا اور اس کو اپنی رحمت میں نہ ڈھانپا اور اس سے ناراضی کا اظہار کیا۔

یہاں تیسرے شخص پر اللہ تعالیٰ کا اپنی ناراضی دکھانا، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شخص کسی ضرورت، کسی کام اور عذر کی بنا پر وہاں سے نہیں گیا تھا بلکہ اس کو اہمیت نہ دیتے ہوئے چلا گیا تھا، چنانچہ اس کے لیے اعراض کا لفظ بولا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے جانا۔

اب ہم اگر ایمان داری سے اس بات کا جائزہ لینا چاہیں کہ ہم رمضان المبارک سے مستفید ہونے کے لیے کس حد تک مخلص اور سنجیدہ ہیں، تو ہمیں اپنے آپ کو اُن پہلے دو لوگوں میں کہیں نہ کہیں ڈھونڈنا ہوگا۔ اور اللہ نہ کرے کہ تیسری کیٹگری میں ہمارا شمار ہو۔

اگر ہم یہ کہیں کہ ہم خطبہ جمعہ بڑے ذوق وشوق سے سنتے ہیں اور کہیں درس وغیرہ ہو رہا تو وہ بھی بڑے انہماک سے سنتے ہیں، جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ ذوق وشوق رکھتے ہیں اور رمضان المبارک سے استفادے میں سنجیدہ ہیں تو اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ محض اتنی سی سعی و جہد کافی نہیں ہے۔ ایک تو اس لیے کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَدْ يَعْرِضُ عِنْدَ سِمَاعِ الْمَوَاعِظِ لِلسَّامِعِ يَقَظَةٌ .))

"وعظ ونصیحت سنتے وقت کبھی سامعین کو بیداری حاصل ہوتی ہے۔"

((فَإِذَا انْفَصَلَ عَنْ مَجْلِسِ الذِّكْرِ عَادَتِ الْقَسْوَةُ وَالْغَفْلَةُ .))

جونہی مجلس وعظ ختم ہوئی پھر سے وہی غفلت اور قساوت قلبی لوٹ آئی۔"

اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ:

((أَنَّ الْمَوَاعِظَ كَالسِّيَاطِ .))

"کہ وعظ کوڑوں کی طرح ہوتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَالسِّيَاطُ لَا تُؤْلِمُ بَعْدَ انْقِضَائِهَا إِيْلَامُهَا وَقْتَ وُقُوْعِهَا.))

(صيد الخاطر : ١٤)

''اور کوڑے پڑتے وقت جو درد ہوتی ہے، جب کوڑے پڑنے بند ہو جاتے ہیں تب وہ درد نہیں کرتے۔''

اور دوسری بات یہ ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کوئی بھی کامیابی کے ساتھ امتحان پاس کر لینے کے لیے ہفتے میں صرف ایک بار پڑھ لینا کافی نہیں ہوتا، کسی موضوع کو سمجھنے، ذہن نشین کرنے اور اس پر گرفت حاصل کرنے کے لیے اسے بار بار پڑھنا اور سمجھ کر پڑھنا ضروری ہوتا ہے اور ہم ایک ایسی جنت حاصل کرنا چاہتے کہ جس کا عرض زمین و آسمان ہے اور ایسی جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ جس کی آگ محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکے گی۔ اور اس کے لیے صرف ایک خطبہ سننے پر اکتفا کر لینا! آپ ہی کہیے کیا اس کو سنجیدگی کہتے ہیں، کیا اس کو رمضان المبارک سے مستفید ہونے کے لیے سنجیدہ کوشش کہا جا سکتا ہے؟

گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے آخری بات عرض کرنا چاہوں گا، گذشتہ جمعے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنے کا ذکر ہو رہا تھا کہ:

((ففروا الى الله.)) ''بھاگو اللہ کی طرف۔''

یہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو رجوع الی اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے ایک ایسی تعبیر اختیار فرمائی جو انتہائی جامع اور انتہائی معنی خیز ہے۔

ذرا تصور کیجئے کہ انسان جب کسی ایسی چیز سے ڈر کر بھاگتا ہے جس سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے، یقیناً انتہائی بھیانک اور خوفناک، اور ایسی خوفناک کہ جب تک اسے کہیں پناہ نہ مل جائے اس کا ڈر اور خوف ختم نہیں ہوتا، اس کی بے قراری اور بے چینی ختم نہیں ہوتی، چنانچہ وہ مسلسل اس فکر اور کوشش میں رہتا ہے کہ کسی طرح اس کی جان بچ جائے، تو ہمیں بھی کچھ ایسی ہی کوششوں کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟

﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ﴾ (الذاریات: ٥٠)

”پس تم اللہ کی طرف دوڑو یقیناً میں اس کی طرف سے تمھارے لیے ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔“

ماہ رمضان، یہ ماہ مبارک کہ جس سے آج کل ہم گزر رہے ہیں اس کے بابرکت و باسعادت ایام اور ساعات ولمحات بڑی تیزی سے گزرتے ہوئے دوعشرے قصۂ پارینہ اور ماضی کا حصہ بن چکے ہیں، کل سے تیسرا اور آخری عشرہ شروع ہونے والا ہے۔

وقت کا تیزی سے گزرنا ایک بہت بڑی حقیقت ہے اگرچہ خصوصی طور پر اس کا شمار علاماتِ قیامت میں ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ .))

”قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمانہ قریب آجائے گا وقت جلدی جلدی گزرنے لگے گا۔“

((فَتَكُوْنُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ .))

”سال مہینے کے برابر ہوجائے گا۔“

((وَيَكُوْنُ الشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ .))

”مہینہ ہفتے کے برابر ہوجائے گا۔“

((وَتَكُوْنُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ .))

”اور ہفتہ دن کی طرح گزرنے لگے گا۔“

((وَيَكُوْنُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ .))

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''اور دن گھنٹے کی طرح۔''

((وَتَكُوْنُ السَّاعَةُ كَاحْتِرَاقِ السَّعَفَةِ الْخُوصَةِ .))

(ابن حبان : ٦٨٤٢)

''اور گھنٹہ کھجور کی شاخ کے خشک پتوں کے جلنے کے وقت کی طرح گزر جائے گا۔''

تو تقاربُ الزمان، وقت کا قریب آ جانا ایک حقیقت ہے اور اُس کی ایک شکل ہم گاڑیوں اور جہازوں اور ریڈیو اور ٹی وی کی صورت میں دیکھ رہے ہیں، البتہ اس کی وہ محسوس شکل کہ سال مہینے کی طرح اور مہینے ہفتوں کی طرح گزرنے لگیں تو وہ ابھی باقی ہے اور وہ بھی ناممکن و مستحیل نہیں ہے، جیسا کہ دجال کے بارے میں احادیث میں مذکور ہے کہ ایک بار آپ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مزید تفصیل جاننے کی غرض سے عرض کیا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا لَبْثُهُ فِي الْأَرْضِ ؟ قَالَ: اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا ، يَوْمٌ كَسَنَةٍ ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ اَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ .

''اے اللہ کے رسول ﷺ وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس دن، ایک دن ایک سال کا اور ایک دن ایک مہینے کا، اور ایک دن ایک جمعے کا، اور اس کے باقی ایام تمھارے دنوں کی طرح ہوں گے۔''

قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ أَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلَاةُ يَوْمٍ؟ قَالَ: ((لَا ، أُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ .)) (صحيح مسلم: ٢٩٣٧)

ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا، کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس کے اوقات کا اندازہ لگاؤ۔''

''تو دجال دنیا میں چالیس دن رہے گا، جن میں سے اُس کا پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، دوسرا دن ایک مہینے کے برابر، اور تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر، اس کے بعد باقی ۳۷ روز عام دنوں کی طرح ہوں گے، تو وقت حسی طور پر لمبا یا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

چھوٹا ہوسکتا ہے۔“

﴿ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴾ (ابراهيم: ٢٠)

”اور ایسا کرنا اللہ کے ہاں کچھ بھی دشوار نہیں ہے۔“

اور وقت اس تیزی سے اگر نہ بھی گزرے تو بھی تیز ہی متصور ہوگا، کیونکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ: (كُـلُّ مَـاهُو آتٍ قريبٌ) ہر وہ چیز جو حتمی طور پر آ کر رہنے والی ہو قریب ہوتی ہے، اُس کا دورانیہ چاہے ہزاروں سال پر محیط ہو وہ قریب ہی شمار کی جائے گی۔

یہ انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ ایک طویل مدت کو دور سمجھ بیٹھتا ہے اور اس کے نتائج چونکہ فوری طور پر ظاہر ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے، چنانچہ وہ اُن کی طرف سے غافل ہوجاتا ہے اور ایسی غفلت کا شکار ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی بے راہ روی کے نتائج اور انجام کو سرے سے ہی فراموش کر بیٹھتا ہے، ذہن سے نکال دیتا ہے، مگر اس کے فراموش کر دینے اور ذہن سے نکال دینے سے حقیقت ٹل نہیں جاتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (البقرہ: ٩٦)

”تم انھیں یعنی یہودد کو سب سے بڑھ کر جینے کا حریص پاؤ گے، حتی کہ یہ اس معاملے میں مشرکوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں، اُن میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح ہزار برس جیئے، حالانکہ لمبی عمر اسے عذاب سے تو دور نہیں پھینک سکتی۔“

تو جب لمبی عمر کا نتیجہ بھی وہی رہنے والا ہے، جو مختصر عمر کا ہے تو پھر لمبی عمر کے دھوکے میں آ کر اس سے غفلت و اعراض کیوں اور عمل میں کوتاہی کیوں!

وقت جب نارمل طریقے سے، معمول کے مطابق گزر رہا ہو تو اس میں کسی سستی اور

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کوتاہی کا آدمی متحمل نہیں ہوسکتا، اس میں کاہلی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، چہ جائیکہ وقت نسبتاً تیزی سے گزر رہا ہو، اوسط عمر جو کہ ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہے سے تجاوز کر چکا ہو تو تلافیٔ مافات کا جو سنہری موقعہ رمضان المبارک کی صورت میں دستیاب ہے اُس سے کوئی عقلمند آدمی کیسے صرف نظر کرسکتا ہے، اُسے پس پشت ڈالتے ہوئے دنیا میں کیسے مگن ہوسکتا ہے۔

وقت کو غنیمت جاننا عقل مند آدمی کا سرمایہ حیات ہے اور بالخصوص جب کسی موقعہ غنیمت کی اہمیت کو نہایت ہی پُر زور انداز میں بیان کیا گیا ہو، کوئی عقل مند انسان کس طرح نظر انداز کر کے دنیا میں کھوسکتا ہے!

رمضان المبارک کی اہمیت کن زوردار الفاظ میں بیان کی گئی ہے آپ نے یقیناً بہت بار سنی ہوگی، ایک بار پھر سنیئے اور غور کیجئے کہ ماجرا کیا ہے: جبریل علیہ السلام ایسے شخص کے لیے بددعا کررہے ہیں جو رمضان المبارک سے یوں استفادہ نہ کرسکے کہ جس سے اپنے آپ کو بخشوا سکے اور مغفرت حاصل کرسکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آمین فرمارہے ہیں۔

کیا اب بھی رمضان المبارک کی اہمیت سمجھ نہیں آئی یا سمجھنا ہی نہیں چاہتے!

اس مبارک مہینے کے دوعشرے گزر چکے ہیں، ہم نے اُن میں کیا کھویا اور کیا پایا، اگر ہم رمضان المبارک سے استفادے کے لیے سنجیدہ ہیں تو ہمیں اس کا جائزہ لینا ہوگا اور اُس کے مطابق آئندہ کا لائحہ عمل طے کرنا ہوگا۔

تو خیر ہماری مجموعی طور پر جو حالت ہے اُس سے ہم سب آگاہ ہیں، سوال یہ ہے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ اس قدر بھرپور ترغیب کا اور شدید وعید اور ترہیب کا ہم پر اثر کیوں نہیں ہوتا؟

تو اصل بات یہ ہے کہ جسے جانے بغیر کوئی چارہ نہیں، ہم چیں بجبیں ہوں، یا چون و چرا کریں، اسے جاننا ضروری ہے اگر ہم رمضان المبارک سے استفادے کے لیے مخلص ہوں تو، اور وہ یہ ہے کہ ہمارے دل سخت ہو چکے ہیں اور دلوں کی سختی بہت بڑی بدبختی، بدنصیبی اور محرومی ہے۔ اور دلوں کی سختی کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ دل وعظ و نصیحت سے اثر نہیں لیتے، عبادات خشوع وخضوع سے عاری ہوتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم اگر اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور اپنی اپنی کیفیت جاننا چاہیں تو سب کچھ عیاں ہو جائے گا اور ہم اپنی خوبیوں اور خامیوں کو خوب جان سکیں گے۔

مگر کسے پڑی ہے کہ وہ اپنی دنیا کی زندگی اور معمولاتِ زندگی کا مزہ کرکرا کرے اور رنگ میں بھنگ ڈالے اور وہ جو دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے اسے بے مزہ کر لے۔

دلوں کی سنگینی تمام تر برائیوں کی جڑ ہے، اور اللہ کے قرب اور تقوی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اور دلوں کی نرمی اور رقت ہر قسم کی خیر اور بھلائی اور تقوی کے حصول کا اک ذریعہ ہے۔

دلوں کی نرمی اور سلامتی حقیقی کامیابی کے لیے لازم اور مطلوب و مقصود ہے کہ:

﴿ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ ﴾

(الشعرا: ۸۸ ۔ ۸۹)

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے الفاظ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں ذکر فرمائے ہیں کہ ﴿ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴾ اور مجھے اُس دن رسوا نہ کرنا جبکہ سب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، ﴿ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴾ جس دن نہ مال کوئی فائدہ دے گا اور نہ اولاد ﴿ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴾ سوائے اِس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔

تو دلوں کی سلامتی قیامت کے روز واحد ذریعہ نجات ہوگا اس لیے دلوں کی حفاظت، صفائی ستھرائی اور پاکیزگی اور سلامتی کی فکر ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہونا چاہیے۔

متعدد آیات و احادیث میں اس کی اہمیت کو خوب اجاگر کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ﴾ (الزمر: ۲۲)

”وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے پس وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر چل رہا ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یعنی جس کا سینہ تنگ ہے، پتھر کی طرح سخت ہو چکا ہے جو اسلام کی باتوں اور نصیحتوں کو قبول نہیں کرتا، کیا وہ ایک جیسے ہو سکتے ہیں، یقیناً نہیں۔

چنانچہ پھر ایسے دل والوں کے لیے وعید بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ﴾

''تباہی ہے اُن لوگوں کے لیے جن کے دل اللہ کی نصیحت سے اور زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔''

اور ایک مقام پر دلوں کی سختی کی مذمت کرتے ہوئے اور اہل ایمان کو اس سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑯﴾ (الحدید: ١٦)

''کیا اہل ایمان کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں! اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدت اُن پر گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے۔''

یعنی اہل کتاب کی بے حسی، دل کی مردنی اور اخلاق کی پستی پر جب ایک مدت گزر گئی اور انھوں نے اپنی اصلاح کی فکر اور کوشش نہ کی تو اُن کے دل سخت ہو گئے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے سینوں میں اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور جاننے کی کوشش کریں کہ کہیں دل سخت تو نہیں ہو گئے!

دلوں کی سختی کی بہت سی اور واضح علامات ہیں، اُن میں سے چند ایک پر ہی غور کر لیجیے، معاملہ کھل کر سامنے آ جائے گا۔

❁ اللہ کا ذکر اور اس کا کلام سن کر اور وعظ و نصیحت سن کر کبھی دل میں رقت پیدا ہوئی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنکھوں سے آنسو ٹپکے؟

- کبھی کسی یتیم کو دیکھ کر سینے سے درد بھری آہ نکلی؟
- کبھی کسی مظلوم و بے بس اور کسی تکلیف میں مبتلا شخص کو دیکھ کر دل میں شفقت و رحمت نے جوش مارا؟
- کبھی اللہ کے عذاب سے ڈر کر رونگٹے کھڑے ہوئے اور جسم میں کپکپی طاری ہوئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے؟
- اور اگر وقفے وقفے سے دل پر ایسی کیفیت طاری نہیں ہوتی تو پھر جان لیجئے کہ دل سخت ہو چکے ہیں لہٰذا اب ان کے علاج کی فکر کیجئے۔

اور علاج سے پہلے دل کی سختی کے اسباب جاننا بھی ضروری ہے تاکہ ان سے اجتناب کر سکیں۔ دلوں کی سختی کا ایک عمومی سبب تو کثرتِ ذنوب و معاصی ہے جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾ (المطففين: ١٤)

"ہرگز نہیں! بلکہ دراصل اُن لوگوں کے دلوں پر اُن کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔"

اور ایسے ہی حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ ذَنْبًا كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ .))

"بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔"

((فَإِنْ تَابَ وَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ .))

"اگر وہ توبہ کر لے، گناہ ترک کر دے اور استغفار کرے تو اُس کا دل صیقل ہو جاتا ہے، قلعی ہو جاتا ہے۔"

((وَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰى يَعْلُوَ قَلْبَهُ .))

"لیکن اگر وہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہی چلا جائے تو پھر وہ نقطہ اور دھبہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَذَلِكَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ .)) (المستدرك للحاكم: ٣٩٠٨ ، الترغيب والترهيب : ٤/ ١٢٠)

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔''

تو یہ دلوں کی سختی کا ایک عام سبب ہے، مگر دلوں کی سختی کے تفصیلی اسباب میں سے چند یہ ہیں:

- ❀ نماز باجماعت کی پابندی اور اہتمام نہ کرنا۔
- ❀ قرآن پاک کی تلاوت تفکر وتدبر کے ساتھ نہ کرنا۔
- ❀ حرام کاروبار میں ملوث ہونا۔
- ❀ دنیا کی رونق اور رعنائیوں میں کھو جانا اور موت اور آخرت کو فراموش کر دینا۔

اوراس طرح کے اور بہت سے اسباب ہیں جو دلوں کی سختی کا باعث بنتے ہیں۔

اور اگر قسوتِ قلبی کے علاج کی بات کریں تو سب سے پہلے تو اُن باتوں کو ترک کرنا ہوگا جو دلوں کی سختی کا باعث بنتی ہیں اور پھر اس کے بعد ہر نیک کام دلوں کی سختی دور کرنے اور انھیں نرم کرنے کا سبب بنتا ہے اور ظاہر ہے فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کے بعد، ورنہ اگر فرائض کو نظر انداز کر رہے ہوں، محرمات کا ارتکاب کر رہے ہوں اور کچھ نیک کام کر کے سمجھنے لگیں کہ اب ہم دین دار ہوگئے ہیں اور اب ہمارے دل سخت نہیں رہے تو اس طرح ایک بہت بڑے دھوکے میں مبتلا ہوں گے۔

فرائض کی ادائیگی اور حرام کاموں سے اجتناب کے بعد چند خصوصی اعمال دلوں کو مزید صاف ستھرا بناتے، ان کا زنگ دور کرتے اور انھیں نرم کرتے ہیں۔

ان میں سے چند یہ ہیں:

- ❀ تفکر وتدبر کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔
- ❀ رات کی تاریکی میں قیام اللیل کرنا، اور خشوع وخضوع کے ساتھ تہجد پڑھنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- کثرت سے صدقہ خیرات کرنا۔
- صبح وشام کے اذکار پابندی اوراہتمام کے ساتھ پڑھنا۔
- اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔
- اورموت کو یاد کرنا تو گویا سب سے زوداثر عمل ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

((اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَاذِمِ اللَّذَّاتِ . يعنى الْمَوْتَ .))

(سنن ترمذی: ٢٣٠٧)

فرمایا: ''لذتوں کو چکنا چور کر دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔''

اور جب دنیا کی لذتیں چکنا چور ہوجاتی ہیں تو پھر دل ہر قسم کی آلائش سے صاف ہوجاتے ہیں۔

نماز باجماعت کے اہتمام کے بعد ہر نیکی انسان میں تقوی پیدا کرنے اور دلوں کو نرم کرنے کا سبب بنتی ہے، ان میں سے ایک عمل کا خصوصی طور پر آپ ﷺ نے ذکر فرمایا: حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((اَنَّ رَجلاً شَكَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَسْوَةَ قَلْبِهِ .))

''ایک شخص نے آپ ﷺ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی۔''

(فَقَالَ): تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِمْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ .))

(مسند احمد: ٩٠١٨ ، الترغيب والترهيب : ٣/ ٣١٦)

''یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو، اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔''

مسکین کو کھانا کھلانے سے دل میں ایک بشاشت، فرحت اور تازگی پیدا ہوتی ہے، مسرت حاصل ہوتی ہے اور مزید نیکی کی رغبت پیدا ہوتی ہے جو کہ دل کی نرمی کا باعث بنتی ہے یہ تو ہم جانتے اور محسوس کرتے ہیں اگرچہ ان الفاظ کے ساتھ نہ بھی جانتے ہوں، مگر یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے میں کیا کیا حکمتیں ہیں اس پر ایک بڑی دلچسپ تحقیق سامنے آئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ازراہ ہمدردی اور خیر خواہی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا ایک ہمدردی اور خیر خواہی کی علامت ہے اور اس کا ایک اجر و ثواب بھی ہے اور اس سے بچے کو ایک قسم کے تحفظ، ہمدردی اور خیر خواہی کا احساس ہوتا ہے، یہ تو ہم جانتے ہیں مگر اس کا فزیکلی بچے کی جسمانی نشو ونما پر اور اس کی قوتوں اور صلاحیتوں پر اثر ہوتا ہے اور بہت واضح اثر ہوتا ہے اس کا شاید ہم سے اکثر لوگوں کو علم نہ ہو۔

دوسری جنگ عظیم میں یتیم شیر خوار بچوں پر ایک تحقیق کی گئی، اُن میں سے جن بچوں کو نرسز یا کسی اور ٹیک کیئر کرنے والوں کی طرف سے ازراہ شفقت سر پر ہاتھ پھیرا جاتا، یا گلے لگایا جاتا وہ بچے اُن بچوں کے مقابلے میں جنھیں اس طرح کی نگہداشت حاصل نہ رہی۔ اُن کا وزن ۴۷ فیصد زیادہ رہا، اُن کا نروس سسٹم جلدی میچور ہوا، وہ زیادہ ایکٹیو رہے اور بیماریوں سے جلد صحت یاب ہوتے رہے اور بڑے ہونے کے بعد ان کے عقلی اور نفسیاتی ٹیسٹ بھی دوسروں کی نسبت بہتر آئے۔ اور اسی طرح اس تحقیق کے بعد اس موضوع پر مزید تحقیقات بھی ہوئیں تو دلوں کی سختی دور کرنے کی بات ہو رہی تھی، دلوں کی سختی اگر دور ہو تو شاید ہمیں رمضان المبارک کی اہمیت سمجھ میں آ جائے۔

رمضان المبارک کی آمد سے چند جمعے پہلے سے رمضان المبارک کی اہمیت سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں، ایمان کو بڑھانے اور برانگیختہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، ایمان کا درجہ بلند کیے بغیر مقصدِ رمضان حاصل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس کے لیے وہ آیات واحادیث ذکر کیں کہ جو دلوں کو نرم کر دیں، خون کو گرم کر دیں، جذبات کو بھڑکا دیں، شعور پیدا کر دیں، احساس جگا دیں اور اللہ کے حضور سر جھکا دیں، مگر لگتا ہے شاید زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔

خیر اب بھی وقت ہے، آپ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ آخری عشرے میں خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ راتوں کو جاگنا، اپنے اہل خانہ کو جگانا اور تیز ہواؤں سے بڑھ کر سخاوت کرنا۔

ہم اگر رمضان المبارک سے استفادہ کرنے کے خواہشمند ہوں تو اب بھی موقع ہے۔ لیلۃ القدر ابھی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصیب اپنا اپنا

﴿ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ ﴾

(الاسراء: ۲۰)

رمضان المبارک اپنی رحمتیں، برکتیں اور سعادتیں بکھیرتا ہوا ہم سے رخصت ہوا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے انعامات اور عنایتوں اور نوازشوں کی برکھا اور اس کا ابرِ کرم ہر ایک پر یکساں برستا ہے، اس میں مرد و عورت چھوٹے بڑے، امیر، غریب اور نیک و بد کی کوئی تفریق نہیں ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ ﴾

(الاسراء: ۲۰)

''ہم ہر ایک کو بہم پہنچاتے ہیں، انہیں بھی اور اُنہیں بھی تیرے رب کے انعامات میں سے اور تیرے رب کے انعامات کسی کے لیے بھی ممنوع و محظور نہیں ہیں۔''

طالبِ دنیا ہو یا طالبِ آخرت، اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اپنی عنایتوں اور نوازشوں سے محروم نہیں کرتے، البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ ﴾ (الاسراء: ۱۸)

''جو شخص صرف دنیا کا طلبگار ہو، ہم دنیا کے خواہشمندوں کو جتنا جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں، بالآخر ہم اس کے لیے جہنم مقرر کر دیتے ہیں، جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔''

یعنی دنیا کے طلبگاروں کو ان کی خواہش کے مطابق ہر چیز نہیں دیتے، بلکہ اپنی مرضی کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مطابق جتنی چاہیں دیتے ہیں اور جس کو چاہیں دیتے ہیں۔

﴿ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴾ (الاسراء: ١٩)

''البتہ جو شخص آخرت کا طلبگار ہو اور جیسی کوشش اس کے لیے ہونی چاہیے وہ کرتا بھی ہو اور ہو بھی مؤمن تو ایسے ہر شخص کی کوشش کی قدر دانی کی جائے گی۔''

یعنی اُس نے جتنی اور جیسی کوشش بھی آخرت کے لیے کی ہوگی، اُس کا پھل ضرور پائے گا۔اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں مہینہ بھر، صبح و شام برستی رہیں اور سب پر یکساں برستی رہیں، یعنی سب کو وسائل برابر دستیاب رہے اور مواقع یکساں میسر آئے، جو بھی چاہتا بغیر کسی فرق و امتیاز کے اللہ تعالیٰ کی اُن عنایتوں تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔

ہم میں سے کون خوش نصیب رہا اور کون بدنصیب! کس نے منادی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بخشش و مغفرت کے لیے اللہ کے حضور دستِ سوال دراز کئے اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے التجائیں کیں! اور کون اس سے محروم رہا، اس کی حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے اور پھر اُس کے بعد انسان اپنے آپ کو خوب جانتا ہے:

﴿ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۭ ﴾

(القيامة: ١٤-١٥)

''بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔''

تو یوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور عنایتیں سارا سال ہی نازل ہوتی رہتی ہیں۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ))

''اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں، جب رات کا آخری تہائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصہ باقی رہ جاتا ہے۔“

((فَيَقُوْلُ: مَنْ يَدْعُوْنِي فَاسْتَجِيْبَ لَهُ .))

تو فرماتے ہیں: ”ہے کوئی جو مجھے پکارنا چاہے! میں اُس کی پکار کو شرفِ قبولیت بخشوں!“

((مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ .)) (صحیح مسلم: ۷۵۸)

”ہے کوئی جو مجھ سے مانگنا چاہے میں اُس کی مرادیں برلاؤں؟“

((مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَاغْفِرَ لَهُ .))

”ہے کوئی جو مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے، میں اُسے مغفرت سے نوازوں!“

اور یہ پیشکش صلائے عام ہے یعنی کسی کے لیے مخصوص نہیں اور کسی کے لیے محظور نہیں۔

غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لیے یہ پیشکش عام دنوں میں ہے جبکہ رمضان المبارک میں تو خصوصی پیشکش ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش ومغفرت حاصل کرنے کے بہت سے مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رمضان المبارک میں ایک خصوصی عنایت جو اپنے مؤمن بندوں پر ہوتی ہے وہ یہ کہ ہر روز افطار کے وقت کئی لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ لِلّٰهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءَ ، وَذٰلِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ .))

(سنن ابن ماجه: ۱٦٤٣)

”اللہ تعالیٰ ہر روز افطار کے وقت لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔“

اور ایک حدیث میں ساٹھ ہزار کا عدد بھی آیا ہے کہ:

((وَلِلّٰهِ تَعَالٰى عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ كُلَّ لَيْلَةٍ عُتَقَاءَ مِنَ النَّارِ سِتُّوْنَ اَلْفًا .))

”اللہ تعالیٰ رمضان کے مہینے میں ہر روز افطار کے وقت ساٹھ ہزار لوگوں کو جہنم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے آزاد کرتے ہیں۔"

((فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْفِطْرِ اَعْتَقَ مِثْلَ مَا اَعْتَقَ فِی جَمِیْعِ الشَّهْرِ ثَلاثِیْنَ مَرَّةً سِتِّیْنَ اَلْفًا .)) (شعب الایمان للبیهقی: ٣٣٣٤)

قال عنه الالبانی: ضعیف۔ وقال المنذری: "وهو حدیث حسن لا بأس به فی المتابعات"

اور جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو اس دن جتنے پورے رمضان میں آزاد کیئے گئے ہوتے ہیں اتنے لوگ آزاد کرتا ہے، یعنی تقریباً ۱۸ لاکھ۔

مسلمانوں کی موجودہ آبادی کے تناسب سے رمضان المبارک میں جہنم سے آزاد ہونے والوں کی تعداد بہت کم ہے، اس وقت دنیا میں مسلم آبادی تقریباً ۲ بلین ہے اور اس میں سے صرف ۶۰ ہزار لوگ ہی روزانہ جہنم سے آزاد ہو سکیں بہت کم تعداد ہے، اس تعداد والی حدیث کی صحت بعض علماء کرام کے نزدیک محل نظر ہے۔

لیکن اگر صرف دوسری احادیث پر ہی اکتفا کیا جائے، تو ان سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ آزاد ہونے والوں کی تعداد بہت کم ہے لیکن اگر ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور اپنے طرز عمل کو دیکھیں اور امت مسلمہ کی مجموعی حالت پر نظر ڈالیں تو کوئی تعجب نہیں ہوتا، بلکہ لگتا ہے کہ شاید یہ تعداد بھی زیادہ ہے۔

جہنم سے آزادی حاصل کرنا انسان کا کتنا بڑا اور اہم مسئلہ ہے؟ آیئے جاننے کی کوشش کرتے ہیں: قرآن پاک نے اس سے متعلق ایک بنیادی حقیقت یوں بیان کی ہے کہ:

﴿كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ (الطور: ٢١)

"ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے، (گروی ہے)۔"

جس طرح سورۃ العصر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر انسان کی کامیابی اور ناکامی سے متعلق ایک بہت بڑی اور بنیادی حقیقت یہ کہہ کر بیان فرمائی کہ:

﴿وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝﴾ (العصر: 1-2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”قسم ہے زمانے کی، بے شک انسان گھاٹے اور خسارے میں ہے۔“

﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ ﴾

(العصر : 3)

”مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔“

چونکہ بنیادی طور پر خسارہ پانے والوں کی غالب اکثریت ہے، یا انسان کا طبعی اور فطری میلان اور رجحان اس طرف ہوتا ہے اس لیے پہلے ان کا ذکر فرمایا اور اس انداز سے فرمایا گویا کہ سارے کے سارے انسان ہی خسارے میں ہیں، سوائے چند مخصوص صفات والوں کے۔

نیز کچھ اسی طرح ایک یہ حقیقت بھی بیان فرمائی کہ بنیادی طور پر ہر انسان اپنے عملوں کے عوض گروی ہے۔ اور پھر اس سے مستثنیٰ لوگوں کا ذکر فرمایا، فرمایا:

﴿ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ۝۳۸ۙ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ۝۳۹ؕ ﴾

(المدثر: ۳۸ ۔ ۳۹)

”ہر جان اس کے بدلے گروی رکھی ہوئی ہے جو اس نے کمایا، مگر دائیں ہاتھ والے۔“

رہن اور گروی ہونا کیا ہوتا ہے، یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا، رہن یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے کچھ قرض لے، تو قرض دینے والا اپنے حق ادائیگی کے لیے ضمانت کے طور پر اُس کی کوئی چیز اپنے پاس رکھ لے اور جب تک وہ قرض ادا نہ کر دے اُس وقت تک فَكِّ رہن نہ ہو، یعنی اُس وقت تک رہن شدہ چیز، گروی رکھی گئی چیز چھوڑی نہ جائے، آزاد نہ کی جائے۔ اور اگر طے شدہ مدت گزر جانے پر بھی وہ قرض ادا نہ کر سکے تو اُس کی وہ ضمانت کے طور پر رہن رکھی گئی چیز ضبط ہو جاتی ہے، پھر اُس کو واپس نہیں ملتی۔

تو یہاں اللہ اور بندے کے درمیان جو معاملہ ہے اُس کی نوعیت کو بیان کرنے کے لیے اسی صورتِ معاملہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں اور صلاحیتیں دی ہیں اور جو انعامات اور اختیارات عطا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کئے ہیں وہ گویا ایک قرض ہے جو اللہ نے اپنے بندے کو دیا ہے اور اس قرض کی ضمانت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بندے کی جان (نفس) اپنے پاس رہن رکھ لی ہے۔

بندہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اُن قوتوں اور صلاحیتوں کو، اُن اختیارات کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اگر نیکیاں کمائے کہ جن سے یہ قرض ادا ہو سکتا ہو تو وہ اس گروی رکھی گئی چیز یعنی اپنے نفس کو چھڑا لے گا، ورنہ اسے ضبط کر لیا جائے گا۔

تو انسان کی اس دنیا میں تمام تر کوششیں اس کے لیے ہونی چاہییں کہ وہ اپنے نفس کو آزاد کرائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انسان شعوری یا غیر شعوری طور پر دنیا میں یہی کچھ کر رہا ہے کہ یا تو وہ اپنے نفس کو آزاد کرا رہا ہے، یا اسے ہلاک اور تباہ و برباد کر رہا ہے۔

چنانچہ اس بات کو حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ، فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا .)) [1]

(صحیح مسلم: ۲۲۳)

"ہر شخص اپنے دن کا آغاز اس حال میں کرتا ہے کہ وہ اپنے نفس کی خرید و فروخت کر رہا ہوتا ہے۔"

((فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا .))

"اور اس خرید و فروخت میں یا تو وہ اپنے آپ کو آزاد کر رہا ہوتا ہے یا اُس کو تباہ کر رہا ہوتا ہے۔"

تو جہنم سے آزادی کی بات ہو رہی تھی کہ اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کرانا انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ جنت کی خواہش اور اس کے حصول کی کوششوں سے پہلے کرنے کا کام: جہنم سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔

جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (آل عمران: ١٨٥)

"پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے وہ حقیقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کامیاب ہوگیا۔‘‘

تو رمضان المبارک کے خصوصی پیکیج میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مؤمن بندوں کے لیے یہ ایک بہت بڑی پیشکش اورعنایت شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کئی لوگوں کو ہر روز افطار کے وقت جہنم سے آزاد کرتے ہیں، سب کو نہیں بلکہ کچھ لوگوں کو۔ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ تمام روزے داروں کو جہنم سے آزاد کردیا جاتا ہے۔

اب یہ تو ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں ہے کہ ہم میں سے کس کو جہنم سے آزاد کیا گیا اور کس کو نہیں، لیکن ایمانداری سے اگر ہم اس کا جائزہ لیں تو کم از کم اتنا تو معلوم ہوجاتا ہے کہ ہم نے جہنم سے آزادی حاصل کرنے کے لیے کوئی اضافی اورمخلصانہ کوششیں کیں یا نہیں

کیا ہمیں جہنم سے آزادی حاصل کرنے کی فکر بھی تھی یا نہیں اور فکر کا مطلب صرف ذہن میں اس کا خیال آنا ہی نہیں بلکہ اس کے لیے مخلصانہ کوششیں کرنا ہے اور اس کے لیے وقت دینا پڑتا ہے۔

کیا ہم نے جہنم سے آزادی حاصل کرنے پر دنیا کمانے کو ترجیح تو نہیں دی! کیا ہم نے اپنے لیے یا اپنے بیوی بچوں کے خوشحال مستقبل کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی اس عظیم پیشکش کو ٹھکرا تو نہیں دیا؟ اور اس موقعِ غنیمت کو داؤ پر تو نہیں لگا دیا؟ اگر ایسا ہے تو ہم ایک بہت بڑے دھوکے میں مبتلا ہوں گے اور بہت بدنصیب ہوں گے۔ یہ باتیں تو ہم میں سے ہر ایک کو اچھی طرح یاد ہوگئی ہوں گی کہ قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔

﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ ﴾ (عبس : ٣٤۔٣٧)

’’اس روز آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا، ان میں سے ہر شخص پر اُس دن ایسا وقت آ پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔‘‘

ہم پھر بھی ان کے لیے اپنی آخرت داؤ پر لگا دیں تو کیا ہمیں دنیا میں کوئی عقلمند کہنے والا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہوگا؟ اور یہ کوئی ایک بات نہیں، قرآن و حدیث میں قیامت کے ایسے بہت سے ہوش رُبا مناظر کھول کھول کر بیان کیے گئے ہیں مگر تعجب ہے کہ ہم اس قدر سنگدل ہیں کہ کسی کا کوئی اثر ہوتا ہی نہیں۔ ہم جس کے لیے اپنی آخرت قربان کر رہے ہیں آیئے جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا قیامت کے دن وہ ہمارے کسی کام آ سکتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ .))

''کہتی ہیں کہ ایک روز جہنم کی آگ کو یاد کر کے میں رو پڑی۔''

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَالَكِ يَا عَائِشَةُ؟))

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ کیا بات ہے؟''

قَالَتْ: ((ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ .))

کہا: ''آگ یاد کر کے رونا آ گیا۔''

((فَهَلْ تَذْكُرُوْنَ اَهْلِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟))

''کیا آپ قیامت کے دن اپنے اہل خانہ کو یاد رکھیں گے؟''

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَمَّا فِي ثَلَاثِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ اَحَدٌ اَحَداً حَتّٰى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيْزَانُهُ اَمْ يَثْقُلُ .))

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مگر تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔''

۱۔ میزان کے وقت، یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا پلڑا بھاری رہا یا ہلکا۔

((وَعِنْدَ الْكُتُبِ حَتّٰى يُقَالَ: ﴿هَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ﴾ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهٗ: اَفِي يَمِيْنِهٖ اَمْ فِي شِمَالِهٖ اَوْ مِنْ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ .))

۲۔ اعمال نامے دیئے جانے کے وقت جب یہ کہا جائے گا کہ: ((هاؤم اقراءُ وا كتابيه .)) آؤ میرا اعمالنامہ پڑھو، یہاں تک کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اسے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا ہے یا بائیں ہاتھ میں، یا پشت کے پیچھے!''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَعِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا وُضِعَ بِيْنَ ظَهْرَیْ جَهَنَّمَ.)) (مستدرك حاكم، كتاب الأهوال، باب الأهوال: ۸۷۲۲، الترغيب والترهيب: ۳٦۲٥)

۳۔ اور جب پل صراط جہنم پر رکھا جائے گا۔

کیا یہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی رمضان المبارک کی صورت میں دیئے گئے موقعِ غنیمت کو اپنی اولاد پر قربان کردیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جہنم سے آزاد کرنے کی پیشکش کو ٹھکرا دیں گے۔ اللہ نہ کرے ایسا ہو، اور اگر ہم ایسا نہیں چاہتے تو ہمارے طرزِ عمل میں مثبت تبدیلی آنی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد صرف اپنے ہی اعمال کام آئیں گے، قرآن و حدیث اس حقیقت کے بیان میں بھرے پڑے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے، حدیث قدسی ہے: اللہ فرماتے ہیں:

((يَا عِبَادِیْ اِنَّمَا هِیَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا لَكُمْ.))

''اے میرے بندو! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں، جنہیں میں گن گن کر اور سنبھال سنبھال کر رکھتا ہوں۔''

((ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا.))

''پھر میں تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔''

((فَمَنْ وَجَدَ خَيْراً فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ.))

''پس جو تو خیر اور بھلائی پائے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اس کا شکر ادا کرے۔''

((وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ.))

(صحيح مسلم: ۲٥۷۷)

''اور جو معاملہ اس کے برعکس پائے، وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔''

بات واضح ہے اس کی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

رمضان المبارک کا اگرچہ زیادہ حصہ گزر چکا ہے، لیکن بات اب بھی اگر سمجھ آجائے تو دیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوئی، آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آنا، دنیا کے یوٹرن کی طرح نہیں ہے۔

دنیا کا یوٹرن تو یہ ہے کہ اگر آپ کسی غلط راستے پر دور تک نکل گئے ہوں، تو وہاں سے جب یوٹرن لگائیں گے تو زیرو پوائنٹ پر پہنچنے کے لیے اتنا ہی وقت لگے گا جتنا کہ وہاں تک پہنچنے میں لگا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف یوٹرن اسی وقت گویا قبول ہوجاتا ہے جب آپ لگاتے ہیں، چاہے زندگی کی آخری سانسیں ہی لے رہے ہوں۔

جہنم سے آزادی دلوانے والے اور بھی کئی اعمال ہیں جن کا ذکر ان شاء اللہ پھر کسی وقت ہوگا۔ سرِدست صرف ایک عمل کا ذکر کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ کے ڈر سے ہماری آنکھوں سے اگر آنسو ٹپک پڑیں تو جہنم سے آزادی مل سکتی ہے کہ حدیث میں ہے:

((لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتَّى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ .)) (سنن ترمذی: ۲۳۱۱)

"جس شخص کی آنکھوں سے اللہ کے ڈر سے آنسو جاری ہوجائیں وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، یہاں تک کہ دودھ تھن میں واپس چلا جائے۔"

مگر سوال یہ ہے کہ آنسو کہاں سے لائیں، ہماری آنکھیں تو خشک ہوچکی ہیں، بے حس ہوچکی ہیں، ہمیں رونا آتا ہے تو دنیا کی محرومی پر رونا آتا ہے۔ اللہ کے ڈر سے رونا تو شاید ہمیں خوابوں میں بھی نہیں آتا۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ایک شریف آدمی اپنے گھر کی حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں گھر جاتا ہوں تو کبھی دیکھتا ہوں کہ گھر کی عورتیں ٹی وی کے سامنے بیٹھی ہوتی ہیں اور ڈرامہ دیکھ دیکھ کر رو رہی ہوتی ہیں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی ایک گھر کی کہانی نہیں ہے بلکہ گھر گھر کی کہانی ہے، اس لیے آنکھوں میں آنسو تو رہے نہیں اب بقول شاعر اب کسی اور کی آنکھیں مستعار لینا ہوں گی۔

آنکھوں سے آنسو کیسے جاری ہوتے ہیں یہ ایک الگ موضوع ہے بس اتنا یاد رکھیں کہ اس کے لیے دل کا نرم ہونا ضروری ہے اور دل کیسے نرم ہوتے ہیں یہ بھی ایک الگ موضوع ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عید الفطر

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذبالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يُضلل فلا هادى له، واشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له، واشهدان محمداً عبده ورسوله.

اما بعد! فان خير الحديث كتاب الله، وخير الهدىِ هدى محمد ﷺ وشر الأمور محدثاتها، وكلَّ محدثة بدعة، وكلَّ بدعة ضلالةٌ وكلَّ ضلالةٍ فى النار.

اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم.

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٨٥﴾ ﴾

(البقرہ: ۱۸۵)

''اور تاکہ تم گنتی پوری کرو اور تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمھیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔''

آج کا دن عید کا دن ہے، خوشی اور مسرت کا دن ہے، شکر گزاری، احسان مندی اور ممنونیت کا دن ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ہر قوم کے ہاں کوئی نہ کوئی خوشی اور مسرت کا دن اور تہوار ضرور ہوتا ہے البتہ ان کے تہواروں کی مناسبت اور ان کے منانے کا طریقہ مسلمانوں کے طریقے سے مختلف ہوتا ہے، بلکہ شاید یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم مسلمانوں کے خوشی کے دن منانے کا طریقہ دیگر تمام اقوام عالم سے مختلف اور منفرد ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری قوموں کے خوشی کے تہوار منانے کی مناسبت محض مادہ پرستی اور شخصیت پرستی کی بنیاد پر ہوتی ہے اور منانے کا طریقہ بھی یکسر دنیا دارانہ، سطحی اور اکثر اخلاق سے عاری ہوتا ہے، اُس میں ہلا گلا، ہلڑ بازی، شورشرابہ، ناچ گانا اور بیہودہ پن ہوتا ہے۔

مگر اسلام نے اپنے ماننے والوں کو خوشی کے جو دو مواقع اور تہوار دیئے ہیں اور اُن کے منانے کے جو طریقے بتلائے ہیں، وہ نہایت مہذب اور شائستہ اور ہمدردی اور خیر خواہی پر مبنی اور نیکی اور عبادات سے وابستہ ہیں۔

عیدالفطر رمضان المبارک کی مناسبت سے ہے اور عیدالاضحیٰ فریضۂ حج کی ادائیگی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے ایک نادر اور منفرد جذبۂ ایثار وقربانی اور اطاعت و فرمانبرداری کی یاد تازہ کرنے کی مناسبت سے ہے۔

آج عیدالفطر کا دن ہے، اور عیدالفطر رمضان المبارک کی عبادت کی تکمیل کی خوشی اور شکرگزاری کے اظہار کا دن ہے، چنانچہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝١٨٥ ﴾

(البقرہ: ۱۸۵)

”اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم رمضان المبارک کے روزوں کی تعداد پوری کرو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اُس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکرگزاری کرو۔“

((اللّٰه اكبر ، اللّٰه اكبر ، اللّٰه اكبر لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اكبر ، اللّٰه اكبر ولِلّٰهِ الحمد))

ہم اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرتے ہیں اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اُس نے ہمیں اِس ماہ مبارک کے روزوں کی تعداد پوری کرنے کی توفیق اور مہلت عطا فرمائی، ورنہ آپ جانتے ہیں کہ کتنے ہی مسلمان اس سال اس ماہ مبارک کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہے، وہ رمضان المبارک کو پا نہ سکے کہ پہلے ہی فوت ہوگئے اور کتنے ہی ایسے بھی تھے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہ انہوں نے رمضان المبارک تو پایا مگر روزوں کی تعداد پوری نہ کر سکے کہ درمیان میں ہی فوت ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس کی سعادت بخشی اور اتنی مہلت عطا فرمائی کہ ہم روزوں کی تعداد پوری کر سکیں۔

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ﴾

(الاعراف : ٤٣)

عید الفطر اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ خوشی منانے کا بھی دن ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ .))

"روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔"

((فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ .))

"ایک خوشی اُس کے افطار کے وقت۔"

((وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ .)) (صحیح مسلم : ١١٥١)

"اور ایک خوشی اس کے اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔"

افطار کے وقت کھانے پینے سے جو بھوک پیاس مٹتی ہے اور لذت حاصل ہوتی ہے اُس سے انسان کو ایک خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے اور وہ ایک فطری خوشی ہے جو ہر ایک محسوس کرتا ہے، اور وہ خوشی اُس وقت دوبالا ہو جاتی ہے جب انسان اس کے ساتھ روزے کی تکمیل کی خوشی بھی شامل کر لیتا ہے۔

اور دوسری خوشی اسے اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی جب وہ اس کا اجر و انعام دیکھے گا۔ ان شاء اللہ

تو اکل و شرب خوشی کے انواع و اقسام میں سے ایک ہے، یعنی جن چیزوں سے انسان کو خوشی حاصل ہوتی ہے، ان میں سے ایک کھانا پینا بھی ہے۔ جس طرح رمضان المبارک میں افطار کے وقت کھانے پینے سے خوشی حاصل ہونے کا ذکر فرمایا، اسی طرح عید الاضحیٰ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موقعے پر بھی کہ عید الاضحیٰ کے بعد اگلے تین روز کہ جنہیں ایام التشریق کہا جاتا ہے اور جو عید کے دن ہی شمار کیے جاتے ہیں، کیونکہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَوْمُ الْفِطْرِ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيْدُنَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ .)) (جامع ترمذی: ۷۷۳، صحیح الجامع : ۸۱۹۲)

''عید الفطر کا دن اور عید الاضحیٰ یعنی قربانی کا دن اور اس کے بعد والے تین دن جو ایام التشریق ہیں، ہم اہل اسلام کے عید کے دن ہیں۔''

تو اُن عید کے دنوں کے بارے میں بھی آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ اَيَّامُ اَكْلٍ وَ شُرْبٍ وَذِكْرٍ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ .))

(سنن ابی داود: ۲۸۱۳)

''اور یہ ایام کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔''

اسی طرح عید کے موقعے پر خوشی کے اظہار کے لیے کھیل کود کرنا بھی عید منانے کا ایک انداز اور طریقہ ہے اور یہ بھی اسلام میں جائز و ثابت ہے۔

عید کی خوشی کا ایک سب سے بنیادی اور اہم پہلو کہ جسے شاید خوشی کے طور پر کبھی جانا ہی نہیں جاتا، وہ ہے لوگوں کا آپس میں ایک ساتھ جمع ہونا۔

لوگوں کے آپس میں ایک دوسرے کے قریب ہونے اور مل بیٹھنے سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے، وہ ایک بہت بڑی فطری اور بنیادی خوشی ہے۔

یہ تو آپ نے سنا ہوگا کہ انسان فطرتاً معاشرت پسند ہے، یعنی لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا انسان کی ضرورت بھی ہے اور وہ اس طرف میلان طبع بھی رکھتا ہے۔

معاشرے سے الگ تھلگ ہو کر زندگی گزارنا نہایت مشکل ہے کہ ضروریات زندگی پوری نہیں ہوتیں، بلکہ اس پر تجربات کیے گئے ہیں کہ اگر بچپن ہی سے کسی کو انسانوں سے بالکل الگ کر دیا جائے تو اس کی دماغی نشوونما ہی نہیں ہوتی، حتی کہ بات کرنے کے قابل بھی نہیں ہوتا اور اسلام اس نظریئے کی تائید و تصدیق کرتا ہے، بلکہ ترغیب دیتا ہے کہ لوگوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مل جل کر رہیں۔ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ وَ یَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ اَعْظَمُ اَجْراً مِنَ الَّذِیْ لَایُخَالِطُ النَّاسُ وَلَا یَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ .))

(سنن ابن ماجه: ٤٠٣٢)

فرمایا: ''وہ مسلمان جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر اور گھل مل کر رہتا ہے اور ان کی اذیتیں سہتا ہے، زیادہ اجر پاتا ہے، اُس شخص کی نسبت جو لوگوں کے ساتھ گھل مل کر نہیں رہتا اور اُن کی تکلیفیں نہیں سہتا۔''

لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کی انسان کو کتنی خوشی ہوتی ہے، آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ انسان دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر گپ شپ لگانے میں کتنی خوشی اور لذت محسوس کرتا ہے۔

آپ نے اس کا بھی اندازہ لگایا ہوگا کہ آپ کسی کے ہاں مہمان بن کر جاتے ہیں تو کتنی خوشی ہوتی ہے اور کوئی آپ کے ہاں مہمان بن کر آئے تو خوشی ہوتی ہے۔

لہٰذا آپ نے شاید غور کیا ہو کہ تمام خوشی کے تہوار اجتماعی شکل میں ہوتے ہیں، انفرادی شکل میں نہیں ہوتے، لوگ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر خوشی نہیں مناتے، بلکہ کسی جگہ جمع ہو کر تہوار مناتے ہیں۔

اور اسلام بھی اس کی بہت تاکید کرتا ہے، حدیث میں ہے، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتیں ہیں:

((قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ نَخْرُجَ یَوْمَ الْعِیْدِ حَتّٰی نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا ، حَتّٰی نُخْرِجَ الْحُیَّضَ .))

''ہمیں حکم ہوتا کہ ہم عید کے دن نکلیں، حتی کہ غیر شادی شدہ عورتوں کو بھی نکالیں، حتی کہ عذر والیوں کو بھی نکالیں۔''

((فَیَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَیُكَبِّرْنَ بِتَكْبِیْرِهِمْ ، وَیَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ ، یَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَطُهْرَتَهُ .)) (صحیح البخاری: ٩٧١)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

"اور عذر والی عورتیں لوگوں کے پیچھے ہوتیں، یعنی صف میں شامل نہ ہوتیں، مگر لوگوں کے ساتھ تکبیرات کہتیں، ان کی دعا کے ساتھ دعا کرتیں، یعنی آمین کہتیں اور اُس دن کی برکت اور گناہوں سے پاک ہونے کی امید لیے حاضر ہوتیں۔"

آج کل زیادہ تر عید چونکہ مساجد میں ہوتی ہے لہٰذا وہ عورتیں مسجد میں بھی آ سکتی ہیں مگر نماز میں شریک نہیں ہوسکتیں۔

تو آپ نے دیکھا کہ عید کے تہوار کے اجتماع میں شریک ہونے کی کس قدر ترغیب اور تاکید کی گئی ہے، جس کے دنیوی فوائد بھی ہیں اور اخروی فوائد بھی۔

عید کی خوشیوں کے حوالے سے صرف ایک آخری بات عرض کرتا ہوں کہ عید کے موقع پر خوش ہونا اور خوشیاں منانا تو سب کو معلوم ہے مگر شاید یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ دوسروں کو خوشیوں میں شریک کرنا بھی خوشیاں منانا ہے۔ چنانچہ اسلام نے اس حوالے سے ہم پر زکوٰۃ الفطر لازم کی ہے اور جس کے بارے میں حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

((فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ .)) (سنن ابی داود: ١٦٠٩)

"رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر، روزے دار کو بیہودگی اور فحش باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور محتاجوں کے کھانے کا انتظام کرنے کے لیے فرض کیا ہے۔"

گویا کہ عید کی خوشی اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک غریبوں اور مسکینوں کو اس میں شریک نہ کیا جائے، اور عید کے تہواروں میں اس خوشی کا اضافہ صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ایک سچا مسلمان صرف عید کے روز ہی اس خوشی اور اس اخلاق کا مظاہرہ نہیں کرتا بلکہ ہمہ وقت اس کا یہی طرزِ عمل رہتا ہے، افسوس کہ خوشی کی وہ صورت اور اخلاق و آداب کا وہ عالم آج مسلم معاشرے میں مفقود ہے، امت مسلمہ میں وہ ناپید ہے، اس کی جگہ تنگ دلی اور خود غرضی نے لے لی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے اسلاف میں موجود اُن صفات کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے:

((عن ابنِ بُرَيْدَةَ رحمہ اللہ قَالَ: شَتَمَ رَجُلٌ ابنَ عباسٍ رضی اللہ عنہ فقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: اِنَّكَ لَتَشْتُمُنِيْ وفِيَّ ثلاثُ خِصَالٍ .))

''ابن بریدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو گالی دی، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اُس شخص سے کہا کہ تم مجھے گالی دیتے ہو جب کہ مجھ میں تین صفات ہیں۔''

((إِنِّى لَآتِي عَلَى الْآيَةِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى فَلَوَدِدْتُ أَنَّ جَمِيعَ النَّاسِ يَعْلَمُوْنَ مِنْهَا مَا أَعْلَمُ .))

''ایک تو یہ کہ مجھے جب قرآن پاک کی کسی آیت کا کوئی مفہوم سمجھ میں آتا ہے تو میں خواہش کرتا ہوں کہ جو مجھے معلوم ہے سب لوگوں کو معلوم ہو جائے۔''

((وَإِنِّيْ لَأَسْمَعُ بِالْحَاكِمِ مِنْ حُكَّامِ الْمُسْلِمِيْنَ يَعْدِلُ فِي حُكْمِهِ فَأَفْرَحُ بِهِ، وَلَعَلِّيْ لَا أُقَاضِي إِلَيْهِ أَبَدًا .))

''اور دوسری یہ کہ جب میں سنتا ہوں کہ مسلمان حکمرانوں میں سے کوئی حکمران فیصلے کے وقت عدل و انصاف سے کام لیتا ہے، تو میں بہت خوش ہوتا ہوں، حالانکہ مجھے شاید زندگی میں کبھی اس کے پاس فیصلے کے لیے جانے کی ضرورت نہ پڑے۔''

((وَ إِنِّي لَأَسْمَعُ بِالْغَيْثِ قَدْ أَصَابَ الْبَلَدَ مِنْ بِلَادِ الْمُسْلِمِيْنَ فَأَفْرَحُ بِهِ وَمَالِي بِهِ مِنْ سَائِمَةٍ .)) (المعجم الكبير للطبراني : ١٠٦٢١)

''اور تیسرے یہ کہ جب میں سنتا ہوں کہ مسلمانوں کے کسی علاقے میں بارش ہوئی ہے، (کہ جس سے کھیتوں میں ہریالی اور ہر طرف سبزہ آتا ہے) تو میں خوش ہوتا ہوں حالانکہ میرے پاس باہر چرنے والا کوئی جانور بھی نہیں ہے۔''

تو یہ ہمارے اسلاف کی وسعتِ ظرفی اور کشادہ دلی کی ایک جھلک ہے۔ بلکہ حقیقت یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اگر آپ اپنے اسلاف کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں تو اس سے بھی حیران کن باتیں سامنے آتی ہیں۔

مثلاً: امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ جو ایک بہت بڑے عالم تھے اور اپنے دور میں قاضی القضاۃ بھی رہے ہیں (۷۷۱ھ) ان کے والد بھی بہت بڑے عالم تھے۔ (تقی الدین السبکی)

امام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

((كُنْتُ يَوْمًا فِيْ دِهْلِيْزِ دَارِنَا فِيْ جَمَاعَةٍ، فَمَرَّ بِنَا كَلْبٌ يَقْطُرُ مَاءً، يَكَادُ يَمَسُّ ثِيَابَنَا، فَنَهَرْتُهُ وَقُلْتُ: يَا كَلْبُ يَاابْنَ الْكَلْبِ!))

"کہتے ہیں ایک بار میں اپنے گھر کی دہلیز پر کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا، کہ ہمارے پاس سے ایک کتا گزرا جو پانی میں بھیگا ہوا تھا، اس سے پانی ٹپک رہا تھا اور قریب تھا کہ ہمارے کپڑوں کو چھو جاتا، تو میں نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا: او کتے، او کتے کے بچے!"

((وَإِذَا بِالشَّيْخِ الْإِمَامِ، يَعْنِي وَالِدُهُ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّيْنِ السُّبْكِيْ يَسْمَعُنَا مِنْ دَاخِلٍ.))

"اور امام صاحب یعنی ان کے والد الشیخ تقی الدین السبکی رحمہ اللہ اندر یہ بات سن رہے تھے۔"

((فَلَمَّا خَرَجَ، قَالَ: لِمَ شَتَمْتَهُ؟))

"جب باہر تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا: تم نے اسے گالی کیوں دی ہے؟"

((فَقُلْتُ: مَاقُلْتُ إِلَّا حَقًّا، أَلَيْسَ هُوَ بِكَلْبِ ابْنِ كَلْبٍ؟))

"تو میں نے کہا کہ میں نے صحیح بات ہی کی ہے، کیا وہ کتے کا بچہ نہیں ہے؟"

((فَقَالَ: هُوَ كَذٰلِكَ، إِلَّا أَنَّكَ أَخْرَجْتَ الْكَلَامَ فِيْ مَخْرَجِ الشَّتْمِ وَالْإِهَانَةِ وَلَا يَنْبَغِيْ ذٰلِكَ.))

"تو انہوں نے فرمایا: بے شک بات ایسے ہی ہے مگر تم نے بات گالی اور توہین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پیرائے میں کی ہے، جو کہ ایسے نہیں ہونا چاہیے۔''

((فَـقُلْتُ: هَذِهِ فَائِدَةٌ: لَا يُنَادَى مَخْلُوْقٌ بِصِفَتِهِ إِلَّا إِذَا لَمْ يَخْرُجْ مَخْرَجَ الْإِهَانَةِ .)) (الحاوي للفتاوى : ۱۲۸۳)

''تو میں نے دل میں کہا کہ یہ ایک علمی فائدہ حاصل ہوگیا کہ: کسی مخلوق کو اس کی کسی ایسی صفت سے نہیں پکارنا چاہیے جو کہ عرف عام میں ایک عیب سمجھا جاتا ہو الا یہ کہ توہین کے پہلو سے نہ ہو۔''

بات لمبی ہوگئی، اصل میں بتلانا مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کے صرف خوشی کے تہوار ہی دوسروں سے نرالے ،منفرد اور مہذب نہیں ہیں بلکہ روز مرہ کے معاملات اور طرزِ زندگی بھی ایسا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے خاص فضل وکرم سے ہماری یہ ٹوٹی پھوٹی عبادتیں قبول فرمائے۔ آمین

اقـول قـولـی هـذا ، واسـتـغـفـر الله العظيم لي ولكم ولسائر المسلمين من كل ذنب انه هو الغفور الرحيم .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک کے بعد یک بیک ہمارا رویہ کیوں تبدیل ہوگیا

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٨٥﴾ ﴾

(البقرہ: ۱۸۵)

''اور تاکہ تم گنتی پوری کرلو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر جو اس نے تمھیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔''

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں رمضان المبارک کا مہینہ پانے اور اُس کے روزوں کی تعداد پوری کرنے کی توفیق اور مہلت عطا فرمائی، اس پر جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے، یوں تو اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت پر اُس کا شکر لازم ٹھہرتا ہے۔مگر اللہ تعالیٰ اس حوالے سے بالخصوص اہل ایمان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اُس کی دی ہوئی توفیق و ہدایت پر اس کی بزرگی، عظمت اور کبریائی کا اظہار و اعتراف کریں اور اس کا شکر بجا لائیں۔

نیک کاموں پر اللہ تعالیٰ کی توفیق و ہدایت کتنی بڑی نعمت ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی عظمت و کبریائی کا اظہار و اعتراف کرنے اور ذکر کرنے کا حکم دیتے ہیں اور ایسا ہی حکم حج کے موقعے پر بھی دیا جبکہ فرمایا:

﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ﴾

(البقرہ: ۲۰۰)

''پھر جب تم حج کے ارکان ادا کر چکو، تو جس طرح پہلے اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرتے تھے، اسی طرح اب اللہ کا ذکر کرو، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔''

اسی طرح حج کے بعض ارکان کا مستقلاً ذکر کرکے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے جس نعمت پر، جس توفیق و ہدایت پر اپنی کبریائی کا اظہار و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعتراف اور شکر کرنے کا حکم دے رہا ہے، ظاہر ہے وہ اس توقع پر ہے کہ اہل ایمان اُس نعمت کو نعمت سمجھتے ہیں اور اس کی قدر دانی کرتے ہیں، ورنہ جو آدمی کسی نعمت کو نعمت ہی نہیں سمجھتا وہ اس کی قدر دانی کیا کرے گا اور اس پر شکر کیا ادا کرے گا، اور اس سے توقع کا کیا مطلب رہ جاتا ہے؟

چنانچہ سوال یہ ہے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی خواہش اور توقع پر پورا اترتے ہوئے اس نعمت اور اس توفیق و ہدایت کو ایک نعمت سمجھتے ہیں اور اس کی قدر دانی کرتے ہیں؟ اگر قدر دانی کرتے ہیں تو پھر یقیناً ہم نے رمضان المبارک میں اس سے استفادہ بھی کیا ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس توفیق پر دل میں جذبۂ شکر و احسان مندی بھی پیدا ہوا ہوگا تو پھر ہمیں اس کی کبریائی کا اظہار بھی کرنا چاہیے اور اس کا شکر بھی ادا کرنا چاہیے اور اس سے اجر و ثواب کی امید بھی رکھنا چاہیے، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو پھر ہمیں توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور تلافیٔ مافات کی کوشش کرنی چاہیے۔

مگر یہ ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ ہم نے رمضان المبارک کو ایک نعمت عظمیٰ سمجھتے ہوئے اس سے استفادہ کرنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے، یا اسے نظر انداز کرکے اپنے دنیا کے کاموں میں مصروف رہے ہیں؟

یوں تو ہر شخص کو اپنے بارے میں ٹھیک ٹھیک اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے:

﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿١٤﴾ وَّ لَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴿١٥﴾﴾

(القيامة: ١٤ ـ ١٥)

”انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے، چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔“

اپنے آپ کو جاننے کے لیے انسان اس کا محتاج نہیں ہوتا کہ کوئی دوسرا اسے بتائے کہ وہ کیا ہے، آدمی اپنی اصلیت چھپانے کے لیے دنیا بھر کو دھوکہ دے سکتا ہے طرح طرح کے حیلے، بہانے، حجتیں اور معذرتیں پیش کرتے ہوئے، مگر خود کو تو اسے خوب خوب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تاہم پھر بھی اگر کوئی شخص اپنی مزید تسلی کے لیے کوئی دوسری رائے جاننا چاہے تو وہ اس اصول پر غور کرکے اپنی حقیقت معلوم کرسکتا ہے۔

کہ: کسی نیکی کی توفیق اور نعمت کی قدردانی کرنے سے مزید نیکی کی توفیق نصیب ہوتی ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے:

((مِن جَزاءِ الحَسَنةِ ، الحَسَنةُ بَعدَها))

''نیکی کا بدلہ، اس کے بعد مزید نیکی کی توفیق ہوتا ہے۔''

اور اسی طرح:

((مِن عُقوبَةِ السَّيِّئَةِ ، السَّيِّئَةُ بعدَها .))

''گناہ کی سزا، اس کے بعد ایک اور گناہ میں ملوث ہونا ہوتا ہے۔''

اس قاعدے کی روشنی میں اگر ہم اپنا اپنا محاسبہ کرنا چاہیں اور جائزہ لینا چاہیں تو ہمیں حقیقت حال معلوم ہوسکتی ہے، کہ اگر تو ہم نے رمضان المبارک سے مستفید ہونے کی کوشش کی ہو تو رمضان کے بعد ہمیں مزید نیک کاموں کی توفیق نصیب ہوگی۔

لیکن اگر ہم نے رمضان المبارک کو اہمیت نہ دی ہوگی بلکہ دنیا داری میں مصروف رہے ہوں گے تو رمضان المبارک کے بعد بھی کوئی نیکی کی توفیق نہیں ملنے والی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پیشکش اور اس کی نعمت کو ٹھکرایا ہے۔

مجموعی طور پر تو ہمیں اس کا واضح منفی فرق نظر آرہا ہے کہ مسجدیں جو رمضان المبارک میں نمازیوں سے بھری ہوتی تھیں وہ آج خالی نظر آتی ہیں۔

انفرادی طور پر ہر شخص اپنے بارے میں بہتر جان سکتا ہے کہ اس کی ایمانی حالت کیا ہے! مگر کیوں ہے، اس کا جواب جاننے کے لیے اسے کسی اسپیشلسٹ کے پاس جانا ہوگا، جو دلوں کے روحانی امراض کے علاج کے ماہر ہوں۔ لیکن اگر وہ خود بھی سچے دل سے اس کا سبب جاننا چاہے تاکہ اپنی اصلاح کرسکے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی مدد حاصل ہوسکتی ہے کہ اس کے دل میں نیکی کی رغبت پیدا ہوجائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاہم علماء کرام نے قرآن وحدیث میں خوب غور وخوض کرنے کے بعد جو اصول وقواعد مرتب کیے ہیں، اُن سے ہمارے لیے مزید آسانیاں پیدا ہوئی ہیں۔

پورا رمضان مسجدوں میں ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن پاک میں گزارنے کے بعد رمضان ختم ہوتے ہی ہماری یہ حالت ہونا کہ ہم فرائض کی ادائیگی سے بھی محروم ہو گئے، اس کا سبب یہ ہے رمضان المبارک میں ہم سچی توبہ کے ساتھ داخل نہیں ہوئے تھے۔

سچی توبہ کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ پر دل سے شرمندہ ہو،اور اگر دل کی یہ کیفیت نہ ہوتو وہ سچی توبہ شمار نہ ہوگی۔

جیسا کہ توبہ کے بعد اگر اس کی یہ کیفیت ہو کہ جب گناہ یاد آئے تو وہ اس کی لذت محسوس کرے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ محض زبان سے توبہ کر رہا ہے، دل سے نہیں۔

لہٰذا ہم میں سے ہر شخص کے لیے بالعموم اوران لوگوں کے لیے بالخصوص یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ جن کی ایمانی حالت رمضان المبارک کے بعد یکا یک گر گئی اور وہ اُن تمام نیک کاموں سے دستبردار ہو گئے جو وہ رمضان المبارک میں کیا کرتے تھے۔

یہ ایک نہایت ہی خطرناک صورت حال ہے، یہ اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب اور غصے کی علامت ہے اور ہماری عبادتیں ہمارے منہ پر مارے جانے کی علامت ہے کہ لے جاؤ اپنی عبادتیں اپنے پاس ہی رکھو! مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔حضرت بشر الحافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

((بِئْسَ الْقَوْمُ قَوْمٌ لَايَعْرِفُونَ لِلّٰهِ حَقًّا إِلَّافِيْ رَمَضَانَ .))

(لطائف المعارف لابن رجب : ۲۲۲)

''وہ لوگ بہت برے لوگ ہیں جو صرف رمضان میں ہی اللہ کا حق جانتے ہیں۔''

رمضان المبارک جو کہ تزکیہ وتربیت کا مہینہ تھا، اس میں آدمی کی ایمانی حالت اگر بہتر نہیں ہوتی تو اگر چہ اس میں کمی نہ بھی ہوئی ہوتو کمی ہی متصور ہوگی ، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ:

((مَنْ لَمْ يَكُنْ فِيْ زِيَادَةٍ فَهُوَ فِيْ نُقْصَانٍ))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"جس کے ایمان میں اضافہ نہیں ہوتا اس میں کمی ہوتی ہے۔"

اس حقیقت کو لوگ مالی معاملات میں تو خوب سمجھتے ہیں کہ جس دن کاروبار میں منافع نہ ہوا ہو تو اس کو گھاٹا تصور کیا جاتا ہے، مگر ایمان میں اضافے کو چونکہ سرے سے کوئی پونجی اور سرمایہ سمجھا ہی نہیں جاتا، اس لیے اس کے نقصان کا احساس بھی نہیں ہوتا، جبکہ یہ کیفیت نہایت ہی خطرناک کیفیت ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے اعراض کرنا ہے، اور اعراض خطرناک اس لیے ہے کہ وہ حجت تمام ہونے کے بعد اور حقیقتِ حال معلوم ہو جانے کے بعد ہوتا ہے جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝﴾

(الانعام: ٤)

"ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں جو ان کے پاس آئی ہو اور انہوں نے منہ نہ موڑا ہو۔"

اور پھر اس اعراض کا انجام اور نقصان یہ بتلایا گیا ہے کہ:

﴿فَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝﴾ (المائدہ: ٤٩)

"پھر اگر یہ اس سے منہ موڑیں، تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اِن کے بعض گناہوں کی پاداش میں ان کو مبتلائے مصیبت کرنے کا ارادہ ہی کر لیا ہے۔"

لہٰذا ہمیں اپنی حالت پر بہت زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت ہے۔ بالخصوص اس لیے کہ موت ایک حقیقت ہے، موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس کی ایک جگہ مقرر ہے۔

موت کب آئے گی اور کہاں آئے گی، یہ کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کو جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے، البتہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے، لیکن موت کے بارے میں جو بات جاننے کی ہے وہ یہ ہے کہ کس حال میں آئے گی؟ یعنی فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ یہ بھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ کس کو موت کس حال میں آئے گی، لیکن کچھ حقائق کو مدنظر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہوئے اندازہ کیا جا سکتا ہے اور کوشش کی جا سکتی ہے کہ موت اُس حال میں آئے جو انسان کی نجات کا باعث ہو۔

اس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ آدمی کا خاتمہ کس حالت پر ہوتا ہے، کیونکہ جس حالت پر آدمی کو موت آتی ہے قیامت کے دن اسی حالت پر اٹھایا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَامَاتَ عَلَيْهِ .)) (صحیح مسلم : ۲۸۷۸)

''جو آدمی جس حالت پر فوت ہوتا ہے اسی حالت پر اٹھایا جائے گا۔''

اگر آدمی بے نمازی کی حیثیت سے فوت ہوگا، کہ نماز نہیں پڑھتا تھا، یا نمازوں کا اہتمام نہیں کرتا تھا، کہ جب وقت ملا پڑھ لی تو اسی حالت پر اٹھایا جائے گا۔

اگر آدمی حرام کاروبار کرتے ہوئے فوت ہوا، تو اسی حالت پر اٹھایا جائے گا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ عموماً آدمی کو اسی حالت پر موت آتی ہے جو اس کے روز مرہ کے معمولات ہوتے ہیں، بہت کم ایسے ہوتا ہے کہ آدمی روز مرہ کے معمولات کے مطابق تو نیک ہو مگر اچانک کسی گناہ کی حالت پر اسے موت آ جائے۔ یا کوئی آدمی گناہ کے کاموں میں اور حرام کاروبار میں زندگی گزارے اور اسے کسی اچھی حالت پر اور توبہ کی حالت پر موت آ جائے۔

البتہ حسن خاتمہ کی کچھ ظاہری علامات ہیں، جنہیں اچھی علامات جان کر حسن ظن کیا جا سکتا ہے اور امید کی جا سکتی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

((إِذَا أَرَادَ لِلّٰهِ بِعَبْدٍ خَيْراً اسْتَعْمَلَهُ .))

''جب اللہ تعالیٰ (اپنے) کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے۔''

((فَقِيلَ كَيْفَ يَسْتَعْمِلُهُ؟))

''صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اس سے کیسے کام لیتا ہے؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: ((یُوَفِّقُهُ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ مَوْتِهِ.))

(ترمذي ، كتاب القدر : ٢١٤٢)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اسے موت سے پہلے نیک عمل (کرنے) کی توفیق دے دیتا ہے۔''

لہٰذا اگر حسن خاتمہ کی فکر ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ نیکی پر مداومت اور ہمیشگی ہو اور برائی سے اجتناب کیا جائے۔

اور بُرے خاتمے سے بچنے کی فکر ہونی چاہیے کہ ایسے بہت سے واقعات سننے، دیکھنے اور پڑھنے میں آئے ہیں کہ کسی کو وقتِ مرگ کلمہ طیبہ کی تلقین کی جاتی تو اس کی زبان پر صرف وہی بات آتی جو اس کا معمول ہوتا، جیسے: شراب پینا، گانا گانا، یا حرام کاروبار کرنا وغیرہ۔

موت کو یاد رکھیں اور حسن خاتمہ کی کوشش کرتے رہیں۔ اگر موت کا ذکر بھی کسی کو سیدھا نہیں کرسکتا، اس کا دل نرم نہیں کرسکتا، اسے راہ راست پر نہیں لاسکتا، تو پھر اس کے حسن خاتمہ کے امکانات بہت کم ہیں، ہاں اللہ اگر چاہے تو کسی وقت بھی ہدایت مل سکتی ہے، مگر عموماً آدمی کو موت اسی حالت پر آتی ہے جس پر اس کے شب و روز گزرتے ہوں۔

اور موت تو ایک پہلا مرحلہ ہے آخرت کے مراحل میں سے، اس کے بعد ایک سے ایک شدید اور خطرناک مراحل پیش آئیں گے۔

قیامت کے مناظر میں سے ایک منظر یہ ہے کہ ہر آدمی اللہ تعالیٰ کے حضور اکیلا اور تنِ تنہا ہی پیش ہوگا:

﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝﴾ (مریم: ٩٥)

''سب قیامت کے روز فرداً فرداً اس کے سامنے حاضر ہوں گے'' قبر میں بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔''

قبر کا خوفناک منظر آدمی کے دماغ میں جگہ نہیں پاتا، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں اپنے دائیں بائیں بہت رونق دیکھتا ہے، بہت چاہنے والے، خدمت کرنے والے نظر آتے ہیں تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ قبر کی تنہائی اور وحشت بھول جاتا ہے، حالانکہ یہ ساری رونق زیادہ سے زیادہ قبرستان تک ہی ہے،اس کے بعد سب سے قریبی رشتہ اولاد کا ہوتا ہے اور اولاد بھی آنسو بہانے کے سوا کچھ نہیں کرسکتی، بلکہ وہ آنسو بھی جدائی کے غم سے بہاتی ہے اور جدائی کا غم ایک حقیقت ہے، مگر یہ غم کسی کو لاحق نہیں ہوتا کہ وہ زندگی میں ہمارے لیے حرام کماتا رہا ہے، اب وہ اکیلا ہی بھگت رہا ہے اس بات کی کسی کو فکر نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی کچھ کرسکتا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ ہمیں خبردار کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس دن کے مناظر کو اپنی آنکھوں میں بسا کے رکھیں۔

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۳۰﴾ (آل عمران: ۳۰)

”وہ دن آنے والا ہے، جب ہر نفس اپنے کئے کا پھل حاضر پائے گا، خواہ اُس نے بھلائی کی ہو، یا برائی، اُس روز آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش ابھی یہ دن اُس سے بہت دور ہوتا، اللہ ہمیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے، اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیرخواہ ہے۔“ یعنی ڈرانا اور خبردار کرنا خیر خواہی ہے۔

بہرحال نیکیوں کا ایک موسم تو یقیناً ہم سے رخصت ہوا مگر نیکیوں کے دروازے قیامت تک کھلے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تلافیٔ مافات کی توفیق بخشے اور نیکی اور توبہ و استغفار کے مواقع عطا فرمائے۔ آمین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسان کا سب سے بڑا اعزاز اس کا مقصدِ تخلیق

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ ﴾ (الذاریات : ٥٦)

انسان اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے ایک بالکل منفرد مخلوق ہے، جسے بہت سی مخلوقات پر بہت سی چیزوں میں امتیازی اوصاف اور خصوصیات حاصل ہیں۔

جسمانی ساخت میں وہ سب سے بہترین سانچے اور ڈھانچے والا، متناسب قد و قامت اور متوازن اعضاء و جوارح والا اور جسمانی لحاظ سے ہی دیگر بہت سی منفرد خوبیوں اور صلاحیتوں والا ہے اور اسی طرح فکر وفہم اور علم و عقل میں بھی وہ سب سے ممتاز اور بلند پایہ مخلوق ہے۔ چنانچہ اس کی تمام تر خوبیوں، صلاحیتوں اور قابلیتوں کو اس آیت کریمہ میں گویا سمو دیا گیا ہے کہ:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾ ﴾ (التین : ٤)

''ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے۔''

انسان کے بہت سے امتیازی اوصاف میں سے کہ جو اسے دیگر مخلوقات کے مقابلے میں حاصل ہیں، ایک بنیادی وصف اور خوبی عقل ہے۔

عقل اگرچہ دیگر جاندار مخلوقات کو بھی حاصل ہے جیسا کہ جانور وغیرہ ہیں مگر انھیں ایک بہت ہی محدود شکل میں دی گئی ہے، جیسا کہ کھانے پینے، اپنا دفاع کرنے اور افزائش نسل سے متعلق ضروریات کو سمجھنے کی حد تک ہے۔

اگرچہ علماء کرام اسے عقل نہیں گردانتے، بلکہ غریزہ اور جبلت قرار دیتے ہیں کہ ان چیزوں کی سمجھ، پہچان، جاذبیت اور کشش اُن مخلوقات کی فطرت اور جبلت میں رکھ دی گئی ہے چنانچہ وہ اُن چیزوں کے حصول کی کوشش انہیں تقاضوں کے تحت ہی کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنیادی طور پر انسان کے اندر تین بڑی اور اہم قوتیں ہیں: قوتِ عقل، قوتِ غضب و غصہ اور قوتِ خواہش نفس۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوقات میں سے تین مخلوقات ان قوتوں کے حوالے سے موضوع بحث بنتی ہیں اور وہ ہیں: انسان، فرشتے اور حیوانات۔

اُن مذکورہ تین قوتوں میں سے سب سے بلند مرتبہ قوت، قوتِ عقل ہے اور قوتِ عقل میں اِن مخلوقات کا حصہ کچھ یوں ہے، جیسا کہ بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ:

((خُلِقَ لِلْمَلَائِکَۃِ عُقُوْلٌ بِلَا شَھْوَۃٍ .))

''فرشتوں کو عقل کے ساتھ مگر بغیر خواہش نفس کے پیدا کیا گیا۔''

((وَخُلِقَ لِلْبَھَائِمِ شَھْوَۃٌ بِلَا عَقْلٍ .))

''اور جانوروں کو خواہش نفس کے ساتھ مگر بغیر عقل کے پیدا کیا گیا۔''

((وَخُلِقَ لِلْاِنْسَانِ عَقْلٌ وَ شَھْوَۃٌ .))

جبکہ انسان کو عقل سے بھی نوازا گیا اور خواہشِ نفس بھی اس میں رکھ دی گئی ہے۔

((فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُہٗ شَھْوَتَہٗ فَھُوَ خَیْرٌ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ .))

''پس جس کی عقل اُس کی خواہش نفس پر غالب آ جائے تو وہ فرشتوں سے بہتر ہوا۔''

((وَمَنْ غَلَبَتْ شَھْوَتُہٗ عَقْلَہٗ فَالْبَھَائِمُ خَیْرٌ مِنْہُ .))

(مجموع الفتاویٰ: ۱۵/ ۴۲۹)

''اور جس کی خواہشاتِ نفس اس کی عقل پر غالب آ جائیں تو جانور اُس سے بہتر ہوئے، یعنی وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے۔''

تو جانوروں کی عقل کے حوالے سے صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ جانور بغیر عقل کے پیدا کئے گئے ہیں، ورنہ تصور کریں کہ اگر جانوروں کے پاس بھی عقل ہوتی تو انسانوں اور جانوروں کے مابین معاملات کچھ یوں ہو سکتے تھے کہ کوئی آدمی گدھے پر سوار ہو تو گدھا اُس سے کہے کہ نیچے اترو پہلے یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم میں سے گدھا کون ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ویسے جانوروں کا انسانوں کی طرح باتیں کرنا بھی حدیث سے ثابت ہے اور قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوْقُ بَقَرَةً لَهُ قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا، الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ الْبَقَرَةُ فَقَالَتْ إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا، وَلٰكِنِّي إِنَّمَا خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ.))

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی اپنے بیل پر بوجھ لادے جا رہا تھا، تو بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میں اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔''

فَقَالَ النَّاسُ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ تَعَجُّباً وفَزَعاً: أَبَقَرَةٌ تَكَلَّمُ؟))

''تو لوگوں نے حیرانی اور گھبراہٹ سے کہا: سبحان اللہ! بیل باتیں کرتا ہے!''

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَإِنِّي أُؤْمِنُ بِهِ وَأَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ.))

(صحیح مسلم: ۲۳۸۸)

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس بات کو سچ مانتا ہوں اور ایمان رکھتا ہوں، ابوبکر و عمر بھی اس پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں۔''

اس حدیث سے حاصل ہونے والے دیگر فوائد کے ساتھ ایک یہ فائدہ اور نکتہ نہایت ہی اہم ہے، ذہن سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا اُمت میں کتنا بڑا مقام ہے کہ آپ ﷺ ان کی عدم موجودگی میں ان کے ایمان کی گواہی دے رہے ہیں۔

تاہم جانوروں کا انسانوں کی طرح باتیں کرنا بالفعل واقع ہوا ہے اور قیامت کے نزدیک تو عام ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ درندے اور بے جان چیزیں بھی قیامت کے قریب انسانوں سے باتیں کریں گے تو جانوروں کا اس طرح باتیں کرنا اصل میں خرقِ عادت ہے ورنہ اُن میں انسان کی طرح بات کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

انسان یقیناً اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک نہایت ہی افضل و اشرف مخلوق ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیگر مخلوقات پر اس کی فضیلت کی وجوہات میں سے ایک وجہِ فضیلت عقل بھی ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان اگر عقل استعمال نہ کرے تو نہ صرف یہ کہ اُس کی فضیلت چھن جاتی ہے بلکہ وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اور آخرت میں اس کا انجام بھی انجام بد ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾﴾ (الاعراف: ١٧٩)

”اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے، اُن کے پاس دل ہیں مگر وہ اُن سے سوچتے نہیں، اُن کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان تو ہیں مگر وہ اُن سے سنتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں۔“

انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہے اور اس کی مخلوقات میں سے عقلمند ترین مخلوق ہے اور عقل وجوہاتِ فضیلت میں سے ایک وجہِ فضیلت و امتیاز ہے، حالانکہ عقل تو فرشتوں کو بھی دی گئی ہے، مگر وہ اُس عقل سے صرف خیر کا کام ہی لیتے ہیں کیونکہ عقل کے ساتھ انہیں خواہشاتِ نفس نہیں دی گئیں، چنانچہ شر اور برائی کو قبول کرنے کا مادہ ان میں نہیں رکھا گیا:

﴿لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (التحریم: ٦)

”وہ کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے بجالاتے ہیں۔“

جبکہ انسان کو عقل عطا کی گئی ہے تو ساتھ خواہشاتِ نفس بھی اس کی فطرت اور جبلت میں رکھ دی گئی ہیں اور انسان جب عقل کو استعمال کرتے ہوئے خواہشات نفس سے بچ کر احکام الٰہی بجا لاتا ہے تو فرشتوں سے بہتر قرار پاتا ہے اور اگر عقل کے استعمال کو نظر انداز کر کے خواہشاتِ نفس کی دلدل میں پھنس کے رہ جاتا ہے تو پھر وہ جانوروں سے بھی بدتر قرار

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پاتا ہے۔

لہٰذا عقل ہی انسان کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ عقل کا دین میں دائرہ کار کیا ہے، وہ کس طرح کام کرتی ہے اور اس سے مطلوب کیا ہے؟

بظاہر یہ سوال بڑا سادہ اور آسان سا نظر آتا ہے، مگر اس کا جواب حقیقت میں اتنا آسان نہیں ہے، بلکہ بہت طویل اور گہرا ہے اس لیے اس کی تفصیل میں نہیں جا سکتے، البتہ اس کا خلاصہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں، جو کہ کچھ یوں ہے:

کہ عقل معیارِ مطلق نہیں ہے کہ ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر اس کے صحت و سقم کے بارے میں جانا جائے، بالخصوص دین کے بارے میں۔

دین میں اصل چیز نقل ہے یعنی جو چیز قرآن و حدیث کے دلائل کی صورت میں منقول ہے، عقل کا کام صرف دلائل کے صحت و سقم کے بارے میں جاننا اور اس کو سمجھنا ہے، یعنی یہ جاننا کہ کوئی بات قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔

یہ جاننا عقل کے دائرہ کار میں نہیں ہے کہ قرآن و حدیث نے جو حکم دیا ہے وہ حکم عقل پر پورا اترتا ہے کہ نہیں۔

دین کے حوالے سے عقل کی مثال آنکھ کی سی ہے، کہ بے شک چیزوں کو آنکھ کے ذریعے ہی دیکھا جاتا ہے، بشرطیکہ آنکھ صحیح سلامت ہو، لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آنکھ چاہے صحیح سلامت بھی ہو مگر اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتی، اس کے لیے روشنی کا ہونا ضروری ہے اور اس صورت میں وحی الٰہی وہ روشنی ہے جس میں عقل دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔

رہی بات کہ عقل کس طرح کام کرتی ہے، تو انسان کی عقل کی اساس اور بنیاد استدلال ہے، معلوم اور مادی چیز سے استنباط کر کے نامعلوم اور غائب چیز معلوم کرنا۔

مثلاً: آدمی آگ کو دیکھتا ہے اور اس کے دھوئیں کو بھی دیکھتا ہے تو اس نے حسی مشاہدہ بھی کیا اور اس کے آثار بھی دیکھے۔ تو اُس کا یہ مشاہدہ یقین حسی کہلائے گا۔

لیکن جب وہ دیوار کے پیچھے سے دھواں اٹھتا ہوا تو دیکھے مگر آگ نظر نہ آ رہی ہو تو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُس وقت استدلال کرتا ہے، دھوئیں سے آگ کے وجود پر دلیل نکالتا ہے کہ چونکہ دھواں آگ کے بغیر نہیں ہوتا، جہاں دھواں ہوتا ہے وہاں آگ بھی ہوتی ہے، لہٰذا دھوئیں کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آگ موجود ہے، تو یہ مشاہدہ یقین استدلالی کہلائے گا۔

تیسری صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی ایسا آدمی کہ جس پر انسان سو فیصد اعتماد کرتا ہو اور اسے سچا مانتا ہو، وہ آکر بتاتا ہے کہ فلاں جگہ پر آگ لگی ہے، تو آپ نے اگرچہ آگ نہیں دیکھی، اس کے آثار بھی نہیں دیکھے، مگر ایک سچے آدمی کی خبر پر یقین کرتے ہوئے اس آگ کے بارے میں جانا ہے، تو اس علم، ادراک اور یقین کو یقین اخباری کہیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں، کائنات کی تخلیق کے بارے میں، مابعد الموت کے بارے میں، غیر مرئی مخلوقات، جنوں اور فرشتوں کے بارے میں معلومات یقین اخباری ہے۔

ورنہ ان میں سے کسی چیز کا ہم نے مشاہدہ تو نہیں کیا، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿مَآ أَشْهَدتُّهُمْ خَلْقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنفُسِهِمْ وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ ٱلْمُضِلِّينَ عَضُدًا ﴿٥١﴾﴾ (الکهف: ٥١)

''میں نے آسمان و زمین پیدا کرتے وقت ان کو نہیں بلایا تھا اور نہ خود ان کی اپنی تخلیق میں انہیں شریک کیا تھا اور نہ ہی میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا ہوں۔''

اب تک کی گفتگو سے ہم نے یہ جانا کہ دین میں عقل کا دائرہ کار کیا ہے اور یہ کہ عقل کس طرح کام کرتی ہے، اور اب سوال کا تیسرا حصہ یہ ہے کہ عقل سے مطلوب کیا ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ عقل کی موجودگی کا لازمی نتیجہ کیا ہے!

تو عقل کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان اپنے بارے میں جاننے کی کوشش کرے کہ وہ کیا ہے اور کیوں ہے!

یہ سوال انسان کی زندگی کا سب سے پہلا، سب سے بڑا اور سب سے اہم سوال ہے، اسی ایک سوال کے جواب سے مزید کئی سوال پیدا ہوتے ہیں اور بالآخر انسان نتیجے پر پہنچ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کو اس پہلو پر غور وفکر کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾

(الدھر: ۱)

''کیا انسان پر ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا؟''

اور پھر اس کے بعد فرمایا:

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا﴾

(الدھر: ۲)

''ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا، تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔''

یہ تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ کس طریقے سے پیدا کیا ہے (کہ اس کے بتانے میں بھی حکمتیں ہیں) اور یہ بھی بتا دیا کہ کس مقصد کے لیے پیدا کیا اور وہ ہے امتحان لینا اور یہ بھی بتا دیا کہ اُس کے لیے کس طرح کے اسباب ووسائل اور ذرائع مہیا کیے (اور وہ ہیں: سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں)۔

مگر اس سوال کا جواب معلوم کرنا انسان پر چھوڑ دیا کہ کیا اُس پر کوئی ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا حالانکہ اس سوال کے اندر ہی اس کا جواب بھی موجود ہے کہ یقیناً انسان پر ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا، مگر اس کو سوالیہ انداز میں اس لیے بیان کیا کہ انسان اس بات پر غور وفکر کرے کہ اُس کو کیوں پیدا کیا گیا، اس کا مقصد تخلیق کیا ہے۔ اخباری یقین حاصل کرنا چاہتا ہے تو قرآن وحدیث اس سے بھرے پڑے ہیں، اور اس بات کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے کبھی اس طرح کہ:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾

(المؤمنون: ۱۱۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے۔''

اور کبھی یہ کہہ کر کہ:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝٥٦﴾ (الذاريات : ٥٦)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

کبھی اس انداز میں کہ:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ۝١٦﴾ (الانبياء : ١٦)

''ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ بھی ان میں ہے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔''

اور کبھی یوں کہ:

﴿أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ۝٣٦﴾ (القيامة : ٣٦)

''کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔''

اور اگر استدلالی یقین حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے عقل عطا کر رکھی ہے اور غور وفکر کے دروازے اس کے سامنے کھلے ہیں جیسا کہ فرمایا:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝١٩٠﴾ (آل عمران : ١٩٠)

''زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ہوشمند وعقلمند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔''

زمین وآسمان کی پیدائش اور دن رات کے باری باری آنے میں غور وفکر کر کے صحیح نتیجے کے لیے بس ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ ان پر غور وفکر کرنے والی عقل عقلِ سلیم ہو۔ اُس میں تعصب، انحراف اور انحیاز نہ ہو کیونکہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَــــنْ يَكُ ذَافَـمٍ مُـــرٍّ مَـــرِيْـــضٍ
يَـــجِـــدْ مُـــرًّا بِـــهِ الْـمَـــاءَ الـزُّلَالَا

''جو بیمار ہواور بیماری کی وجہ سے اُس کا منہ کڑوا ہو، تو اُس کو میٹھا اور صاف پانی بھی کڑوا ہی لگتا ہے۔''

تو یہاں عقلمند لوگوں کو کائنات میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے اور حقیقت میں عقلمند وہ ہیں:

﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آل عمران: ١٩١)

''جو اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں، وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں۔''

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

''پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے، پس اے رب! ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔''

اور جب انسان کائنات کی تخلیق پر غور وفکر کر کے اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ وہ فضول اور بے مقصد نہیں بنائی گئی تو خود انسان کی تخلیق، اس کا اپنا وجود کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے بہت نشانیاں رکھ رکھی ہیں، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾

(فصلت: ٥٣)

''عنقریب ہم اُن کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور اُن کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ اُن پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ واقعی حق ہے۔''

تو انسان اپنی ذات پر غور کر کے اس حقیقت تک پہنچ سکتا ہے کہ وہ بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا، اس کی زندگی کا یقیناً ایک مقصد ہے، وہ مقصد کیا ہے، ہر مسلمان اُس سے خوب آگاہ ہے، جو لوگ اس مقصد سے آگاہ نہیں ہیں یا جنھوں نے اُس مقصد کو پس پشت ڈال رکھا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ ہمیشہ قلق واضطراب، بے چینی اور ذہنی دباؤ کا شکار رہتے ہیں۔

یوں تو ہر شخص نے اپنی اپنی زندگی کا کوئی نہ کوئی ہدف اور مقصد متعین کر رکھا ہے، کسی نے دولت کا حصول، کسی نے شہرت کا حصول، کسی نے عہدہ ومنصب کا حصول اور کسی نے کوئی اور۔

مگر انسان کی زندگی کا حقیقی مقصد کیا ہے؟ کچھ تو جاننا ہی نہیں چاہتے اور کچھ جان کر انجان بنے ہوئے ہیں اور دنیا کی لذتوں میں کھوئے ہوئے ہیں۔

جب انسان اپنے حقیقی مقصد سے انحراف کرتا ہے تو پھر وہ اُس مقصد کا غلام بن جاتا ہے جس کو اس نے اپنا رکھا ہوتا ہے، جیسا کہ جو شخص دولت کے حصول کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیتا ہے تو ایسے شخص کو آپ ﷺ نے دولت کا بندہ، اس کا پجاری اور غلام بتلایا ہے۔فرمایا:

((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَ عَبْدُالدِّرْهَم .)) (صحيح البخاری: ۲۸۸۷)

''ہلاک اور بد بخت ہو درہم و دینار کا بندہ۔''

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ کوئی شخص چاہے کتنی ہی دنیا کی محبت رکھتا ہو مگر اس کی پوجا نہیں کرتا۔مگر آپ ﷺ نے اسے دولت کا پجاری اور عبد اور غلام قرار دیا ہے اور اس کے لیے بددعا فرمائی ہے۔

اس بددعا سے کس طرح بچنا ہے، پھر ان شاء اللہ جاننے کی کوشش کریں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین اسلام میں غیرت کی اہمیت وضرورت (حصہ اوّل)

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (النور: ۱۹)

اسلام دینِ فطرت ہے، دین رحمت، دین امن و سلامتی، دینِ اخوت ومحبت، دینِ ہمدردی و خیرخواہی، دینِ اخلاق و آداب، دینِ شرم وحیا، دینِ غیرت ومحبت اور دینِ طہارت و پاکیزگی ہے۔

دنیا میں پُر امن، پاکیزہ، صاف ستھری، پُر وقار، باعزت، بے خوف اور خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے اسلام نے انسان کی بنیادی ضروریات کی حفاظت پر مبنی نظام دیا ہے، اس کے اصول وقواعد اور قوانین وضوابط مقرر فرمائے ہیں، ان کے مطابق زندگی گزارنے سے پاکیزہ اور خوشگوار زندگی ملتی ہے اور انہیں نظر انداز کرنے اور پس پشت ڈالنے سے زندگی الجھنوں کا شکار ہوجاتی، نظام زندگی تلپٹ اور درہم برہم ہوجاتا ہے، مصیبتیں، پریشانیاں، لڑائی جھگڑے اور دنگا فساد شروع ہوجاتے ہیں، دلوں میں بغض، حسد، نفرتیں، کدورتیں اور عداوتیں پیدا ہوجاتیں ہیں۔

اسلام انسان کی جن بنیادی ضروریات کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے اس کو ضروریات خمسہ کے نام سے جانا جاتا ہے اور مقاصد شریعت کہا جاتا ہے وہ انسان کی نہایت ہی بنیادی پانچ ضرورتیں ہیں۔

دین، نفس (جان)، عقل، نسل (عزت)، مال۔

بنیادی ضرورتوں کا مطلب ہے کہ ایسی ضرورتیں جو انسان کے دین اور دنیا کے مفادات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے حصول کے لیے ضروری ہوں، ان کا فقدان دین اور دنیا کے مفادات کا فقدان ہو، وہ امور جن پر انسان کی دینی اور دنیوی زندگی موقوف ہے اور جن میں اگر خلل واقع ہو تو انسان کی دنیوی زندگی متاثر ہوتی ہے اور آخرت بھی بگڑ جاتی ہے۔

تو اسلام انسان کی ضروریاتِ خمسہ کی، جنہیں کلیاتِ خمسہ بھی کہا جاتا ہے کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ تو آج ہم اُن ضروریات خمسہ میں سے ایک کا ذکر کرنا چاہیں گے اور وہ ہے: نسل یا عزت کی حفاظت۔

تقدیم واولویت کے لحاظ سے سب پر مقدم اور سب سے اہم تو یقیناً ضرورت دین ہے، مگر نسل انسانی کی حفاظت اور اس کی عزت وحرمت کے بارے میں چونکہ آج کل بہت تساہل برتا جا رہا ہے اور اس حوالے سے بہت سے غلط نظریات لوگوں میں در آئے ہیں، جس کی وجہ سے معاشرے میں بگاڑ بڑھتا جا رہا ہے، لہٰذا اس کی توضیح اور اصلاح کے نقطۂ نظر سے اس موضوع پر گفتگو کرنا ضروری سمجھا۔

نسلِ انسانی کی حفاظت اور اس کی عزت وحرمت کی حفاظت یقیناً انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے، چنانچہ اس کی حفاظت کی خاطر ایک طرف نکاح کو مشروع قرار دیا اور دوسری طرف اسے گڈ مڈ اور اختلاط کا شکار ہونے سے بچانے کے لیے زنا کو حرام قرار دیا۔

حتی کہ اس کی عزت وحرمت کی حفاظت کے لیے حدِ قذف متعین کی اور دیگر پابندیاں عائد کیں، تاکہ معاشرے میں بے حیائی کی باتیں نہ پھیلیں اور نسب خراب نہ ہو اور انسانی جان کی طرح وہ بھی محفوظ رہے۔

نسلِ انسانی، سلسلۂ نسب اور اس کی عزت وحرمت کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو انتظامات فرمائے، ان میں سے ایک انسان میں غیرت کا ودیعت کرنا بھی ہے۔

تو غیرت انسان میں ایک نہایت ہی قابل قدر اور عالی مرتبت اخلاقی خوبی اور صفت ہے، اور وہ انسان کی شخصیت کا حسن ہے۔

لفظِ غیرت تغیرِّ قلب سے ماخوذ ہے، یعنی انسان جب اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز میں کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیر کو شریک ہوتے ہوئے محسوس کرتا ہے، تو اُس کے دل کی کیفیت متغیر ہو جاتی ہے، اُس کے غصے میں ہیجان، جوش اور شدت پیدا ہو جاتی ہے۔

''By Default'' یعنی طے شدہ طور پر غیرت ہر انسان میں موجود ہوتی ہے، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، عالم ہو یا عامی۔ غیرت کو اسلام میں بہت سراہا گیا ہے، اس کی قدر کی گئی ہے، اس کی ترغیب دی گئی اور تعریف کی گئی ہے۔ اور غیرت کے فقدان کی مذمت کی گئی ہے، اسے معیوب قرار دیا گیا ہے، بہت بڑی اخلاقی کمزوری گردانا گیا ہے اور اس کے برے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔

غیرت کی تائید و حمایت میں تو کہنے کو بہت کچھ ہے، حتی کہ اُسے اِس مختصر سے خطبے میں سمیٹنا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ مگر پہلے غیرت کا جو ایک منفی مفہوم اور تأثر عوام میں پھیل رہا ہے بلکہ قصداً وعمداً پھیلایا جارہا ہے، اس سے متعلق تھوڑی سی گفتگو ہو جائے۔

آج کل عالمی میڈیا پر بالعموم اور مسلم میڈیا پر بالخصوص ایک جملہ اکثر پڑھنے اور سننے کو ملتا ہے کہ غیرت کے نام پر قتل اور پھر اس کی خوب مذمت کی جاتی ہے۔

یہ جملہ فی ذاتہ تو صحیح ہے، حق اور سچ ہے کہ غیرت کے نام پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، بالخصوص اگر بدکاری کا ارتکاب نہ کیا ہو اور اگر بدکاری کے مرتکب ہوئے ہوں مگر غیر شادی شدہ ہوں تو بھی قتل نہیں ہے، صرف کوڑے ہیں اور اگر بدکاری کے مرتکب ہوں اور شادی شدہ ہوں تو چار گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ بھی حد نافذ کرنے کی ذمہ داری حاکم شرعی کی ہے۔ (نا کہ عوام کی)

لہٰذا کسی فرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لے اگرچہ اس مسئلے میں علماء کرام کے درمیان میں کچھ اختلاف بھی ہے، تاہم ایک حد تک تو یہ بات صحیح ہے، مگر یہ بات اتنی سادہ نہیں ہے، کیونکہ جن لوگوں کی طرف سے یہ آواز اٹھائی جاتی ہے ان کا مقصد قتل کے خلاف آواز اٹھانا نہیں بلکہ ان کا مقصد غیرت کو نشانہ بنانا ہے، غیرت کو ہدف تنقید بنانا، اس کی مذمت کرنا ہے اور غیرت کے تصور کو ختم کرنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاہم یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ جیسے ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے ایسے ہی غیرت کی بھی ایک حد ہے اور وہ جب اپنی حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو پھر وہ قابل ستائش نہیں رہتی بلکہ قابل مذمت ہو جاتی ہے اور بدظنی اور تہمت کا روپ دھار لیتی ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ جب کوئی شخص لمبے سفر سے واپس لوٹے تو رات کو گھر آئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلًا يَتَخَوَّنُهُمْ أَوْ يَطْلُبَ عَثَرَاتِهِمْ .)) (صحيح مسلم ، كتاب الامارة : ٧١٥)

"آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ آدمی اپنے اہل خانہ کے پاس اچانک رات کو گھر واپس آئے، ان کی خیانت کی جاسوسی کرنے یا اُن کی لغزشوں کی تلاشی کی نیت سے۔"

یعنی چھاپہ مارنے کے انداز سے نہ آئے، یہ دیکھنے کے لیے کہ گھر میں کہیں کوئی خرابی تو نہیں ہے، بلکہ بتا کر آئے۔ اور آج کل تو اپنے آنے کی اطلاع دینا بہت آسان ہے، وسائل دستیاب ہیں اور اگر پہلے سے گھر والوں کو معلوم ہو کہ فلاں وقت واپسی ہے تب بھی رات کو آنے میں کوئی حرج نہیں، منع نہیں ہے، لیکن جاسوسی کرنا منع ہے، کیونکہ یہاں غیرت اپنی حد سے تجاوز کر کے بدظنی کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔

یہ تو تھا غیرت کا وہ پہلو جو منع ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ مَايُحِبُّ اللّٰهُ، وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ .))

"کچھ غیرت ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور کچھ ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔"

((فَاَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِيْ يُحِبُّ اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ .))

"جو غیرت اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے وہ، وہ غیرت ہے جہاں معاملہ مشکوک ہو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَ اَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُ اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ الرِّيْبَةِ .))

(مسند احمد: ۲۳۷۵۲ ، نسائی ، کتاب الزکاۃ : ۲۵۵۸)

”البتہ وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے، ایسی غیرت کہ جہاں شک کی کوئی بات ہی نہ ہو۔“ بس صرف آدمی شکی مزاج ہو۔

تو ایسی غیرت ہرگز نہیں ہونی چاہیے جو محض شک، تہمت اور بدظنی پر مبنی ہو۔ البتہ غیرت کا وجود عزت کی حفاظت، نسل انسانی اور سلسلہ نسب کی درستی اور حفاظت کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔

تو اب آیئے ملاحظہ کرتے ہیں کہ اسلام میں غیرت کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے اور کتنی ترغیب دی گئی ہے، بلکہ فطری طور پر تمام انسانی معاشروں میں اسے کس طرح دیکھا جاتا ہے۔

اسلام میں غیرت کی ضرورت واہمیت کا اندازہ کرنے کے لیے یہ چند باتیں جان لیں تو اس کی اہمیت خوب واضح ہوجاتی ہے۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يَغَارُ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ .))

”اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور بندۂ مؤمن بھی غیرت کرتا ہے۔“

((وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ .))

(مسلم: ۲۷۶۱)

”اور اللہ تعالیٰ کا غیرت کرنا اس بات پر اور اس وقت ہوتا ہے جب کوئی بندہ وہ کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کررکھا ہو۔“

اور غیرت کی اہمیت کو نہایت ہی تاکیدی الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اَبَداً .))

فرمایا: ”تین قسم کے لوگ ہرگز جنت میں نہیں جائیں گے۔“

((اَلدَّيُّوْثُ ، وَالرَّجُلَةُ مِنَ النِّسَاءِ ، وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ .))

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''ایک دیوث ایک زنانہ مرد اور تیسرا شراب کا رسیا۔''

فَقَالُوْ: ((یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَمَّا مُدْمِنُ الْخَمْرِ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ .))

صحابہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ: شراب کا رسیا تو ہمیں معلوم ہے، کیا ہوتا ہے۔''

((فَمَا الدُّیُّوْثُ .))

''مگر دیوث کون ہوتا ہے؟''

قَالَ: ((اَلَّذِیْ لَا یُبَالِيْ مَنْ دَخَلَ عَلَی اَهْلِهٖ .))

فرمایا: ''دیوث وہ ہوتا ہے جو پرواہ نہ کرے کہ اُس کے اہل خانہ کے پاس کون آتا جاتا ہے۔''

اور دیوث کا اردو میں مترادف: بے غیرت اور بھڑوا ہے۔

قُلْنَا: ((فَالرَّجُلَةُ مِنَ النِّسَاءِ؟))

ہم نے عرض کیا: ''اور عورتوں میں زنانہ مرد کون ہوتے ہیں؟''

قَالَ: ((اَلَّتِيْ تَشَبَّهُ بِالرِّجَالِ .)) (شعب الایمان: ۱۰۸۰۰ ، صحیح الترغیب والترھیب: ۲۰۷۱)

فرمایا: ''عورتوں میں زنانہ مرد وہ عورتیں ہوتی ہیں جو وضع قطع چال ڈھال اور لباس میں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔''

تو اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیرت کرنے والا نہیں ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا اَحَدَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ .))

''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔''

((وَ لِذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ .))

(صحیح البخاری: ٤٦٣٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''چنانچہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ظاہری و باطنی فحاشی کو حرام قرار دیا ہے۔''

اب آیئے صحابہ کرام کی غیرت کے چند نمونے ملاحظہ کرتے ہیں، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((لَوْ رَأَيْتُ رَجُلاً مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ .))

''اگر میں کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں تو میں تلوار کی ہموار اور چپٹی طرف سے نہیں بلکہ تلوار کی دھار کی طرف سے اُس کو ضرب لگاؤں گا۔'' یعنی کاٹ کے رکھ دوں گا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ؟))

''کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے؟''

((فَوَ اللّٰهِ لَأَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ .))

''اللہ تعالیٰ کی قسم میں سعد سے بھی زیادہ غیرت مند ہوں۔''

((وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّي .)) (صحيح البخاری: ٧٤١٦)

''اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے۔''

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تو آپ نے سنا ہوگا، باغی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں حملہ کرنے کے لیے داخل ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر کے بال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر پھیلا دیئے تاکہ وہ قتل نہ کریں اور وہ محض ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تھا، جو ایک طرح اُن کی مروت کے ذریعے بچاؤ کی ایک ہلکی سی امید تھی۔

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غیرت کا عالم ملاحظہ کیجئے کہ عین اس وقت کہ جب قاتل قتل کرنے کے لیے سر پر کھڑے تھے، فرماتے ہیں:

((خُذِي خِمَارَكِ ، فَلَعَمْرِي لَدُخُولُهُمْ عَلَيَّ اَهْوَنُ مِنْ حُرْمَةِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شَعْرِكِ .)) (تاریخ المدینه لابن شیبه: ٤/ ١٣٠٠)

''اپنے چادر لو مجھے اُس عمر دینے والے کی قسم اِن کا مجھ پر حملہ آور ہونا تمہارے بالوں کی عزت وحرمت کے مقابلے میں بہت حقیر اور ہیچ ہے۔''

یعنی اپنی موت سے بڑھ کر حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کے بالوں کی حرمت کی غیرت اور فکر تھی۔

اسی طرح دیگر متعدد صحابہ کرام کی غیرت کے واقعات احادیث میں مذکور ہیں، اگرچہ تمام کے تمام صحابہ کرام ہی شدید غیرت والے تھے، بلکہ اسلام سے پہلے بھی تمام عرب انتہائی سخت غیرت رکھتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گواہی دی، حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم جُلُوْسٌ .))

''ایک بار ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔''

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ فِی الْجَنَّةِ .))

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں سو رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں پایا۔'' (انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں)

((فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ اِلٰی جَانِبِ قَصْرٍ .))

''دیکھا کہ ایک عورت محل کے ایک طرف وضو کر رہی ہے۔''

((فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا؟))

''میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟''

((قَالَ : هٰذَا لِعُمَرَ))

''انہوں نے کہا کہ یہ محل عمر کا ہے۔''

((فَذَکَرْتُ غَیْرَتَهٗ فَوَلَّیْتُ مُدْبِرًا .))

''تو مجھے عمر کی غیرت یاد آئی اور میں وہاں سے واپس لوٹ آیا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَبَكٰى عُمَرُ ، وَهُوَ فِي الْمَجْلِسِ ، ثُمَّ قَالَ: أَوَ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَغَارُ .)) (صحيح البخاري: ٥٢٢٧)

''تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کہ مجلس میں موجود تھے، رو پڑے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر غیرت کروں گا؟''

یعنی جہاں سے غیرت کا ڈر اور خوف نہ ہو وہاں آدمی غیرت کیسے کر سکتا ہے، جیسا کہ کسی عورت کے پاس اس کا باپ یا بھائی بیٹھا ہو، تو غیرت کا کیا تک بنتا ہے۔

صحابہ کرام کی غیرت کے عجیب وغریب اور حیران کن واقعات ہیں اور پھر تاریخ اسلامی میں مسلمانوں کے خون کو گرما دینے والے واقعات بھی موجود ہیں۔

اور اسلام سے پہلے عرب میں غیرت انتہائی سخت تھی بلکہ بعض اوقات تو حد سے تجاوز کر جاتی تھی۔ جیسا کہ ایک جاہلی شاعر، یعنی زمانۂ جاہلیت کا مشہور شاعر تھا اور شدتِ غیرت میں بہت مشہور تھا۔

ایک روز اپنی بیوی کے ساتھ جا رہا تھا، اُس نے دیکھا کہ کوئی آدمی اس کی بیوی کی طرف دیکھ رہا ہے تو اس نے وہیں اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اور پھر کچھ شعر کہے، جن میں سے دو ایک یہ ہیں کہ:

إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ عَلَى طَعَامٍ
رَفَعْتُ يَدِي وَنَفْسِي تَشْتَهِيْهِ

''جب مکھیاں کھانے پر بیٹھ جائیں تو میں کھانے سے ہاتھ اٹھا لیتا ہوں اگرچہ جی چاہ بھی رہا ہوتا ہے۔''

وَتَجْتَنِبُ الْأُسُوْدُ وُرُوْدَ مَاءٍ
إِذَا كَانَ الْكِلَابُ وَلَغْنَ فِيْهِ

''اور شیر اُس پانی سے دور رہتے ہیں، کہ جس میں کتے منہ مارتے ہوں۔''

تو یہ ایک احمقانہ غیرت تھی، اس کا حقیقی غیرت سے کوئی تعلق نہیں ہے، صرف شدت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

غیرت کا ذکر کرنا مقصود تھا۔

مگر جو غیرت ہمیں عزت، شرافت، شرم و حیا، پاکدامنی اور پاکیزہ زندگی گزارنے کا سبق دیتی ہے آیئے اس کا ایک اور واقعہ بھی سنتے چلیں۔

حضرت خنساؓ ایک بہت بہادر اور مضبوط شخصیت کی مالک صحابیہ تھیں اور بہت بڑی شاعرہ تھیں، جنگ قادسیہ کے موقعے پر اپنے چار بیٹوں کو میدان جنگ میں اتارنے سے پہلے چند نصیحتیں کرتی ہوئی کہتی ہیں۔

((يَا بَنِيَّ إِنَّكُمْ اَسْلَمْتُم وَهَاجَرْتُمْ مُخْتَارِيْنَ .))

”اے میرے بیٹو! تم اسلام لائے ہو اور تم نے اپنی مرضی اور اختیار سے ہجرت کی ہے۔“

((وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ .))

”اس اللہ کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔“

((إِنَّكُمْ بَنُوْ رَجُلٍ وَاحِدٍ .))

”تم ایک ہی مرد کے بیٹے ہو۔“

((كَمَا أَنَّكُمْ بَنُوْ إِمْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ .))

”جس طرح تم ایک ہی عورت کے بیٹے ہو۔“

((مَا خُنْتُ اَبَاكُمْ .))

”میں نے تمہارے باپ سے خیانت نہیں کی۔“

((وَلَا فَضَحْتُ خَالَكُمْ .))

”اور نہ تمہارے ماموں کو شرمندہ کیا۔“

((وَلَا هَجَنْتُ حَسَبَكُمْ .))

”اور میں نے تمہاری نسل کو دوغلا اور دو نسلا نہیں بنایا۔“

((وَلَا غَيَّرْتُ نَسَبَكُمْ .))

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"اور نہ تمہارے نسب کو بدلا ہے۔"

((وَاعْلَمُوْا أَنْ الدَّارَ الْبَاقِيَةَ خَيْرٌ مِنَ الدَّارِ الفَانِيَةِ)) (نِهاية الأَرَب في فنون الأَدَب ، ج: ١٩ ، ص: ٢١٦)

"جان لو کہ دارِ باقی اس دارِ فانی سے بہتر ہے۔"

اسی طرح چند اور نصیحتیں کیں۔

تو جس معاشرے کی عورتیں اس طرح کی پاک باز، پاکدامن اور بلند اخلاق کی مالک ہوں، اس معاشرے جیسا دنیا میں کوئی معاشرہ نہیں ہوسکتا اور اسے دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کرسکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیرت کی اہمیت و ضرورت (حصہ دوم)

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (النور: ۱۹)

گذشتہ جمعے غیرت کے حوالے سے بات ہورہی تھی، اور اُس کا اسلامی تصور واضح کرنے کی کوشش میں چند باتیں عرض کی گئی تھیں۔

چونکہ پورے انسانی معاشرے کی اصلاح اور بگاڑ کا بہت حد تک ڈائریکٹ تعلق اسی خوبی اور صفت کے وجود اور عدم وجود پر ٹھہرتا ہے یعنی اگر غیرت موجود ہوگی تو معاشرے کی اصلاح ہوتی رہے گی اور اگر غیرت مفقود ہوجائے گی تو اصلاح بھی مفقود ہو جائے گی، لہٰذا یہ موضوع نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

چنانچہ اس موضوع کی اسی اہمیت کی مناسبت سے مناسب سمجھا گیا کہ اس کی کچھ مزید تفصیلات بیان کی جائیں تاکہ بات مزید واضح اور ذہنوں میں راسخ ہوجائے اور لوگ معاشرے کی اصلاح کرنے اور اسے بگاڑ سے بچانے کے لیے بھرپور طریقے سے اپنا حصہ ڈال سکیں۔

اس حقیقت سے ہر وہ شخص ضرور آگاہ ہوگا جو تاریخ انسانی سے تھوڑا بہت بھی تعلق اور شغف رکھتا ہو کہ قوموں کی تباہی و بربادی کبھی ان کی معاشی ابتری اور اقتصادی بدحالی کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس کے برعکس جو قومیں تباہ و برباد ہوئیں وہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اپنے اپنے دور کی طاقتور اور مضبوط ترین قومیں تھیں اور جیسا کہ قرآن پاک بیان کرتا ہے: قوم عاد کا تو یہ چیلنج تھا کہ:

﴿ مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴾ (فصلت: ۱۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ہم سے زیادہ بھی کوئی طاقتور ہے!''

اُدھر فرعون بھی خوشحالی اور آسودگی کے دعوے کرتا ہوا نظر آتا ہے:

﴿وَ نَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ (الزخرف: ۵۱)

''ایک روز فرعون نے اپنی قوم میں پکارتے ہوئے کہا: لوگو! کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں؟ تم لوگوں کو نظر نہیں آتا؟''

اور عادِ ارم کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۝﴾ (الفجر: ٦ ـ ٨)

''تم نے دیکھا نہیں کہ تمھارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عادِ ارم کے ساتھ، جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا ہی نہیں کی گئی تھی۔''

چنانچہ جو قومیں تباہ و برباد ہوئیں تو وہ معاشی اور اقتصادی بدحالی کی وجہ سے کبھی نہیں ہوئیں بلکہ تباہی کا اصل سبب اخلاقی پستی اور شرم وحیا کا فقدان اور دیوالیہ پن تھا، اگرچہ دیگر بہت سے عوامل کی بناء پر بھی قوموں کو تہس نہس اور تباہ و برباد کیا گیا، جیسا کہ ظلم ناانصافی، کفرانِ نعمت، اور انکارِ رُسل وغیرہ، مگر اخلاقی پستی گویا ہلاک شدہ اقوام کا اک قصورِ مشترک رہا ہے۔

چنانچہ ایک شاعر اس حقیقت کو اشعار میں یوں بیان کرتا ہے:

إِنَّمَا الْأُمَمُ الأَخْلَاقُ مَا بَقِيَتْ
فَإِنْ هُمُو ذَهَبَتْ أَخْلَاقُهُم ذَهَبُوا

''قومیں اپنے اخلاق کی بدولت زندہ رہتی ہیں، اگر ان کے اخلاق ختم ہوجائیں تو قومیں بھی ختم ہوجایا کرتی ہیں، یعنی پھر اُن کی زندگی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔''

اور اس کی تائید میں قرآن وحدیث اور تاریخ انسانی سے بہت کچھ کہنے کو ہے مگر وہ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الگ موضوع ہے تاہم یہ موضوع نہایت اہمیت کا حامل ہے اور ضرورت ہے کہ اس پر مزید گفتگو کی جائے، تاکہ لوگ معاشرے کی اصلاح کے لیے اپنا اپنا کردار ادا کر سکیں۔

غیرت، شرم و حیا اور اخلاقیات کے حوالے سے اس قدر زیاں ہو چکا ہے، سمجھ نہیں آتی کہ بات کہاں سے شروع کی جائے۔

جب معاملات یہاں تک پہنچ چکے ہوں کہ نیکی اور بدی کے، صحیح اور غلط کے معیار ہی بدل گئے ہوں، اور برائی کا احساس ہی ختم ہو گیا ہو تو آپ برائی کسی کو کس طرح برائی باور کرائیں گے!

آپ کسی کو کس طرح بتائیں گے کہ اخلاق کیا ہے اور بد اخلاقی کیا ہے، حیا کیا ہے اور بے حیائی کیا ہے، غیرت کیا ہے اور بے غیرتی کیا ہے! بالخصوص جب یہ حالتِ زار عوام سے گزر کر خواص تک پہنچ چکی ہو۔

مثال کے طور پر: کوئی ایک شخص وضع قطع سے بڑا دیندار معلوم ہوتا ہو، مگر اس کے ہاں نیکی اور بدی کا، ثواب اور گناہ کا معیار اس قدر خلط ملط ہو چکا ہو کہ وہ ناچ گانے کو نہ صرف جائز سمجھتا ہو بلکہ اس کی ترویج کے لیے اپنی دولت بھی خرچ کرتا ہو تو آپ اس کو کس طرح سمجھائیں گے کہ ناچ گانا بے حیائی، بے غیرتی اور گناہ ہے اور اسی طرح ان لوگوں کو کیسے سمجھائیں گے جو اس کے طرزِ عمل سے متاثر ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا آج کا انسانی معاشرہ اخلاقی پستی کی انتہائی بدترین مثال پیش کر رہا ہے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ صرف خاص خاص لوگ ہی اسے جان سکتے ہیں، بلکہ ہر شخص اس کا عینی مشاہدہ کر سکتا ہے۔

آج کا ہمارا انسانی معاشرہ اس قدر خراب ہو چکا ہے اور اس میں اس قدر بگاڑ پیدا ہو چکا ہے کہ اگر دورِ جاہلیت کے معاشرے سے موازنہ کیا جائے تو کئی پہلوؤں سے اس سے بھی زیادہ بگڑا ہوا نظر آئے گا۔

ملاحظہ کیجئے: فتح مکہ کے بعد جب اہل مکہ پر حق واضح ہو گیا اور انہوں نے جان لیا کہ اسلام کے سوا کامیابی کا کوئی راستہ نہیں ہے، تو لوگ اسلام قبول کرتے ہوئے اور بیعت کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونے لگے۔

آپ ﷺ کوہ صفا پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت لے رہے تھے، جب مردوں سے بیعت لے کر فارغ ہوئے تو عورتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، اسی دوران ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ بھیس بدل کر آئی، کیونکہ اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کی جو بے حرمتی کی تھی، اس کی وجہ سے وہ خوف زدہ تھی کہ کہیں آپ ﷺ اسے پہچان نہ لیں۔

تو جب آپ ﷺ نے بیعت لینا شروع کی تو فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ:

((أَلَّا تُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا ، وَلَا تَسْرِقْنَ .))

''کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگی اور چوری نہ کروگی۔''

اس پر ہندہ بول اٹھی: کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے، کیا میں اس کی اجازت کے بغیر کچھ کھانے کی چیز لے سکتی ہوں، تو ابوسفیان جو وہیں مجلس میں موجود تھا کہا: تم جو کچھ لے لو وہ تمہارے لیے حلال ہے، (فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ عَرَفَهَا)

تو آپ ﷺ مسکرا دیے اور پہچان لیا۔

اور فرمایا ((وَإِنَّكِ لَهِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ؟)

اچھا! تو تم ہندہ ہو عتبہ کی بیٹی!

قَالَتْ: ((نَعَمْ .))

کہنے لگی: ''ہاں۔''

((فَاعْفُ عَمَّا سَلَفَ ، عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ .))

''اے اللہ کے نبی (ﷺ) جو کچھ گزر چکا ہے اُسے معاف فرمائیے، اللہ آپ کو معاف فرمائے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَلَا يَزْنِيْنَ .))

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''اور اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ زنا نہ کرو گی۔''

فقالت: ((وَهَلْ تَزْنِي الحُرَّةُ.)) (سیرۃ النبی لابن کثیر: ۳/ ۶۰۳)

''تو ہندہ نے حیران ہو کر کہا: بھلا کوئی آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے۔''

اندازہ کیجئے دورِ جاہلیت میں بسنے والی شریف زادیاں ایسے مکروہ اور قبیح فعل سے واقف ہی نہ تھیں، اُس دور میں یہ فعل صرف کمتر اور گھٹیا لوگوں کا فعل ہی سمجھا جاتا تھا مگر آج کل اس ترقی یافتہ دور میں اسے آزادی اور روشن خیالی سے منسوب کیا جاتا ہے اور Upper Class Society کا شیوہ اور طور طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

اور ایک لحاظ سے یہ بات صحیح ہے کہ کسی بھی معاشرے میں برائی کا اصل سبب وہی صاحب حیثیت اور اصحاب اثر و رسوخ ہی ہوتے ہیں، اگرچہ برائی نچلے طبقے میں پھیل کر، پورے معاشرے میں سرایت کر جاتی ہے، مگر اس کا اصل محرک اور سبب طاقتور لوگ ہی ہوتے ہیں۔

جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

﴿وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾﴾ (الاسراء: ۱۶)

''اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اُس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، (فسق و فجور برپا کرتے ہیں) تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔''

یعنی یہ طبعی اور فطری حکم ہے، کہ قدرتی طور پر ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے، کہ جب کسی قوم کی شامت آنے والی ہوتی ہے تو اس کے کھاتے پیتے اور خوشحال لوگ بے حیائیوں اور فحاشیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں تب تباہی و بربادی ان کا مقدر بن جاتی ہے اور نیست و نابود کر دیئے جاتے ہیں۔

معاشرے کے غریب لوگ بھی اگرچہ انہی برائیوں میں مبتلا ہوتے ہیں مگر ان کی حیثیت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تبعِیَّت اور پیروی کی ہوتی ہے، وہ الگ حیثیت سے گناہ نہیں کرتے، بلکہ اونچے طبقے کی شہہ پر یا اُن کی اجازت سے یا ان کی خاموشی اور حوصلہ افزائی سے کرتے ہیں۔ ورنہ اونچے طبقے کے لوگ اگر چاہیں کہ ان کے علاقوں میں برائی نہ ہو تو نہیں ہونے دیتے۔

تو بات ہو رہی تھی کہ آج کا معاشرہ اس قدر بگاڑ کا شکار ہو چکا ہے کہ جاہلی معاشرے سے بھی ایک ہاتھ آگے نکل گیا ہے اور اس کی وجہ وہی غیرت کا فقدان ہے۔

اور اس جاہلی معاشرے میں چونکہ غیرت موجود تھی، لہٰذا بہت سی برائیوں اور قباحتوں کے باوجود شرافت، شرم و حیا اور عزت و احترام کا عنصر موجود تھا۔

ان میں اگرچہ بعض دفعہ تو بے سبب اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر جنگیں شروع ہو جاتی تھیں جو چالیس چالیس سال تک جاری رہتیں مگر غیرت کے نام پر بھی ان میں بڑا خون خرابہ اور قتل عام شروع ہو جاتا، جیسا کہ ان کے مابین ہونے والی جنگوں میں سے ایک جنگ حرب الفجار نام کی تھی، حرب الفجار نام کی متعدد جنگیں تھیں، ایک حرب الفجار ایسی تھی جو کہ ایک عورت کی بے حرمتی کرنے پر شروع ہوئی۔

غیرت کبھی امت مسلمہ کی عزت و عظمت کی علامت اور معاشرے کا حسن ہوا کرتی تھی، کہ غیرت کے نام پر پوری اسلامی سلطنت حرکت میں آجاتی۔ کافروں کے ملک سے مسلمان بیٹی نے دشمن کی ایک بدتمیزی پر مدد کے لیے پکارا: وامعتصماہ!

اے معتصم کہاں ہو! مدد کے لیے پہنچو!

تو ہزاروں میل دور بغداد میں مسلمانوں کے خلیفہ معتصم باللہ کو جونہی اس پکار کی خبر پہنچی تو بے اختیار لبیک یا اُختاہ! پکارتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، اور ایک لشکر عظیم کے ساتھ کفار کے اس ملک پر ایسی یلغار کی کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

جب تک امت مسلمہ میں غیرت موجود تھی، معاشرے میں پاکیزگی، طہارت اور شرافت موجود تھی، عزت و عصمت محفوظ تھی، امن و امان تھا، اُس دور کا نوجوان شرم و حیا کو اپنے لیے باعث شرف سمجھتا تھا اور از راہ فخر اس خوبی کا اظہار کرتا ہوا کہتا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وأَغُضُّ طَرْفِي اِن بَدَتْ لِي جَارَتِي
حَتَّى يُوارِيَ جَارَتِي مَأْوَاهَا

''اور میری پڑوسن جب باہر نکلتی ہے تو میں اپنی آنکھیں جھکا لیتا ہوں، جب تک وہ اپنی منزل پر نہیں پہنچ جاتی۔''

مگر آج کا نوجوان گلی کی نکڑ پر کھڑا ہو کر کسی کے نکلنے کا منتظر ہوتا ہے اور جب وہ باہر نکلتی ہے تو بالوں کو سنوارنا شروع کر دیتا ہے۔

آج کے معاشرے میں بے حیائی کی یہ صورت بھی موجود ہے بلکہ اس سے بڑھ کر پوری ڈھٹائی اور جرأت کے ساتھ بداخلاقی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، جیسا کہ کچھ سیاسی جلسوں میں دیکھنے اور سننے میں آیا ہے۔

اور پھر اس کی بھی ایک ایڈوانس شکل سوشل میڈیا کی صورت میں سامنے آئی ہے، کہ جس پر بیٹھے درندے دن رات کسی شکار کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں اور بھولی بھالی بچیوں کو بہکاتے اور گمراہ کرتے نظر آتے ہیں۔

اور ان نوجوانوں کی اکثریت ایک سیاسی پارٹی کا سرمایہ ہے کہ جس پر وہ فخر کرتی ہے۔ مگر حقیقت میں وہ بے حیائی کی ایک پہچان بن گئی ہے۔

جو بات اس ضمن میں سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ بے حیائی پھیلانے والوں کا عمل ان کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کا اثر پوری امت پر پڑتا ہے اور اس کی نحوست تمام لوگوں کو گھیر لیتی ہے۔

چنانچہ قرآن پاک ایسے فتنوں سے خبردار کرتے ہوئے کہتا ہے:

﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ ﴾ (الانفال: ٢٥)

''اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انہی لوگوں تک محدود نہیں رہتی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو۔''

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ (الانفال: ٢٥)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

’’اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔‘‘

اور حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ بے سبب نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ آج کا وہ مسلم نوجوان ہے جو ناچ گانے اور بے حیائیوں اور فحاشیوں میں کھویا ہوا ہے، مگر ان نوجوانوں کی گمراہی اور بے راہ روی کے ذمہ دار کون لوگ ہیں؟

یوں تو اس فہرست میں بہت سے افراد اور اداروں کا نام بھی آتا ہے مگر سب سے پہلے اور ڈائریکٹ ذمہ داری والدین کی ہے۔

اس لیے اپنی اولادوں کو بچاؤ، کہ آپ کی اس دنیا میں بھی ذمہ داری ہے اور آخرت میں بھی اس کا حساب دینا ہوگا، جیسا کہ قرآن وحدیث میں بتلا دیا گیا ہے۔

﴿قُوٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم : ٦)

’’تم اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔‘‘

اور حدیث میں ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ .)) (صحیح البخاری ، کتاب النکاح : ٥١٨٨)

’’تم سب لوگ راعی، نگران اور نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی اپنی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔‘‘

اپنی اولادوں کو غیرت سکھاؤ، شرم وحیا کی ترغیب دو، سوشل میڈیا پر بیٹھے بھیڑیوں سے بچاؤ کہ وہ ایسی دلدل ہے کہ آدمی اس میں پھنستا ہی چلا جاتا ہے اور اس سے نکلنا ہرگز آسان نہیں ہوتا۔

غیرت کا اسلام میں بہت بڑا درجہ اور مقام ہے، غیرت کی خاطر قتل ہونے والے کو شہادت کا درجہ دیا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ .)) (نسائی ، کتاب تحریم الدم : ٤٠٩٥)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”اور جو اپنے اہل خانہ کی حفاظت اور دفاع کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہے۔“

اور جس میں غیرت نہیں اس کو حدیث میں دیوث کہا گیا ہے اور دیوث کی ایک سزا یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں۔ (نسائی: ۲۵۶۲)

آج ہم مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر جس راستے پر چل نکلے ہیں اس کا انجام اس دنیا میں بھی بڑا خوفناک ہے اور آخرت میں تو سراسر خسارہ ہی خسارہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ آمین

اس تہذیب کے کارناموں میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک عورت نے اس ملک میں کتے سے شادی کی اور اس کی شادی کی تقریب میں خود پادری بھی شریک ہوا اور انہیں خوشحال زندگی کی دعائیں دیں۔ یہ اس تہذیب کا ایک نمونہ ہے۔

اسلامی تہذیب کے نمونے نہایت ہی خوبصورت، صاف ستھرے اور نہایت ہی نفیس نمونے ہیں۔ ان میں سے ایک ملاحظہ کیجئے:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ۲۸۶ھ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، کہ ایک عورت قاضی کے پاس اپنے خاوند کے خلاف ۵۰۰ دینار حقِ مہر کا دعوی لے کر آئی اور کہنے لگی کہ میرے خاوند نے میرا حق مہر ادا نہیں کیا۔ خاوند انکاری ہوا۔ قاضی نے عورت سے کہا: گواہ لاؤ۔

گواہ پیش کئے، تو ایک گواہ نے کہا کہ یہ عورت اپنے چہرے سے پردہ ہٹائے تا کہ میں جان سکوں کہ کیا یہ وہی عورت ہے، قاضی نے کہا: چہرے سے پردہ ہٹاؤ۔

خاوند نے دیکھا اور کہا قاضی صاحب، پردہ نہ ہٹاؤ، میں قبول کرتا ہوں کہ میں نے اس کے ۵۰۰ دینار حق مہر دینا ہے۔ دوسری طرف عورت نے اپنے خاوند کی غیرت کا یہ نظارہ دیکھا تو کہنے لگی قاضی صاحب گواہ رہنا کہ میں اپنے خاوند کو اپنا حق مہر معاف کرتی ہوں۔ (جلباب المرأة المسلمة للالباني: ۱۱۳ ، تاریخ بغداد: ۱۳/ ۵۳ ، شعب الایمان ، الغیرة والمذاء)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمت کا معنی ومفہوم اور اہمیت

﴿يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴾ (البقرہ: ۲۶۹)

دنیا میں خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے انسان کو جن مادی ومعنوی وسائل و ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے اُس میں سے ایک معنوی ذریعہ اور وسیلہ حکمت ہے۔

خوشگوار زندگی کا مطلب محض دنیا کی مادی نعمتیں، سہولتیں اور آسائشیں نہیں ہے، بلکہ دنیا میں حقیقی خوشگوار اور پاکیزہ زندگی، جسے قرآن پاک حیات طیبہ کہتا ہے، فکر آخرت کے بغیر ممکن نہیں ہوتی، فکر آخرت اس کا ایک بنیادی اور مرکزی جزو ہوتا ہے، بلکہ وہ خوشگوار زندگی اسی فکر وعمل کے نتیجے میں ہی عطا ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (النحل: ۹۷)

"جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مؤمن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے، اور آخرت میں ایسے لوگوں کو اُن کے اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔"

تو حقیقی خوشگوار زندگی کے لیے حکمت کا ہونا لازمی اور ضروری ہے اور وہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، انسان کی زندگی میں حکمت کی ضرورت واہمیت اور اس کی قدر ومنزلت اگر جاننا چاہیں تو بہت حیران کن حقائق جاننے کو ملیں گے۔

مثلاً: دنیا کی نعمتیں آپ جانتے ہیں کہ بے شمار اور ان گنت ہیں، اُن کا احاطہ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ﴾ (ابراهيم : ٣٤)

’’اور اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو نہ کر پاؤ گے۔‘‘

مگر یہ ساری کی ساری نعمتیں کہ جن کا احاطہ ممکن نہیں ہے متاع قلیل کہلاتی ہیں، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ﴾ (النساء: ٧٧)

’’ان سے کہو! سرمایہ جہاں بہت قلیل ہے۔‘‘

جس کا مطلب ہے کہ اگر کسی کو ساری کی ساری دنیا بھی مل جائے جو کہ ممکن نہیں ہے، تو بھی اسے حقیقت میں متاع قلیل ہی ملے گا،لیکن اس کے برعکس اگر چہ کوئی شخص ان تمام نعمتوں سے محروم ہی ہو مگر اسے نعمتِ حکمت حاصل ہو تو اُس کے بارے اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ﴾ (البقرہ: ٢٦٩)

’’اور جس کو حکمت دی گئی، اسے خیر کثیر دی گئی۔‘‘

تو نعمتِ حکمت کی اہمیت اور قدر ومنزلت کا اندازہ کیجئے کہ کسی کو ساری دنیا بھی مل جائے تو اسے متاع قلیل ہی ملی، لیکن کسی کو حکمت مل جائے تو اسے بہت بڑی دولت ملی۔

سوال یہ ہے کہ آخر حکمت ہے کیا چیز؟ اس میں کون سی ایسی بات ہے جس کی بنا پر اسے خیرِ کثیر قرار دیا گیا ہے۔تو آیئے سب سے پہلے حکمت کی حقیقت اور اس کے معنی ومفہوم کے بارے میں جانتے ہیں، پھر اس کی ضرورت وافادیت اور اس کے فقدان کے نقصانات کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں گے۔ان شاء اللہ

حکمت کا لفظ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر مختلف معنوں میں وارد ہوا ہے، کہیں نبوت کے معنوں میں، کہیں سنت کے معنوں میں، کہیں فقہ فی الدین کے معنوں میں، کہیں اتباع، کہیں تقوی اور خشیت الٰہی کے معنوں میں۔

ان کے علاوہ بھی حکمت کے متعدد معانی ہیں، مگر لفظ حکمت کی ایک ایسی جامع تعریف جو اِن تمام معانی کو محیط ہو، کچھ یوں ہوگی کہ:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((وَضْعُ الشَّيءِ فِي مَوْضِعِهِ.))

''چیزوں کو اُن کے مقام پر رکھنا۔''

اسی طرح اس کی کچھ اور جامع تعریفیں بھی کی گئی ہیں، جیسا کہ اس سے ملتی جلتی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ:

((فِعْلُ مَایَنْبَغِيْ، کَمَا یَنْبَغِي، فِي الْوَقْتِ الَّذِيْ یَنْبَغِي.))

''ایک ایسا کام کہ جو جس طرح ہونا چاہیے جس وقت میں ہونا چاہیے وہ اسی وقت میں ہی ہو یعنی صحیح اور درست کام، صحیح طریقے سے اور صحیح وقت میں سرانجام پائے۔''

اب آیئے حکمت کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں ذرا جانتے ہیں: حکمت کسی آدمی کے قول اور فعل سے کیونکر صادر ہوتی ہے، اس کے پیچھے کیا عوامل ہوتے ہیں، انسان کے اندر کون سی خوبیاں اور صلاحیتیں ہوتی ہیں جن کی بنا پر اس کے کسی قول یا مؤقف سے حکیمانہ طرز عمل ظاہر ہوتا ہے؟

تو حکمت کے ظہور کے بنیادی تین عناصر ہیں:

۱۔ ذہانت ۲۔ علم و معرفت

۳۔ قوت ارادی

اور ان تینوں خوبیوں اور صلاحیتوں کا ایک ساتھ ہونا ضروری ہے، ان میں سے کوئی ایک خوبی تنہا حکمت کے ظہور اور صدور کے لیے کافی نہیں ہے۔

کوئی آدمی چاہے کتنا ہی ذہین و فطین ہو، اس کے پاس اگر علم اور قوت ارادی اور قوت فیصلہ نہیں ہے تو اس کے کسی قول و فعل سے ہرگز حکمت ظاہر نہیں ہوسکتی اسی طرح دوسری دونوں صفات ہیں۔

کہ کسی آدمی کا علم چاہے کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو، اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ اس کے پاس حکمت کے تین اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ممکن ہے کوئی آدمی کسی ایک شعبے میں متخصص، ماہر اور اسپیشلسٹ ہو، مگر ضروری نہیں کہ وہ حکیم بھی ہو، اسی طرح ضروری نہیں کہ حکیم کسی علم میں ماہر اور متخصص بھی ہو۔

عالم اور حکیم کے فرق کو یوں سمجھئے کہ علم ہمیں اسلحہ بنانا سکھاتا ہے، مگر حکمت ہمیں بتاتی ہے کہ اسلحہ کب استعمال کرنا ہے۔

خیر! اس دور میں علماء بہت ہیں، جبکہ حکماء نادر اور قلیل ہیں، خال خال ہیں، اس دور میں حکماء کی ضرورت بہت زیادہ ہے، اور مستقبل میں مزید بڑھتی جائے گی، کیونکہ علم تقریباً اپنے عروج اور کمال کو پہنچ چکا ہے، مادی ترقی کی انتہا ہو چکی ہے، پھر اس کے بعد بڑے اور سب سے اہم سوالوں کا دور شروع ہوگا، کہ آدمی کی پہچان کیا ہے اس کے وجود کا مقصد کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا وغیرہ۔

یہ صحیح ہے کہ حکمت کو جنم دینے والی خوبیاں اور صلاحیتیں حکمت کے ظہور کے لیے بنیادی شرطیں ہیں، مگر اس ضمن میں دو تین باتیں جاننا ضروری ہیں کہ ایک تو حکمت صرف مسلمان کو ملتی ہے اور دوسرے یہ کہ ہر ایک مسلمان کو نہیں ملتی، یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور تیسرے یہ کہ جن کو ملتی ہے ان میں بھی درجات و تفاوت ہوتا ہے، جیسا کہ آیات واحادیث سے ظاہر ہے۔

تو حکمت اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے، اس کا انعام اور احسان ہے، حکمت کی ہر انسان کو زندگی کے ہر شعبے میں ضرورت ہوتی ہے۔

اُس کی ذاتی زندگی میں، ازدواجی زندگی میں، تعلیم و تربیت میں، کاروبار میں، حکومت وریاست میں، وعظ و ارشاد میں اور ہر معاملے میں اور تبلیغِ دین میں تو حکمت شرط ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (النحل: ۱۲۵)

”اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے مباحثہ کرو ایسے طریقے سے جو بہترین ہو۔''

جس کی زندگی میں حکمت نہیں ہوتی اس کی زندگی الجھنوں، مصیبتوں اور پریشانیوں میں گھری ہوتی ہے، اس سے نادانیاں اور حماقتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں، غلط فیصلے ہوتے ہیں، وہ خواہشات کا غلام ہوتا ہے،اور جسے حکمت عطا ہوجاتی ہے، اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ بات کہاں کرنی ہے اور خاموش کہاں رہنا ہے، کیونکہ بسا اوقات بات ہی سے آدمی کو عزت و احترام ملتا ہے اور بات ہی سے ذلت و رسوائی ملتی ہے،اور صاحبِ حکمت کو معلوم ہوتا ہے کہ کون سا موقع عزت و احترام والا ہے اور کون سا ذلت و رسوائی والا، چنانچہ وہ قوت ارادی کے ساتھ وہاں بات کرنے یا خاموش رہنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور زندگی کے تمام شعبوں میں ایسا ہی طرز عمل ہوتا ہے جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیاست وحکمرانی کے شعبے میں حکیمانہ انداز کچھ یوں تھا،فرماتے ہیں:

((لَوْ اَنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَ النَّاسِ شَعْرَةٌ مَاانْقَطَعَتْ .))

''کہ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان ایک بال بھی ہوتو ٹوٹتا نہیں ہے، یعنی اگر بہت کمزور اور نازک تعلقات بھی ہوں تو ٹوٹنے نہیں دیتا۔''

قِيْلَ: وَكَيْفَ .

پوچھا گیا: وہ کیسے؟

((قَالَ: لِأَنَّهُمْ إِنْ مَدُّوْهَا خَلَّيْتُهَا ، وَإِنْ خَلَّوْهَا مَدَدْتُهَا .))

(روضة العقلاء ونزهة الفضلاء ، ص : ٧٢)

''فرمایا: وہ یوں کہ اگر وہ اُس بال کو کھینچیں تو میں اسے ڈھیلا چھوڑ دیتا ہوں اور اگر وہ ڈھیلا چھوڑتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں۔''

تو حکمت بہت بڑی نعمت ہے اور یقیناً خیر کثیر ہے، مگر یہ محض اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے (يؤتي الحكمة من يشاءُ) وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے۔

حکمت مال و دولت سے نہیں خریدی جاتی، عہدو منصب سے نہیں ملتی، شہرت سے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملتی، قوت و طاقت سے نہیں ملتی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے، البتہ کوشش کی جا سکتی ہے، دعا کے ذریعے اور دین کے ساتھ گہری وابستگی کے ذریعے، لہٰذا اس کی اہمیت کے پیش نظر ضرور اس کی فکر ہونی چاہیے اور کوشش بھی ہونی چاہیے۔ بلکہ یہ جاننے کی کوشش بھی کرنی چاہیے کہ حکمت کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب ہوا ہے کہ نہیں اور اگر نہیں تو کیوں نہیں!

حکمت یوں تو جس خوش نصیب کو نصیب ہو جاتی ہے اسے زندگی جینے کا سلیقہ آ جاتا ہے، اس کے معاملات درست سمت چلنے لگتے ہیں، پاکیزہ اور خوشگوار زندگی حاصل ہو جاتی ہے، لیکن ہم جیسے عام آدمی کے لیے کہ جو اُس نعمت سے محروم ہیں، زندگی کے مختلف پہلوؤں سے حکماء کے چند حکیمانہ اقوال و افعال اور مواقف کا ذکر کریں گے تاکہ کم از کم ایسا کوئی موقع ہماری زندگی میں آئے تو ہم ان جیسا طرز عمل اپنا سکیں۔

تو چند ایک واقعات کا ذکر کرتے ہیں، بلند ہمتی کے حوالے سے ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ بلند ہمتی بھی انسان کی عقل و فراست، دور اندیشی اور حکمت و دانائی پر دلالت کرتی ہے ، چنانچہ ایک واقعہ یوں ہے کہ مصر کے بازار میں فروخت کے لیے دو حبشی غلام لائے گئے، دونوں بیٹھے آپس میں باتیں کرنے لگے، ایک دوسرے کی خواہشات جاننے لگے۔ایک کہنے لگا: میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی ایسا آدمی خریدے جو طبّاخ ہو، یا اس کا کھانے پینے کا کاروبار ہو، تاکہ خوب کھاؤں اور سیر ہو کر کھاؤں۔

دوسرا ساتھی کہنے لگا: مگر میں چاہتا ہوں کہ میں پورے مصر کا مالک بن جاؤں، مصر پر حکومت کروں اور میرا حکم چلے۔

کچھ دنوں بعد پہلا شخص تو اپنی خواہش کے مطابق ایک طباخ کا ہی غلام بنا۔جبکہ دوسرے شخص کو مصر کے حکمران طبقے میں سے کسی قائد نے خرید لیا۔

اس کی ذہانت اور قائدانہ صلاحیتیں دیکھ کر اس کو قریب کر لیا، جب وہ مالک فوت ہوا تو اس نے اس کی جگہ لے لی، حتی کہ محنت کرتا کرتا چیف آف سٹاف بن گیا، حتی کہ مصر اور شام پر حاکم بن گیا اور ابو المسک کافور الِا خشندی کے نام سے مشہور ہوا۔(ابوالمسک کافور، ص:۱۳۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو حکمت صرف کوئی دانائی کی بات کہہ دینے کا نام نہیں ہے، بلکہ آدمی کے عزم وارادے کی پختگی، قوتِ فیصلہ کی موجودگی اور بلند ہمتی بھی اس کا ایک لازمی عنصر ہوتی ہے، جو آدمی کسی کمتر چیز کو برتر پر ترجیح دے تو وہ تو ایک سادہ عقلمند بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ صاحبِ حکمت کہلائے، لہٰذا آدمی کو بلند ہمت اور بلند مقصد بھی ہونا چاہیے، چنانچہ اس حوالے سے شاعر (متنبّی) نے کیا خوب کہا ہے:

إِذَا غَــامَــرْتَ فِـيْ شَـرَفٍ مَّـرُوْمٍ
فَــلَا تَـقْـنَـعْ بِـمَـا دُوْنَ الـنُّـجُـوْمِ
فَـطَـعْـمُ الْـمَـوْتِ فِـيْ أَمْـرٍ حَـقِـيْـرٍ
كَـطَـعْـمِ الْـمَـوْتِ فِـيْ أَمْـرٍ عَـظِـيْـمِ

”اگر کسی مقام ومرتبے کے حصول کے لیے مہم جوئی کرنا چاہتا ہے تو پھر ستاروں سے کم پر قناعت نہ کرنا، کہ موت کا ذائقہ کسی حقیر چیز میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کسی عظیم چیز کے لیے ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمت کی اہمیت وضرورت

﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۤءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ﴾

(البقرة : ٢٦٩)

گذشتہ جمعے بات ہورہی تھی کہ باعزت و باوقار، پرسکون اورخوشگوار زندگی گزارنے کے لیے حکمت کا ہونا ضروری ہے اورحکمت کے بغیر زندگی بہت کٹھن اور دشوار اورالجھنوں اور پریشانیوں کا شکار ہوتی ہے، بے مزہ اور بے مقصد ہوتی ہے، نہ فرائض کی پرواہ، نہ حقوق کی فکر، نہ انجام کا غم، بس جو جی میں آئے کرگزرنے کی لگن ہوتی ہے، چھینا جھپٹی، لوٹ مار اور دھوکہ دہی طرز معیشت ہوتا ہے، دھینگا مشتی، لڑائی جھگڑا اور جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا معیارطرز معاشرت ہوتا ہے، نہ ہمدردی، نہ خیرخواہی، نہ شفقت ورحمت، بس لالچ وخودغرضی ایسے آدمی کا وتیرہ ہوتا ہے۔

حکمت کی ضرورت و اہمیت سمجھ آجانے کے بعد انسان کو اُس کی محرومی پر فکر مند ہونا چاہیے اوراُس کے حصول کی سعی وجدو جہد کرنی چاہیے۔

تاہم جب تک ہمیں حکمت حاصل نہیں ہوجاتی بلکہ اگر حاصل ہوبھی جائے تو بھی ہمیں سلف صالحین رحمہ اللہ علیہم کے پُرحکمت اقوال وافعال اور واقعات سے مستفید ہوکر اپنی زندگیوں کو خوشگوار بنانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

سلف صالحین رحمہ اللہ علیہم کے اخلاق وآداب اورعلم وحکمت سے بھرپور حالات و واقعات ہمارے لیے کس قدر مفید اور اہمیت کے حامل ہوسکتے ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن وحدیث میں ہمیں اس کی ترغیب دی گئی ہے، کہ ہم ان لوگوں کے نقش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدم پر چلنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے، اور انبیا و رسل علیہم السلام یقیناً ان کے سرفہرست ہیں۔

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلْحِکَایَاتُ عَنِ الْعُلَمَاءِ وَمَحَاسِنُھُمْ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کَثِیْرٍ مِنَ الْفِقْهِ، لِأَنَّھَا آدَابُ الْقَوْمِ)) (ترتیب المدارك وتقریب المسالك، ج: ۱، ص: ۲۳)

”علماء کرام کے حالات و واقعات، اُن کی حکایتیں اور خوبیاں جاننا مجھے بہت زیادہ علمِ فقہ سے زیادہ محبوب ہیں، کیونکہ وہ اُن کے آداب و اخلاق ہیں۔“

تو عمومی طور پر گذشتہ زمانوں اور گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات کا علم کہ جسے تاریخ کہا جاتا ہے، بہت مفید علم ہے، اُس سے انسان کی اداسی، اکتاہٹ اور وحشت دور ہوتی ہے، عبرت و نصیحت حاصل ہوتی ہے، مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے میں مدد ملتی ہے۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ:

إِقْرَؤُوْا لتَّارِیْخَ إِذْ فِیْهِ الْعِبَرْ
ضَلَّ قَوْمٌ لَیْسَ یَدْرُوْنَ الْخَبَرْ

”تاریخ کا مطالعہ کرو کہ اس میں بڑی عبرتیں ہیں، جو قوم تاریخ سے آگاہی نہیں رکھتی وہ بھٹک جاتی ہے۔“

قرآن پاک میں گذشتہ قوموں کے واقعات بیان کئے گئے اور پھر اُن کے فوائد بتلائے گئے ہیں کہ گذشتہ قوموں کے قصے بیان کرنے میں کیا فوائد اور حکمتیں ہیں۔

تو عمومی طور پر گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات جاننے سے بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں، مگر بالخصوص سلف صالحین رحمہم اللہ علیہم کے حالات زندگی جان کر اُن کے صفات حمیدہ اور اخلاقِ عالیہ کی طرف دل میں میلان اور رجحان پیدا ہوتا ہے، انہیں اپنانے کا جذبہ اور شوق پیدا ہوتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گذشتہ ادوار کے حالات جاننے کے حوالے سے سب سے اہم دور آپ ﷺ کا دور مبارک ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ))

(صحیح البخاری: ٢٦٥٢)

''سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر جو اس سے متصل اور پھر جو اُس سے متصل۔''

آپ ﷺ کے زمانے میں، آپ ﷺ کے اقوال و افعال جو کہ سنت کہلاتے ہیں، سراسر خیر اور بھلائی اور حکمت ہیں اور وہ ہر دور کے لیے خیر اور بھلائی اور حکمت ہیں۔

اور حکمت تو آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں بالخصوص شامل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے فرائض منصبی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعة: ٢)

''آپ ﷺ لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔''

ایسے ہی دیگر انبیاء و رسل علیہم السلام کے اقوال و افعال بھی پُراز حکمت ہیں کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا تھا، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝﴾

(النساء: ٥٤)

''ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ملکِ عظیم سے نوازا۔''

تو اُن کے پرحکمت اقوال و افعال اور فیصلے بھی ہمارے لیے ذخیرۂ ہدایت و رہنمائی ہیں، اُن میں سے ایک کا سرسری طور پر ذکر کرتا چلوں۔

حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

((كَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا.))

''دو عورتیں تھیں اور ان کے ساتھ ان کے دو بچے بھی تھے، بھیڑیا آیا اور ان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا۔''

((فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ .))

''اس نے اپنی ساتھی عورت سے کہا کہ بھیڑیا تیرے بچے کو لے گیا ہے۔''

((وَقَالَتِ الْأُخْرَى اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ .))

دوسری عورت نے کہا: ''وہ تو تیرا بچہ لے گیا ہے۔''

((فَتَحَاكَمَتَا اِلٰى دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ))

''وہ فیصلہ داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئیں۔''

((فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ))

''انھوں نے بڑی کے حق میں فیصلہ دیا تو وہ دونوں سلیمان بن داود علیہما السلام کے پاس گئیں۔''

((فَاَخْبَرَتَاهُ .))

''اور انھیں واقعہ کی خبر بتائی۔''

((فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَهُمَا .))

''تو سلیمان علیہ السلام نے کہا: میرے پاس چھری لاؤ میں لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو ایک ایک دوں۔''

((فَقَالَتِ الصُّغْرٰى: لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، هُوَ ابْنُهَا .))

''اس پر چھوٹی عورت بولی کہ اللہ آپ (علیہ السلام) پر رحم کرے ایسا مت کیجیے یہ بڑی ہی کا بچہ ہے۔''

((فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى .)) (صحيح البخاري: ٦٧٦٩)

''تو انھوں نے فیصلہ چھوٹی کے حق میں کر دیا۔''

تو انبیاء علیہم السلام کے اقوال و افعال تو یقیناً پُر حکمت ہیں ہی، جن کا ذکر ان شاء اللہ بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کریں گے، مگر سب سے پہلے ایک ایسی شخصیت کا ذکر کرنا چاہیں گے جو نبی تو نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر انہیں حکمت سے نوازنے کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں حضرت لقمان علیہ السلام ۔

لفظ علیہ السلام اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے لیے خاص ہے اور کسی غیر نبی کے لیے اس کے استعمال میں علماء کرام کے مابین اختلاف ہے۔

اور جو جواز کے قائل ہیں وہ بھی صرف صحابی تک کے لئے، یا ایسی شخصیات کے لیے جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر خیر کیا ہے اور وہ بھی کسی شعار کے طور پر نہ ہو، یعنی کسی صحابی کو دوسرے صحابہ سے افضل ظاہر کرنے کی نیت اور عقیدے سے نہ ہو۔

انسان کی زندگی میں حکمت کی ضرورت واہمیت جان لینے کے بعد جب کسی غیر نبی کو حکمت عطا کئے جانے کی بات سامنے آئے تو گویا اس کی اہمیت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے اور مطلب ہوتا ہے کہ اُن کی پرحکمت باتوں پر غوروفکر کیا جائے اور توجہ دی جائے۔

تو اللہ تعالیٰ حضرت لقمان حکیم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾ (لقمان: ١٢)

"ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہو۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس حکمت و بصیرت کا اولین تقاضا یہ ہے کہ اس نعمت پر شکر گزاری اور احسان مندی کا رویہ اختیار کیا جائے۔

حضرت لقمان حکیم کی شخصیت کے بارے میں جو معلومات روایات میں ملتی ہیں وہ کچھ یوں ہیں کہ: (كَانَ لُقْمَانُ عَبْداً حَبَشِيًّا نَجَّاراً) کہ حضرت لقمان حبشی غلام تھے اور پیشے کے لحاظ سے بڑھئی تھے (کارپنٹر تھے) بعض نے درزی بھی کہا ہے۔

اسی طرح اُن کے حلیے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ وہ بنی اسرائیل میں داوٗد علیہ السلام کے زمانے میں قاضی تھے۔ اُن کی حکمت بھری باتوں میں سے ایک یہ بیان کی جاتی ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((كَانَ لُقْمَانُ عَبْداً حَبَشِيًّا نَجَّاراً .))

''کہ لقمان ایک حبشی غلام بڑھئی تھے۔''

((فَقَالَ لَهُ مَوْلاهُ! اِذْبَحْ لَنَا هَذِهِ الشَّاةَ، فَقَالَ ائْتِنِى بِاَطْيَبِهَا مُضْغَتَيْنِ .))

''ان کے مالک نے کہا: ہمارے لیے ایک بکری ذبح کرو اور کہا: کہ اس کی دو عمدہ بوٹیاں بھی لے کر آنا۔''

((فَاتَاهُ بِاللِّسَانِ وَالْقَلْبِ .))

''تو وہ اس کے پاس زبان اور دل لے کر آئے۔''

((ثُمَّ قَالَ: اِذْبَحْ لَنَا هَذِهِ الشَّاةَ .))

''پھر اس نے کہا کہ ہمارے لیے یہ بکری ذبح کرو۔''

((فَذَبَحَها .))

''چنانچہ اس نے ذبح کیا۔''

((قَالَ: اَلْقِ أَخْبَثَهَا مُضْغَتَيْنِ .))

''اور کہا: اس کی دو بُری اور خبیث بوٹیاں نکال کر پھینک دو۔''

((فَاَلْقَى اللِّسَانَ وَالْقَلْبَ .))

''تو اس نے زبان اور دل نکال کر پھینک دیے۔''

((فَقَالَ لَهُ: قُلْتُ لَكَ إِئتِنِي بِأَطْيَبِهَا، فَأَتَيْتَنِي بِاللِّسَانِ وَالْقَلْبِ، ثُمَّ قُلْتُ لَكَ اَلْقِ أَخْبَثَهَا مُضْغَتَيْنِ، فَاَلْقَيْتَ اللِّسَانَ وَالْقَلْبَ .))

''تو اس کے مالک نے اس سے کہا: میں نے تم سے کہا کہ اس میں سے سب سے اچھے دو ٹکڑے لے کر آؤ تو تم دل اور زبان لے کر آئے، پھر میں نے کہا کہ اس میں سے دو خبیث ٹکڑے نکال کر پھینک دو تو تم نے دل اور زبان نکال کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھینک دیے۔‘‘

((فَقَالَ لُقْمَانُ: اِنَّه لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ اَطْيَبَ مِنْهُمَا اِذَا طَابَا .))

(مصنف ابن شیبه: ٣٤٢٩٤)

’’پھر لقمان علیہ السلام نے کہا: ان دونوں سے بڑھ کر کوئی بھی عمدہ اور پاکیزہ چیز نہیں ہے جب یہ دونوں اچھی اور پاکیزہ رہیں۔‘‘

((وَلَاأَخْبَثَ مِنْهُمَا إِذَا خَبُثَا))

’’اور نہ ان دونوں سے کوئی بری چیز ہے اگر یہ بُری ہو جائیں۔‘‘

اسی طرح ایک روز وہ ایک مجلس میں بیٹھے لوگوں کو وعظ ونصیحت کر رہے تھے کہ:

((فَأَتَاهُ رَجُلٌ وَهُوَ فِي مَجْلِسِ نَاسٍ يُحَدِّثُهُمْ .))

’’ایک آدمی ان کے پاس آیا اور وہ لوگوں کی مجلس میں بیٹھے ان سے باتیں کر رہے تھے۔‘‘

((فَقَالَ لَهُ: أَلَسْتَ الَّذِي كُنْتَ تَرْعَى مَعِيَ الْغَنَمَ فِي مَكَانِ كَذَا وَ كَذَا .))

’’تو اس نے کہا: کیا تم وہی نہیں ہو جو میرے ساتھ فلاں فلاں جگہ بکریاں چرایا کرتے تھے؟‘‘

((قَالَ: نَعَمْ .))

’’کہا: ہاں‘‘

((قَالَ: فَمَا بَلَغَكَ بِمَا أَرَى ؟))

’’کہا: تو اس مقام پر کہ جہاں میں تمہیں دیکھ رہا ہوں، کیسے پہنچے؟‘‘

((قَالَ صِدْقُ الْحَدِيْثِ ، وَ تَرْكُ مَالَا يَعْنِيْنِي .))

’’کہا: سچ بولنے اور لایعنی باتوں سے دور رہنے سے۔‘‘

سچ بولنا اور لایعنی باتوں سے دور اور خاموش رہنا یقیناً بہت بڑی حکمتیں ہیں، اسلام

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں ان کی بڑی ترغیب دی گئی ہے اور تاکید کی گئی ہے۔مگر لوگوں نے انہیں اپنی سمجھ اور مزاج کے مطابق ڈھال رکھا ہے۔

حالانکہ سچ بولنے اور منہ پھٹ ہونے میں فرق ہے، بہت سے لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سچی اور کھری بات کرتے ہیں اور منہ پہ بات کرتے ہیں، مگر حقیقت میں وہ اپنے غصے کی تسکین کے لیے ایسا کررہے ہوتے ہیں، اگر سچائی اور کھری بات حکمت سے خالی ہو تو ایسی سچی اور کھری بات کرنے والا منہ پھٹ تو ہوسکتا ہے مگر کھرا نہیں، وہ صرف اپنا غصہ نکالنا چاہتا ہے، کسی کی اصلاح نہیں چاہتا، کسی کی توہین اور دل آزاری کی پرواہ نہ کرنا بہت بڑی خامی ہے، البتہ کچھ بہت ہی مخصوص حالات میں اس کا جواز نکلتا ہے۔

تو منہ پھٹ ہونا خوبی نہیں خامی ہے، ایسے کھرے پن کی انسان کو بڑی مہنگی قیمت چکانا پڑتی ہے، اور وہ ہے لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت اور احترام کا ختم ہوجانا۔

اور ایسے کھرے پن کے مقابلے میں جس محاورے کا اسے نشانہ بننا پڑتا ہے وہ ہے: کسی کو منہ نہ لگانا، ایسے آدمی کو کوئی منہ لگانا پسند نہیں کرتا، مگر اسے شاید نہ اس کا احسان ہوتا ہے اور نہ پرواہ۔

جیسا کہ تکبر کرنے والے کی مثال یہ دی جاتی ہے کہ: تکبر کرنے والا گویا پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہے جہاں اسے پہاڑ کے دامن میں کھڑے لوگ بہت چھوٹے نظر آرہے ہوتے ہیں۔

مگر وہ اس حقیقت کو ریئلائز نہیں کرپاتا کہ پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوئے لوگوں کو، پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوا شخص ایسے ہی بہت چھوٹا نظر آتا ہے۔

حکمت بالخصوص دعوت واصلاح کے حوالے سے نہایت ہی ضروری ہے، ورنہ کسی کی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے یا بہت بڑے فتنے کا باعث بن سکتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ:

((حَدِّثُوْا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ .))

”لوگوں سے وہ بات کرو جو وہ سمجھتے ہوں۔“ یعنی ان کی علمی اور ذہنی استعداد کے مطابق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات ہو:

((أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ؟)) (صحيح البخاری ، كتاب العلم : ١٢٧)

''کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو جھٹلا دیا جائے؟''

اگر کوئی آدمی کم علم، کم فہم اور کمزور ایمان والا ہو، اور آپ اس سے کوئی ایسی بات کریں، جو اُس کے علم اور سمجھ سے بالاتر ہو اور بہت زیادہ پختہ ایمان والا بھی نہ ہو کہ وہ سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے (آمنا و صدقنا) کہہ دے کہ اچھا اگرچہ یہ بات مجھے سمجھ نہیں آ رہی مگر چونکہ قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہے لہٰذا (آمنا و صدقنا) میرا اس پر ایمان ہے اور تصدیق کرتا ہوں۔

تو ایسا آدمی جواب میں یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں ایسی بات نہیں مانتا تم اپنا دین اپنے پاس رکھو۔ تو بغیر حکمت کے کھری بات کرنے سے آپ کسی کی گمراہی کا سبب بن سکتے ہیں۔ حکیمانہ بات مسئلے کو سلجھاتی ہے اور حکمت سے عاری بات معاملے کو بگاڑ دیتی ہے۔

حکمت کی انسان کو زندگی کے تمام شعبوں میں ضرورت ہے، حکمت کو نظر انداز کرنا، اس کی ضرورت محسوس نہ کرنا اور اس کے حصول کے لیے کوشش نہ کرنا بہت بڑی کوتاہی ہے۔

حکمت، دور اندیشی اور بصیرت کسی جلد باز، جذباتی اور جنونی کو حاصل نہیں ہوتی۔ حکیمانہ طرزِ عمل کے سردست دو ایک واقعات ذکر کرتے ہیں، اور ابھی تو حکمت کے موضوع کی صرف تمہید ہی بیان ہو رہی ہے، اصل موضوع ان شاء اللہ اس کے بعد شروع ہوگا۔

شاہی آدابِ مجلس کے حوالے سے ایک حکمت کی بات ملاحظہ فرمائیے اَصمعي ایک بہت بڑے شاعر اور ادیب تھے، ہارون رشید سے انھیں بڑی قربت تھی، ایک دفعہ کئی روز کے وقفے کے بعد جب وہ دوبارہ ہارون رشید کے دربار میں حاضر ہوئے تو ہارون رشید نے ان سے کہا:

((يَا اَصْمَعِيُّ! كَيْفَ كُنْتَ بَعْدِي؟))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اے اصمعی! ہم سے دور رہ کرتمھارا وقت کیسا گزار؟“

((قَالَ الْأَصْمَعِيّ : مَالَاقَتْنِي بَعْدَكَ اَرْضٌ))

”تو اصمعی نے جواب دیا: آپ کے بعد زمین نے مجھے کہیں ٹکنے نہیں دیا (قرار لینے نہیں دیا، ٹھہرنے نہیں دیا)۔“

((فَتَبَسَّمَ الرَّشِيْدُ ، فَلَمَّا خَرَجَ النَّاسُ قَالَ لِلْأَصْمَعِيِّ: مَا مَعْنَى قَوْلِكَ مَالَا لَاقَتْنِي أَرْضٌ .))

”تو یہ سن کر ہارون رشید مسکرا دیے، پھر جب لوگ چلے گئے تو اصمعی سے کہنے لگے: تمھارے: ”مَالَا قَتْنِي أَرْضٌ“ کا کیا معنی ہے؟

((قَالَ : مَااسْتَقَرَّتْ بِيْ أَرْضٌ))

”کہا: زمین نے مجھے کہیں ٹھہرنے نہیں دیا۔“

((قَالَ: هٰذَا حَسَنٌ وَلٰكِنْ لَا يَنْبَغِيْ أَنْ تُكَلِّمَنِيْ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ إِلَّا بِمَا أَفْهَمُهُ))

”کہا: ٹھیک ہے، مگر تمہیں نہیں چاہیے کہ تم لوگوں کے سامنے مجھ سے ایسی بات کرو، سوائے اس کے کہ جو میں سمجھ سکوں اور پھر اس کی وجہ بتائی کہ اگر میں خاموش رہوں گا تو لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کو سمجھ نہیں آئی اور اگر میں درست جواب نہ دوں گا تو بھی لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔“

((قَالَ الْأَصْمَعِيُّ: فَعَلَّمَنِيْ أَكْثَرَ مِمَّا عَلَّمْتُهُ)) (اخبار النحويين البصريين للسيرافي ، ج: ١ ، ص: ٥٠ ، تاريخ دمشق ، ج: ٧٣ ، ص: ٣٠٩)

”اصمعی نے کہا: تو ہارون رشید نے مجھے اس سے زیادہ سکھایا جو میں نے انھیں سکھایا۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خیر! یہ تو حکمت و دانائی کے کچھ مخصوص واقعات ہیں، روزمرہ کی زندگی میں بھی حکمت و دانائی کی انسان کو اشد ضرورت ہوتی ہے، آپ جانتے ہیں کہ زندگی کے معاملات میں انسان کو بسا اوقات پیغام رسانی کی ضرورت بھی پڑتی ہے، اور پیغام بر اگر حکمت نہ رکھتا ہو تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ کس قدر معاملات کو بگاڑنے اور نقصان کرنے کا سبب بن سکتا ہے، اور اگر وہ اپنے قول و فعل میں حکمت سے کام لینا جانتا ہو تو ایسے شخص کو بھیج کر انسان مطمئن سا ہو جاتا ہے چنانچہ شاعر اس صورت حال کو کچھ یوں بیان کرتا ہے:

إِذَا كُـنْـتَ مُـرْسِلًا فِـيْ حَـاجَةٍ
فَـأَرْسِـلْ حَـكِيْـمًـا وَلَا تُـوْصِـهِ

اگر کسی کام سے کسی کو کہیں بھیجنا چاہتے ہو تو کسی حکیم اور صاحب فہم و فراست کو بھیج دو اور بے شک اسے کچھ نہ بھی سمجھاؤ بجھاؤ۔ یعنی صاحبِ فہم و فراست شخص اپنی حکمت و دانائی کے سبب معاملے کو خود ہی سلجھائے گا جب کہ اس کے برعکس اگر وہ شخص حکمت و دانائی سے محروم ہوگا تو اسے چاہے جتنا بھی سمجھا بجھا کر بھیجیں گے کوئی خیر کی خبر نہیں لائے گا۔

تو حکمت ایک بہت بڑی حقیقت ہے، اس کا حصول انسان کی اشد ضرورت ہے اور اس کا فقدان انسان کا بہت بڑا مسئلہ ہے مگر افسوس کہ اس دور میں حکمت کے فقدان کو سرے سے کوئی مسئلہ سمجھا ہی نہیں جاتا حالانکہ حکمت کے بغیر انسان کے مسائل سلجھنے میں نہیں آتے بلکہ اُلجھتے ہی چلے جاتے ہیں، ترجیحات بدلتی چلی جاتی ہیں، معیارات خلط ملط ہوتے چلے جاتے ہیں، صحیح اور غلط کے، اچھے اور بُرے کے خودساختہ معیار جنم لینے لگتے ہیں، اپنے مفادات کے پیش نظر کچھ جرائم کی سنگینی کو کم کر دیا جاتا ہے اور کچھ کو بڑھا دیا جاتا ہے، اب ذرا غور فرمایئے کس طرح مالی بدعنوانی کے جرم کو بڑھا چڑھا کر دنیا کا سب سے بڑا جرم بنا دیا گیا ہے جب کہ بدکاری، بے حیائی اور فحاشی و عریانی کو نظر انداز کر کے اس کی سنگینی کو اتنا کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے گویا وہ کوئی سرے سے جرم ہی نہیں ہے، حالانکہ سب سے بڑی بددیانتی تو اخلاقی بددیانتی ہے، مالی بددیانتی بھی اگرچہ جرم ہی ہے مگر اخلاقی جرم کے مقابلے میں بہت کم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس کا اندازہ یوں بھی لگا سکتے ہیں کہ چور کا صرف ہاتھ کاٹا جاتا ہے جب کہ زانی کو سنگسار کیا جاتا ہے، اب آپ کسی ایسے شخص کے بارے میں کیا کہیں گے جو کسی کو بدنام کرنے کے لیے، اس کی کردار کشی کرتے ہوئے اسے چور چور کہہ کر اس کی تشہیر کرتا چلا جائے جب کہ اس کی اپنی حالت یہ ہو کہ اس پر مالی بدعنوانی اور اخلاقی بد دیانتی کے بیسیوں الزامات ہوں۔

آخر میں کسی کے جرم کی سنگینی کو نظر انداز یا کم کرنے کی کوشش کے حوالے سے ایک واقعہ ذکر کر کے بات ختم کرتا ہوں۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا تو اس نے حجاج بن یوسف کے منشی اور مشیر کو (یزید بن ابو مسلم) کو اپنا مشیر مقرر کرنا چاہا جس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس سے کہا:

"أَسْأَلُكَ يَاأَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْ لَا تُحْيِيْ ذِكْرَ الْحَجَّاجِ بِإِسْتِكْتَابِكَ إِيَّاهُ"

"اے امیر المؤمنین! اس کو اپنا کاتب اور مشیر بنا کر حجاج کی یاد تازہ نہ کریں"

"فَقَالَ : يَا أَبَا حَفْصٍ! إِنِّيْ لَمْ أَجِدْ عِنْدَهُ خِيَانَةَ دِيْنَارٍ وَلَا دِرْهَمٍ"

سلیمان بن عبدالملک نے کہا: اے ابو حفص! میں نے اس کے ہاں کسی ایک درہم یا دینار کی خیانت بھی نہیں پائی۔

"قَالَ عُمَرُ : أَنَا أُجِدُكَ مَنْ هُوَ أَعَفُّ مِنْهُ فِي الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ"

"حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا: میں آپ کو درہم و دینار کے معاملے میں اس سے بھی زیادہ پاکدامن دکھا سکتا ہوں۔"

"قَالَ : وَمَنْ هُوَ؟"

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے کہا: اور وہ کون ہے؟

"قَالَ : إِبْلِيْسُ ، مَا مَسَّ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا ، وَقَدْ أَهْلَكَ هَذَا الْخَلْقَ" (سراج الملوك ، ج : ١ ، ص : ٧٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کہا: ابلیس، کہ اس نے درہم و دینار کو کبھی چھوا بھی نہیں مگر تمام مخلوق کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔''

تاہم حکمت کی ضرورت و اہمیت ایک مسلّمہ حقیقت ہے، اس پر مزید گفتگو ان شاء اللہ آئندہ خطبۂ جمعہ میں کریں گے۔

اقول قولی هذا واستغفر اللّٰه العظيم لي ولكم ولسائر المسلمين من كل ذنب انه هو الغفور الرحيم۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکمت ایک قابلِ رشک نعمت ہے

﴿ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ ﴾

(البقرة : ٢٦٩)

''جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے، اور جس کو حکمت ملی، اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔''

گذشتہ جمعوں میں حکمت کی ضرورت واہمیت جاننے کی کوشش کی گئی، آج کی گفتگو میں اسی حوالے سے مزید کچھ جاننے کی کوشش کریں گے، ان شاء اللہ۔ کیونکہ جب تک کسی چیز کی اہمیت سمجھ میں نہیں آتی اور انسان اُس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تو دل میں اس کی رغبت پیدا نہیں ہوتی، ذوق اور شوق پیدا نہیں ہوتا، چنانچہ انسان اس کے حصول کے لیے حرکت میں نہیں آتا، سعی وجدجہد نہیں کرتا، تو گویا کسی کام کے کرنے سے پہلے اس کی ضرورت واہمیت سمجھنا اور دل میں اس کا ذوق وشوق اور رغبت پیدا ہونا ضروری ہے۔

قرآن پاک میں اہل ایمان کو نیکی اور عمل صالح کا جا بجا حکم دیا گیا ہے اور ایسے ہی انبیاء ورسل علیہم السلام کو بھی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا .))

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے۔''

((وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ .))

''اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی انہی باتوں کا حکم دیا ہے جن کا رسل علیہم السلام کو حکم دیا ہے۔''

فَقَالَ: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۗ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلِيْمٌ ﴿٥١﴾ (المؤمنون: ۵۱)

''اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم السلام کو حکم دیتے ہوئے فرمایا اے پیغمبرو! کھاؤ پاک چیزیں اور عمل کرو صالح، تم جو کچھ بھی کرتے ہو، میں اُس کو خوب جانتا ہوں۔''

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ (البقرہ: ۱۷۲)

''اور اہل ایمان کو فرمایا: اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔'' (صحیح مسلم: ۱۰۱۵)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جن باتوں کا حکم دیا انہی باتوں کا انبیاء و رسل علیہم السلام کو بھی حکم دیا ہے، بلکہ انبیاء و رسل علیہم السلام کو کچھ اضافی نیکیوں کا بھی حکم دیا، جیسا کہ اشراق کی نماز، تہجد، وتر اور قربانی وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھیں، مگر امت پر فرض نہیں ہیں۔

تو جہاں اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کا حکم دیا وہاں اُن کی رغبت اور ذوق و شوق پیدا کرنے کے لیے اُن کے فضائل کا ذکر کیا اُن کا اجر و ثواب بتلایا، تا کہ لوگوں کے دلوں میں وہ اعمال بجالانے کی ہمت، عزم اور جذبہ پیدا ہو۔

آیئے کچھ ایسے ہی حکمت کی ضرورت و اہمیت کو سمجھنے اور دل میں اس کا ذوق و شوق پیدا کرنے کے لیے کچھ مزید اس پر گفتگو کرتے ہیں۔

حکمت کی ضرورت و اہمیت کو سمجھنے کے لیے کچھ باتوں کا گذشتہ جمعوں میں ذکر ہوا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکمت کو خیر کثیر قرار دینا، ﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ ''جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دے دی گئی'' اور اسی طرح حکمت کی تعلیم دینا انبیاء علیہم السلام کا فرض منصبی بتلانا، ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔''

اسی طرح حکمت کی اہمیت کے حوالے سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: فرمایا:

((لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ .))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''حسد صرف دو چیزوں میں ہے۔''

((رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ .))

''ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا، تو اُس نے اُس کو راہ حق میں ہلاک کرنے اور لٹا دینے پر لگا دیا۔''

((وَآخَرُ آتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا .))

(صحيح البخاري : ٧١٤١)

''اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی اور وہ اُس کے مطابق فیصلے کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔''

حسد صرف دو چیزوں میں جائز ہے، یہاں حسد سے مراد رشک ہے، کیونکہ حسد اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے کسی صورت میں اور کسی چیز میں جائز نہیں ہے، کیونکہ حسد کا مطلب ہے: خواہش کرنا کہ کوئی مخصوص نعمت اور خوبی جو فلاں کے پاس ہے کہ جس سے حسد کیا جا رہا ہے چھن جائے اور اُسے (یعنی حسد کرنے والے کو) مل جائے اور یہ نہایت ہی گھٹیا اور کمینہ پن ہے اور دوسرے یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلے پر اعتراض، اس سے انکار ہے اور اس کا شکوہ ہے لہٰذا حسد کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

یہاں لفظ حسد استعارتاً استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ لوگ اس سے مانوس و مألوف اور واقف ہیں۔ رشک میں یہ خواہش تو شامل ہے کہ ایسی نعمت رشک کرنے والے کو بھی مل جائے، مگر یہ خواہش ہرگز نہیں ہوتی کہ فلاں شخص سے چھن جائے۔

اصل میں کوئی ایسی خواہش کرنا سرے سے جائز ہی نہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے کو خصوصی طور پر نوازا ہو اور فضیلت دی ہو۔ بالخصوص کوئی ایسی نعمت، خوبی، حیثیت اور مقام و مرتبہ کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے کو نوازا ہو شرعاً و قدراً ممکن ہی نہ ہو، جیسا کہ کوئی عورت خواہش کرے کہ وہ مرد ہو جائے اور کوئی مرد خواہش کرے کہ وہ عورت ہو، یا کوئی خواہش کرے کہ کاش وہ کسی امیر آدمی کے یا کسی نیک آدمی کے گھر پیدا ہوتا، یا کوئی خواہش

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرے کہ وہ صحابی ہوتا، تو ایسی خواہشات سرے سے ہی جائز نہیں چہ جائیکہ آدمی کسی سے حسد کرے! جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

((یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! یَغْزُو الرِّجَالُ وَلَا نَغْزُو، وَإِنَّمَا لَنَا نِصْفُ الْمِیْرَاثِ.))

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرد لوگ جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کرتیں اور ایک حدیث میں ہے کہ ہم شہید نہیں ہوتیں، اور ہمارا وراثت میں بھی صرف آدھا حصہ ہے۔''

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (النساء: ٣٢) (صحيح الترمذي (الالباني: اسناده صحيح): ٣٠٢٢)

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے، اس کی تمنا نہ کرو۔

﴿وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النساء: ٣٢)

''اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کی دعا مانگتے رہو۔''

اور ایک حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَلُوا اللّٰهَ، مِنْ فَضْلِهٖ.))

''اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔''

((فَإِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ أَنْ یُسأَلَ.))

''اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اُس سے سوال کیا جائے، دعا مانگی جائے۔''

((وَإِنَّ أَفْضَلَ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ مِنَ اللّٰهِ.))

(مسند البزار: ٦٢٩٧)

''اور سب سے افضل عبادت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وُسعت وکشادگی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتظار ہے۔"

یعنی کسی تنگی، تکلیف، کمی اور محرومی پر اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کا سوال کرنا اور پھر گھبراہٹ اور بے چینی کا اظہار نہ کرنا کہ کب مصیبت ٹلے گی اللہ کا فضل ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا انتظار کرنا سب سے افضل عبادت ہے۔

اندازہ کریں ایسی نیکی کی خواہش کرنا بھی منع ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی بنا پر کسی کو اُس سے محروم رکھا ہو، جیسا کہ کسی عورت کے جہاد کرنے اور شہید ہونے کی خواہش جو کہ یقیناً ایک نیک خواہش ہے، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے حکمت کے تحت اُس کو اُس سے محروم رکھا ہے اور اسے مستثنیٰ قرار دیا ہے، اس لیے وہ نیک خواہش بھی جائز نہیں ہے۔

اس کے بجائے اللہ تعالیٰ نے عورت کو آسان کاموں کے بدلے اتنا بڑا انعام دینے کا وعدہ فرمایا ہے کہ جو ہر ایک مرد کو بھی نصیب نہیں ہوسکتا اور وہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اذا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا، وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا، دَخَلَتْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ.)) (صحيح الترغيب (للألباني): ٢٤١١)

"جب عورت پانچ نمازیں پڑھ لے، رمضان کے روزے رکھ لے، شرمگاہ کی حفاظت کرلے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرلے، (جائز کاموں میں)۔ تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔"

جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جس کو اس بات کی اجازت اور اختیار دیا جائے گا کہ جس دروازے میں سے چاہے داخل ہوجائے یہ بہت بڑا اعزاز ہے، جو ایک سوال کے جواب میں بھری مجلس میں سے صرف حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو اس اعزاز اور شرف کی خوشخبری دی گئی ہے۔

اسی طرح عورت کے لیے حج کو جہاد کے قائم مقام قرار دیا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتی ہیں:

((اسْتَاذَنتُ النَّبِیَّ ﷺ فِي الْجِهَادِ.))

''کہ میں نے آپ ﷺ سے جہاد کی اجازت طلب کی۔''

((فَقَالَ: جِهَادُ كُنَّ الْحَجُّ.)) (صحيح البخاری : ٢٨٧٥)

''تو فرمایا: تمہارا جہاد حج ہے۔''

بلکہ ایک حدیث میں عورت کے لیے حج کو افضل جہاد قرار دیا:

((لٰكِنَّ اَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ.)) (صحيح البخاری ، كتاب الحج : ١٥٢٠)

''لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔''

تو ایسی کوئی نیک خواہش کرنا بھی جائز نہیں کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر کسی کو نوازا ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

((قَالَ: جَلَسْنَا اِلَى الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ يَوْمًا فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ.))

''ہم ایک روز حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا۔''

((فَقَالَ: طُوْبٰى لِهَاتَيْنِ الْعَيْنَيْنِ اللَّتَيْنِ رَأَتَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ.))

''اور کہا: کتنی خوش نصیب ہیں یہ دو آنکھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔''

((وَاللّٰهِ لَوَدِدْنَا اَنَّا رَأَيْنَا مَا رَأَيْتَ وَ شَهِدْنَا مَاشَهِدْتَ.))

''اللہ کی قسم ہماری خواہش ہے کہ کاش ہم نے بھی وہ کچھ دیکھا ہوتا جو آپ نے دیکھا ہے اور ہم اُن موقعوں پر موجود ہوتے جہاں آپ موجود تھے۔''

(فَاسْتُغْضِبَ) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس بات سے غضبناک ہو گئے۔

(فَجَعَلْتُ أَعْجَبُ: مَاقَالَ إِلَّا خَيْرًا)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر کہتے ہیں میں بہت حیران ہوا، کہ اُس نے تو ایک اچھی بات ہی کی ہے۔

(ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ:)

تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

((مَايَحْمِلُ الرَّجُلَ عَلَى أَنْ يَتَمَنَّى مَحْضَرًا غَيَّبَهُ اللّٰهُ عَنْهُ .))

''آدمی کو کون سی چیز اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ کسی ایسے موقع اور مشہد کی تمنا کرے جسے اللہ تعالیٰ نے اُس سے پوشیدہ کر رکھا ہے!''

((لَا يَدْرِي لَوْشَهِدَهُ كَيْفَ يَكُوْنُ فِيْهِ .))

''جسے معلوم نہیں کہ اگر وہ وہاں موجود ہوتا تو وہ کس حال میں ہوتا۔''

((وَاللّٰهِ لَقَدْ حَضَرَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَقْوَامٌ كَبَّهُمُ اللّٰهُ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ فِي جَهَنَّمَ، لَمْ يُجِيبُوْهُ وَلَمْ يُصَدِّقُوْهُ .))

''اللہ کی قسم کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو آپ ﷺ کے دور مبارک میں حاضر تو تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے نتھنوں کے بل یعنی اوندھے منہ جہنم میں پھینک دیا، انہوں نے آپ ﷺ کی آواز پر لبیک نہ کہا اور آپ ﷺ کی تصدیق نہ کی۔''

((أَوَلَا تَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِذْ أَخْرَجَكُمْ لَاتَعْرِفُوْنَ إِلَّا رَبَّكُمْ، فَتُصَدِّقُوْنَ بِمَا جَاءَ بِهِ نَبِيُّكُمْ ﷺ قَدْ كُفِيتُمُ الْبَلَاءَ بِغَيْرِكُمْ))

''کیا تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اُس نے تمہیں اُس مشکل سے ایسا نکالا کہ تم اپنے رب کے سوا کچھ نہیں جانتے یعنی تمہیں کسی مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، دوسروں کی آزمائش تمہیں کفایت کر گئی ہے۔''

((وَاللّٰهِ لَقَدْ بُعِثَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَشَدِّ حَالٍ بُعِثَ عَلَيْهَا نَبِيٌّ قَطُّ .))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اللہ کی قسم آپ ﷺ اُن تمام حالات سے سخت ترین حالات میں مبعوث ہوئے جو کوئی نبی کسی ایسے حالات میں مبعوث کیا گیا ہو۔“

فِيْ فَتْرَةٍ وَجَاهِلِيَّةٍ مَايَرَوْنَ أَنَّ دِيْنًا أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ))

رسولوں علیہم السلام کی آمد کے ایک وقفے کے بعد اور دور جاہلیت میں جس معاشرے کے لوگ بت پرستی سے بہتر کوئی دین ہی نہ سمجھتے تھے:

((فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ فَرَّقَ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَفَرَّقَ بِهِ بَيْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِهِ))

”آپ ﷺ دینِ فرقان لے کر آئے جس نے حق و باطل میں تفریق کر دی اور حق و باطل کی بنیاد پر باپ اور بیٹے میں تفریق کر دی۔“

((حَتَّى إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَرَى وَالِدَهُ أَوْ وَلَدَهُ أَوْ أَخَاهُ كَافِرًا وَقَدْ فَتَحَ اللّٰهُ قُفْلَ قَلْبِهِ بِالْإِيْمَانِ وَيَعْلَمُ أَنَّهُ إِنْ هَلَكَ دَخَلَ النَّارَ)).

”حتی کہ آدمی جب دیکھتا کہ اُس کا والد یا بیٹا، یا بھائی حالت کفر پر ہے اور اگر اسی حالت میں مر گیا تو جہنم واصل ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کے دل کا تالا ایمان کے ذریعے کھول دیا ہے۔“

(فَلَا تَقَرُّ عَيْنُهُ) تو یہ دیکھ کر اُس کی آنکھوں کو قرار نہ آتا

(وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ حَبِيْبَهُ فِي النَّارِ)

کیونکہ وہ جانتا کہ اُس کا عزیز اور پیارا جہنم میں ہوگا۔

((وَأَنَّهَا لَلَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ)) (الأدب المفرد: ٨٧)

”یہی وہ بات ہے جس کے لیے اللہ فرماتے ہیں اور وہ لوگ جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ: اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تو بات ہورہی تھی کہ جب ایسی نیک تمنائیں اور رشک بھی جائز نہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر کسی کو نوازا ہو تو حسد کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ مگر غور کیجئے کہ پھر وہ کتنی عظیم چیز ہوگی کہ جس پر رشک جائز قرار دیا گیا ہے؟ اور وہ صرف دو چیزیں ہیں، جن کا کچھ دیر پہلے ذکر ہوا۔ ایک وہ شخص جو مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹاتا ہے، خرچ کرنے کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ بلکہ ہلاک کرنے کا لفظ ارشاد فرمایا۔ اور دولت کو ہلاک کرنا یا لٹانا کیا ہوتا ہے؟ امید ہے آپ ضرور سمجھتے ہوں گے۔ اگر کوئی شخص سینکڑوں یا ہزاروں ڈالرز میں سے ایک ڈالر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہی کہلائے گا۔

مگر وہ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہلاک کرنے یا لٹانے والا نہیں کہلائے گا کہ جس پر رشک کیا جاسکے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال لٹانے کا مفہوم آپ اپنے دل سے بھی پوچھ سکتے ہیں اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کررکھی ہو اور یہاں حکمت سے مراد علم ہے، اور وہ شخص علم وحکمت کے مطابق فیصلے کرتا ہو، اپنی ذات میں بھی اور لوگوں کے مابین بھی اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔ جس کا مطلب ہے کہ ہر علم والے پر رشک نہیں کیا جاسکتا، جس طرح کسی صاحبِ مال کا اپنا مال اللہ کی راہ میں لٹانا مشکل ہے، ایسے ہی علم والوں کا اپنی ذات اور دوسروں کے درمیان علم کے مطابق عمل کرنا مشکل ہے اور ایسے لوگ نایاب ہیں جو باعمل بھی ہوں اور دوسروں کو خالص کتاب وسنت کی تعلیم بھی دیتے ہوں اور ڈنڈی نہ مارتے ہوں۔

حکمت کی اہمیت اور فضیلت کا ذکر ہو رہا تھا، حکمت کے چند نمونے ان شاء اللہ بعد میں ذکر کریں گے، فی الحال یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ حکمت کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔

اختصار کے ساتھ چند کا ذکر کرتے ہیں، ان میں سے سب سے اولین ذریعہ دعا ہے، کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی نعمت اور فضل مانگنے کا حکم ہے اور حکمت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

﴿وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النساء : ٣٢)

''اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔''

دوسرا ذریعہ حکماء اور دانشمند لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، نادان، جاہل، کم عقل اور فضول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گفتگو کرنے والوں کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنے عمال کو خصوصی طور پر اہل حکمت لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کے لیے کہا کرتے تھے۔

تیسرا ذریعہ حکمت و دانشمندی کی کتابیں پڑھنا اور اصحاب حکمت لوگوں کی سوانح حیات کا مطالعہ کرنا۔

چوتھا ذریعہ تجربہ کار لوگوں کے پاس بیٹھنا، جنہوں نے دنیا کے نشیب و فراز دیکھے ہوں اور حکمتوں کو پلے باندھ لیا ہو، مگر ان سب کے ساتھ دین سے تعلق ایک خصوصی شرط ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عشرہ ذوالحجہ کے فضائل اور کرنے کے کام

﴿وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝﴾ (الفجر : ۱-۳)

''قسم ہے فجر کی۔ اور دس راتوں کی۔ اور جفت اور طاق کی۔''

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں اسلام کی ہدایت بخشی اور اُس کا احسان ہے کہ وہ ہماری تمام تر سستیوں، کوتاہیوں، بے رغبتیوں، بے پرواہیوں اور بے نیازیوں کے باوجود ہمیں اپنے فضل و رحمت سے محروم نہیں کرتا، بلکہ وقفے وقفے سے نیکی کے مواقع فراہم کرتا رہتا ہے۔

حقیقت میں وہ اپنے بندوں کو ہرگز عذاب دینا نہیں چاہتا، بشرطیکہ ہم بندے بن کر رہیں۔ فرمان ربی ہے:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ﴾ (النساء: ۱۴۷)

''اللہ بھلا تمھیں سزا دے کر کیا کرے گا، بشرطیکہ تم شکر گزار بنے رہو اور ایمان لائے رہو!''

حالانکہ اگر وہ عذاب دینا بھی چاہے تو اُس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، کوئی پوچھنے کا حق نہیں رکھتا اور وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہے:

﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء: ۲۳)

''وہ اپنے کاموں کے لیے کسی کے آگے جوابدہ نہیں ہے اور وہ سب جوابدہ ہیں۔''

حدیث میں ہے، حضرت عبداللہ ابن الدَّیلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((قَالَ: وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ فَأَتَيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ .))

''فرماتے ہیں: میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ وسوسہ پیدا ہوا تو میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔“

((فَقُلْتُ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ! وَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ ، خِفْتُ اَنْ یَکُوْنَ فِیْهِ هَلَاكُ دِیْنِیْ وَاَمْرِيْ .))

”میں نے کہا: اے ابالمنذر! میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ وسوسہ پیدا ہورہا ہے، ڈرتا ہوں کہ کہیں اس سے میری دنیا اورآخرت تباہ نہ ہوجائے۔“

((فَقَالَ: یَابْنَ اَخِيْ! اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَوْ عَذَّبَ اَهْلَ سَمَاوَاتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَیْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ .)) (سنن الکبرٰی للبیهقی: ٢٠٨٧٤ ، مختصر تاریخ دمشق ، ج: ١٣ ، ص: ٢٢٨)

تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بھتیجے! اللہ عزوجل اگر اپنے تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کے مکینوں کو تمام زمینوں اور تمام آسمانوں کی مخلوقات کو عذاب دینا چاہے تو عذاب دے گا اور ظالم بھی نہیں ہوگا۔“

یعنی تمام مخلوقات اسی کی ہیں، وہ جب چاہے بنائے، جب چاہے ختم کردے، جس کو چاہے عزت دے، جس کو چاہے ذلت دے، جس کو چاہے دولت دے، جس کو چاہے محروم رکھے، اس کی مرضی ہے، کسی کا کیا حق، کیا حیثیت اور کیا مجال ہے کہ اُس سے پوچھے کہ وہ کیا اور کیوں کررہا ہے۔

تو وہ اگر کسی کو عذاب دینا چاہے تو وہ ظالم نہیں ہوگا اور نہ کوئی اس سے پوچھنے کا حق رکھتا ہے لیکن:

((وَلَوْ رَحِمَهُمْ ، لَکَانَتْ رَحْمَتُهٗ لَهُمْ خَیْرًا مِنْ اَعْمَالِهِمْ .))

”اور اگر وہ اُن پر رحم فرمائے تو اُس کی رحمت اُن کے لئے، اُن کے اعمال سے بہتر ہوگی۔“

((وَلَوْ اَنَّ لَكَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَاقَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰی تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ، وَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ یَکُنْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لِيُخْطِئَكَ ، وَأَنَّ مَا اَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ .))

''اور اگر تمھارے پاس اُحد پہاڑ برابر بھی سونا ہو اور تم اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردو تو وہ تم سے ہرگز قبول نہ کرے گا، جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ رکھو اور جب تک یہ نہ جان لو کہ جو مصیبت تم پر آئی ہے وہ کسی صورت تم سے چوک نہیں سکتی تھی، ٹل نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت تم سے ٹل گئی ہے وہ کسی صورت تمہیں پہنچ نہیں سکتی تھی۔''

((وَانَّكَ اِذَا مِتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا دَخَلْتَ النَّارَ .))

''اور اس عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھتے ہوئے اگر تمہیں موت آ گئی تو تم جہنم میں داخل ہوگے۔''

((وَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَاْتِيَ اَخِيْ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَتَسْأَلَهُ .))

''اور کوئی حرج نہیں اگر تم بھائی عبداللہ بن مسعود کے پاس جاکر اُس سے بھی پوچھ لو۔''

((فَأَتَيْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَأَلْتُهُ .))

''حضرت ابن الدیلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں پھر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن سے پوچھا۔''

((فَقَالَ: مِثْلَ ذَالِكَ .))

''تو انہوں نے بھی یہی باتیں کیں۔''

((وَقَالَ لِيْ: لَاعَلَيْكَ اَنْ تَاْتِيَ حُذَيْفَهَ بْنَ الْيَمَانِ فَتَسْأَ لَهُ .))

''اور کہا کہ کوئی حرج نہیں اگر تم حذیفہ بن یمان سے یہ جا کر پوچھ لو!''

((فَأَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لِيْ مِثْلَ ذَلِكَ .))

''پھر میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اُن سے پوچھا اور انہوں نے بھی یہی باتیں کہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَقَالَ: اِئْتِ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَسَلْهُ .))

''اور کہا کہ تم زید بن ثابت کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو!''

((فَاَتَیْتُ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَسْأَلْتُهُ .))

''میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ان سے پوچھا:

فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ:

تو انہوں نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔''

((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ، لَوْ عَذَّبَ اَهْلَ سَمَاوَاتِهٖ، وَاَهْلَ اَرْضِهٖ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَغَیْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ .))

''کہ اللہ عزوجل اگر تمام آسمانوں اور زمین والوں کو عذاب دینا چاہے تو عذاب دے گا تو اُس کا اُن کو عذاب دینا ظلم نہیں ہوگا۔''

((وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهٗ خَیْرًا لَهُمْ مِنْ اَعْمَالِهِمْ .))

''اور اگر وہ ان پر رحم کرے تو اُس کی رحمت اُن کے لئے، اُن کے اعمال سے بہتر ہوگی۔''

((وَلَوْ اَنَّ لَكَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا أَنْفَقْتَهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰی تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ .))

''اور اگر تمھارے پاس اُحد پہاڑ برابر سونا بھی ہو اور اسے تم اللہ کی راہ میں خرچ کردو، تو وہ تم سے ہرگز قبول نہیں کرے گا، جب تک تقدیر پر ایمان نہ رکھو۔''

((وَتَعْلَمَ، اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ یَكُنْ لِیُخْطِئَكَ .))

''اور جب تک یہ نہ جان لو علم الیقین کی حد تک کہ جو تکلیف تمہیں پہنچی ہے وہ ہرگز ٹلنے والی نہیں تھی۔''

((وَاَنَّ مَا اَخْطَأَكَ لَمْ یَكُنْ لِیُصِیْبَكَ .))

''اور جو ٹل گئی ہے وہ کبھی پہنچ نہیں سکتی تھی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((وَأَنَّكَ إِنْ مِتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا دَخَلْتَ النَّارَ.)) (ابن ماجۃ، کتاب المقدمۃ: ۷۷)

"اور اگر اس عقیدے سے مختلف عقیدے پر تمہیں موت آئی تو جہنم میں جاؤ گے۔"

تو بات ہو رہی تھی کہ بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہرگز عذاب دینا نہیں چاہتا، چنانچہ اُس نے تمام لوگوں کے لیے مسلم ہوں یا کافر ہدایت کے راستے کھلے رکھے ہیں اور اُن پر حجت تمام کر دی ہے، اس کے باوجود کہ وہ ہدایت کو نہ صرف یہ کہ قبول نہیں کرتے بلکہ اُس سے شدید نفرت کرتے ہیں اور اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

ایسے ہی وہ مسلمان جو اسلام پر عمل نہیں کرتے نہ صرف یہ کہ عمل نہیں کرتے بلکہ دین کا اور دینداروں کا مذاق اڑاتے ہیں، اور کھلے عام اسلام کی مخالفت کرتے ہیں، بے حیائی پھیلاتے ہیں، مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ بشمول اُن کے تمام مسلمانوں کے لیے توبہ و استغفار کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

اور انہی موقعوں میں سے ایک موقع ماہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی صورت میں ہے، جو کہ غالباً آئندہ جمعۃ المبارک سے شروع ہونے والا ہے۔

ماہ ذوالحجہ کے وہ مبارک ایام اگرچہ ہر سال آتے ہیں اور ہم ہر سال اس کے مسائل و احکام بھی سنتے ہیں، مگر چونکہ ایک تو دین کے حوالے سے ہمارا حافظہ ذرا کمزور ہے کہ دین کی باتیں ہمیں یاد نہیں رہتیں اور دوسرے یہ کہ وعظ و تزکیہ اور ترغیب و ترہیب سے ایک مسلمان کے دل میں نیکی کی رغبت پیدا ہوتی ہے دین کی طرف میلان اور رجحان بڑھتا ہے اور شوق عبادت کے جوش و جنون میں اضافہ ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ (الذاریات: ۵۵)

"نصیحت کرتے رہیے کیونکہ نصیحت اہل ایمان کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے۔"

تو یاد دہانی اور نصیحت کے طور پر اُن مبارک ایام کی فضیلت کا تذکرہ ایک بار پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنتے ہیں۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ اَیَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ فِیهِنَّ مِنْ هَذِهِ الْاَیَّامِ، یَعْنِی عَشْرَ ذِی الْحِجَّةِ))

''ماہِ ذوالحجہ کے دس دنوں کے علاوہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں کیا ہوا عملِ صالح اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند ہو، جتنا اِن دنوں میں کیا ہوا عملِ صالح اللہ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہے۔''

((قَالُوْا: وَلَا الْجِهَادُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ؟))

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیا اللہ کی راہ میں کیا ہوا جہاد بھی نہیں؟''

((قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ.))

''فرمایا: دوسرے دنوں میں کیا ہوا جہاد بھی اتنا محبوب نہیں۔''

((اِلَّا رَجُلاً خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ثُمَّ لَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَیْءٍ.))

(ترمذي: ٧٥٧)

''سوائے اُس آدمی کے جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کے لیے نکلا اور پھر اُن میں سے کوئی بھی چیز لے کر واپس نہ لوٹا۔''

اور قرآن پاک میں اس کی فضیلت یوں بیان ہوئی ہے:

﴿وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝٤ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝٥﴾ (الفجر: ١۔٥)

''قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی، اور جفت اور طاق کی، اور رات کی جبکہ وہ رخصت ہو رہی ہو، کیا اِس میں کسی صاحبِ عقل کے لیے کوئی قسم ہے؟''

سورۃ الفجر کی اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی ہے اُن میں سے ایک قسم دس راتوں کی ہے، جس سے مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائے، مگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھا سکتے ہیں، کیونکہ اسی کی مخلوقات ہیں، اسی کی ملکیت ہیں اور اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو اس کی فضیلت اور اہمیت ظاہر کرنے کے لئے، تو اِن چار چیزوں کی قسم کھانے کے بعد کہ جن میں سے ایک ذوالحجہ کے دس دن بھی ہیں، آخر میں فرمایا: (هل فى ذلك قسم لذى حجر) کیا اس میں کسی صاحب عقل کے لیے کوئی قسم ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ان دس دنوں کی فضیلت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

تو معنی یہ ہوا کہ ماہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن بہت فضیلت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اہمیت والے ہیں، چنانچہ ان دس دنوں میں کیا ہوا کوئی بھی عملِ صالح اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے، بنسبت دوسرے دنوں میں کئے ہوئے عمل صالح کے۔

اور عملِ صالح سے مراد وہ عمل ہے جو کہ ایک تو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور دوسرے سنت کے مطابق ہو اور اگر اِن دو شرطوں میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو تو وہ عمل عملِ صالح نہیں رہتا۔

اگر یہ جاننا چاہیں کہ یہ ایام اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنے با فضیلت کیوں ہیں! تو جو ظاہری دلائل سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ ایام فریضۂ حج کی ادائیگی کے دنوں میں آتے ہیں اور حج کے ایام میں ایک دن یوم عرفہ کا بھی ہے جو کہ حج کا سب سے بڑا رکن ہے، بلکہ یوم عرفہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: (اَلْحَجُّ عَرَفَةَ) ''حج تو عرفہ ہے'' یعنی حج کا سب سے اہم رکن عرفہ ہے۔

اور یوم عرفہ کی فضیلت میں سے ایک بات یہ ہے کہ اُس دن تمام دنوں سے بڑھ کر لوگ جہنم سے آزاد کئے جاتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ اَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْداً مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ .))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یوم عرفہ کے سوا کوئی دن ایسا نہیں ہے، جس میں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہو۔''

((وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُوْلُ: مَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ؟))

(سنن ابن ماجه : ٣٠١٤)

''اور اللہ تعالیٰ اُن کے قریب ہوتا ہے، یعنی اپنے فضل و رحمت کے ذریعے اُن کے قریب ہوتا ہے اور پھر حُجاج پر فخر کرتے ہوئے فرشتوں سے کہتا ہے، یہ لوگ بھلا کیا چاہتے ہیں؟''

یعنی یہ لوگ جو اپنا گھر بار، اپنا وطن اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر آئے ہیں، اپنے مال خرچ کیے ہیں، سفر کی صعوبتیں اور مشقتیں سہتے ہیں تو کیا چاہتے ہیں؟

یہ بخشش و مغفرت کے طلبگار ہیں، اپنے رب کی رضا اور خوشنودی اور اس کا قرب چاہتے ہیں چنانچہ یہ حق دار ہیں کہ ان کی مرادیں بر لائی جائیں، ان کی دعائیں قبول کی جائیں اور انہیں فضل و رحمت اور بخشش و مغفرت سے نوازا جائے۔

تو اِن دس دنوں کی فضیلت کی ایک وجہ یہ ٹھہری کہ ان میں یوم عرفہ آتا ہے اور دوسرے یہ کہ ان دس دنوں میں تمام بڑی بڑی عبادات جمع ہوجاتی ہیں، نماز، روزہ، صدقہ اور حج۔

اور ان ایام کی فضیلت کا ایک پہلو یہ ملاحظہ کیجئے کہ بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے بعد کہ جب انہیں غلامانہ زندگی سے نجات ملی اور ایک خودمختار قوم کی حیثیت حاصل ہوگئی تو انہیں احکاماتِ شریعت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ سینا پر تیس دنوں کے لیے بلایا کہ اُس پہاڑ پر رہ کر اور یکسو ہوکر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تفکر و تدبر میں گزاریں اور پھر اُس میں مزید دس دنوں کا اضافہ کر دیا۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً﴾ (الاعراف: ١٤٢)

''اور ہم نے موسیٰ کو تیس دن رات کے لیے طلب کیا، اور بعد میں دس دن کا اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اضافہ کردیا، اس طرح اُس کے رب کی مقرر کردہ مدت پورے چالیس دن ہوگئی۔"

تو مفسرین رحمہم اللہ لکھتے ہیں کہ وہ دس دن یہی عشرۂ ذوالحجہ کے دن ہیں۔ تو اِن ایام کی فضیلت جان لینے کے بعد اور اِن میں نیک اعمال کا اجروثواب اور ترغیب معلوم کر لینے کے بعد یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ ان میں کون کون سے نیک عمل ہمیں کرنے چاہیں!

نیک اعمال کا دائرہ تو یقیناً بہت وسیع ہے، مگر اُن میں سے چند اعمال کا کہ جن سے ہر شخص واقف ہے، ان سے مانوس ہے اور آسانی سے کئے بھی جاسکتے ہیں ذکر کرتے ہیں:

ان کے سرفہرست ایک تو یوم عرفہ کا روزہ ہے، جوکہ 9 ذی الحجہ کا دن ہے اور اس کی فضیلت اور اجروثواب آپ کو معلوم ہی ہوگا، کیونکہ ہر سال سنتے ہیں اور وہ یہ کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ وَالْبَاقِیَةَ .))

"کہ اُس سے ایک گذشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔"

اس کے علاوہ نماز، تلاوتِ قرآن پاک، صدقہ وخیرات اور تکبیرات وتسبیحات وغیرہ ہیں۔ ان دس دنوں میں 9 ذوالحجہ کے روزے کے علاوہ پہلے آٹھ دنوں کے روزے بھی مستحب ہیں، مگر دسویں ذی الحجہ کا روزہ نہیں رکھ سکتے کیونکہ وہ عیدالاضحیٰ کا دن ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ:

((نَهَى النَّبِیُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَیَوْمِ النَّحْرِ))

"آپ ﷺ نے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔"

اسی طرح عیدالاضحیٰ کے بعد کے تین دن بھی جوکہ ایام التشریق کہلاتے ہیں روزہ نہیں رکھ سکتے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ: اَیَّامُ اَکْلٍ وَشُرْبٍ وَذِکْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ))

"کہ ایام التشریق (یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ) کے دن کھانے پینے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔“

قربانی کے احکام میں یہ بات بھی آپ کو معلوم ہی ہوگی کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد سے لے کر قربانی کرنے تک بال اور ناخن وغیرہ نہیں کاٹنے چاہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ وَاَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَبَشَرِهٖ شَيْئًا .)) (صحيح مسلم: ۱۹۷۷)

”جب ذوالحجہ کا عشرہ شروع ہوجائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اپنے بالوں اور جسم میں سے کوئی چیز نہ چھوئے، یعنی کچھ نہ کاٹے۔“

اور تکبیرات کے متعلق بھی ایک بار پھر ذہن میں تازہ کرلیں کہ یوم عرفہ کی فجر کی نماز سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک پڑھی جاتی ہیں، نمازوں کے بعد بھی اور عام اوقات میں بھی۔

اللہ اکبر ، اللہ اکبر ، لا الٰہ الا اللہ ، واللہ اکبر ، اللّٰہُ اکبر وللہ الحمد .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عشرۂ ذوالحجہ کی اہمیت وفضیلت

﴿وَالْفَجْرِ ۙ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ﴿٢﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ﴿٤﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ؕ﴿٥﴾﴾ (الفجر : ١-٥)

گذشتہ جمعے عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت ہم نے جانی، ماہ ذوالحجہ کے یہ ابتدائی دس دن جو کہ کل سے شروع ہو رہے ہیں سال بھر کے تمام ایام سے یقیناً افضل و برتر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کھائی اور ان میں ذکر و اذکار اور تکبیر و تسبیح کی ترغیب دی ہے، اسی طرح احادیث میں بھی ان کی فضیلت بیان ہوئی اور ان میں کثرت سے تسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل کی تاکید کی گئی ہے۔

لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ جس طرح نہایت تاکید کے ساتھ ان ایام کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور جس پُر زور انداز سے ان میں عمل صالح کی ترغیب دی گئی ہے، لوگوں میں اس حساب سے جوش و ولولہ نظر نہیں آتا، شوق و جذبہ دکھائی نہیں دیتا، پہلے تو اکثر لوگ ان ایام کی فضیلت سن کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے، ان میں کوئی تحریک اور ہلچل پیدا نہیں ہوتی اور پھر جو لوگ تھوڑی بہت کوشش کرتے بھی ہیں، تو وہ بھی بس اک سرسری سی اور بے دلی کے ساتھ ہوتی ہے، نیکی کے جذبے اور ذوق وشوق کے ساتھ نہیں ہوتی اور یہ کیفیت دیکھ کر ڈر سا لگنے لگتا ہے کہ کہیں ہمارا شمار منافقین میں تو نہیں ہوتا، کیونکہ قرآن پاک میں یہ کیفیت تو انہی کی بتلائی گئی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى﴾ (النساء : ١٤٢)

”یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔“

﴿وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَوٰةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾﴾ (النساء: ١٤٢)

”جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے، محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔“

بے دلی کے ساتھ عبادت کرنا اور بہت کم اللہ کا ذکر کرنا منافقین کی علامات میں سے ہیں:

ہم اگر ایمانداری سے اپنی ایمانی کیفیت کا جائزہ لیں، اپنے اپنے طرز عمل پر نظر ڈالیں اور اپنے گریبانوں میں جھانکیں تو ہماری حالت اس سے چنداں مختلف نظر نہیں آئے گی، ہماری دین سے دوری اور بے رغبتی اور ذوق وشوق کا فقدان واضح طور پر دکھائی دے گا جو کہ اک انتہائی خطرناک اور خوفناک صورت حال ہوگی، جو کہ حقیقت میں بھی کچھ ایسی ہی نظر آتی ہے، جسے دیکھ کر ایسے لگتا ہے جیسے دین کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق و واسطہ ہی نہیں ہے، حالانکہ دین کے ساتھ ربط و تعلق قائم رکھنا اور وابستہ رہنا ہماری ضرورت بھی ہے اور مطلوب بھی، اور دین کے ساتھ وابستہ رہنے کا مطلب کم از کم فرائض کی ادائیگی ہے، پابندی کے ساتھ، دین کے ساتھ وابستہ رہنے کا مطلب وہ نہیں جو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے کہ:

اگرچہ پورا مسلماں تو نہیں ہوں لیکن
اپنے دین سے رشتہ تو جوڑ سکتا ہوں
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کچھ نہ سہی
شبِ برات پٹاخہ تو چھوڑ سکتا ہوں

تو دین کے ساتھ وابستہ رہنے کا مطلب یقیناً وہ نہیں ہے، بلکہ دین کے ساتھ وابستہ رہنے کا مطلب کم از کم فرائض کی پابندی ہے، حالانکہ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے، اور ہمارے حق میں یقینی اور حتمی طور پر بہتر بات یہ ہے کہ ہم فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل میں گہری دلچسپی ظاہر کریں اور مقدور بھر نفلی عبادات بجا لانے کی کوشش کریں، تاکہ حقیقی کامیابی کے قریب تر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہوسکیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور دنیا وآخرت میں اس کی نوازشوں اور عنایتوں کے مستحق بن سکیں۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، مشہور حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ))

''سب سے زیادہ میرا کوئی بندہ جو مجھ سے قریب ہوتا ہے تو اس چیز کے ذریعے جو میں نے اس پر فرض کررکھی ہو۔''

((وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ))

''اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا چلا جاتا ہے، حتی کہ میں اسے اپنا محبوب اور پسندیدہ بنالیتا ہوں۔''

((فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ)) (بخاري : ٦٥٠٢)

''اور جب میں اسے اپنا محبوب اور پسندیدہ بنالیتا ہوں، تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں بن جاتا ہوں کہ جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اس کو ضرور عطا کروں، مجھ سے پناہ مانگے تو ضرور پناہ دوں۔''

یعنی پھر اس کے تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق استعمال ہوتے ہیں اور وہ مستجاب الدعاء بن جاتا ہے۔

تو نوافل کے ذریعہ انسان اپنے رب کے قریب سے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے، مگر نوافل پر توجہ دینے کی ضرورت واہمیت آدمی کو تب سمجھ آتی ہے جب اسے اللہ تعالیٰ کی محبت کی قدر وقیمت سمجھ میں آجائے، اس کی ضرورت واہمیت سمجھ میں آجائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہونا انسان کا سرمایۂ حیات ہے، حقیقی فوز وفلاح ہے، اور مطلوب ومقصود ہے۔قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی ضرورت واہمیت کوخوب واضح کر کے بیان کیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا یہ انداز ملاحظہ کیجئے، اللہ فرماتے ہیں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ ﴾ (المائدہ : ٥٤)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے، (تو پھر جائے) اللہ تعالیٰ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا اور جو اللہ سے محبت کرتے ہوں گے۔“

اور حدیث میں اللہ کی محبت مانگنے کی دعاء سکھائی گئی ہے:

((اللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ)) (ترمذي : ٣٤٩٠)

”اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور جو تم سے محبت کرتا ہے اس کی محبت کا بھی سوال کرتا ہوں اور ہر ایسے عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔“

اور اگر کسی کے دل میں دنیا کی محبت، اللہ اور اس کے رسول کی محبت پر غالب آجائے تو پھر ایسے شخص کے لیے شدید وعید بھی سنائی گئی ہے، فرمایا:

﴿ قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴾ (التوبہ : ٢٤)

”کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔''

تو اللہ کی محبت کی ضرورت و اہمیت سمجھ میں آ جائے تو پھر انسان اس کے حصول کے لیے تمام ذرائع اور وسائل بروئے کار لاتا ہے، اس کے لیے جدو جہد کرتا ہے، قوت و طاقت صرف کرتا ہے اور تمام صلاحیتیں کھپا دیتا ہے۔

ممکن ہے بہت سے لوگ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوں کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اک بہت بڑا دعویٰ ہے اور کسی سچے مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ ایسا دعویٰ کرے سوائے انبیاء علیہم السلام کے، کیونکہ ایک تو کوئی شخص علم غیب نہیں رکھتا کہ جس کی بناء پر وہ یہ دعویٰ کر سکے اور دوسرے یہ کہ خصوصی طور پر اس سے متعلق کوئی آیت اور حدیث نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

اور تیسرے یہ کہ ہر دعوے کی کوئی اک دلیل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے کی دلیل اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾ (آل عمران : ۳۱)

''کہہ دیجئے! کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔''

اسی طرح اللہ کے ہاں بھی محبت کا اک معیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کن کن لوگوں سے محبت کرتا ہے، اتباع رسول کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مزید کئی صفات کا ذکر فرمایا ہے۔

اور چوتھے یہ کہ اللہ سے محبت کرنے والوں کا انداز یہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر ہوتی ہے اور یہ اندیشہ انہیں کھائے جا رہا ہوتا ہے کہ کہیں وہ منافق تو نہیں ہیں۔

اندازہ کیجئے کہ صحابہ کرام کہ جن کی جان نثاری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اطاعت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وفرمانبرداری پر کسی مسلمان کو ہرگز کوئی شک نہیں ہو سکتا، جن کا اتباعِ سنت کا اک انوکھا اور نرالہ انداز یہ تھا کہ آپ ﷺ نے دورانِ سفر اگر کسی جگہ قضائے حاجت کے لیے کہیں قیام فرمایا ہوتا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے سفر کے دوران عین اسی جگہ پر بغیر حاجت کے، قضائے حاجت کے انداز سے بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کا حال یہ تھا کہ وہ اس بات سے ڈرتے کہ کہیں وہ منافق تو نہیں ہو گئے۔

اک مشہور تابعی ابن ابی مُلَیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

"أَدْرَكْتُ ثَلَاثِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ." (بخاري، كتاب الايمان باب خوف المؤمن من ان يحبط عمله وهو لا يشعر)

"مجھے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے اور وہ تمام کے تمام اپنے بارے میں نفاق کا ڈر اور خوف رکھتے تھے۔"

جب ان پاکباز ہستیوں کا یہ حال تھا تو پھر ہماری کیا حیثیت ہے اور ہمارے پلّے کیا ہے کہ ہم یہ دعویٰ کر سکیں یا فخر کر سکیں کہ ہم اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ ہم سے محبت کرتا ہے۔

البتہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے سے محبت کرنے اور اس سے خوش ہونے کی علامت اور دلیل کے طور پر کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے خوب مال و دولت سے اور دیگر نعمتوں سے نواز رکھا ہے، اس لیے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہے اور اس سے محبت کرتا ہے، حالانکہ مال و دولت کی فراوانی اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوشنودی کی علامت اور معیار ہرگز نہیں ہے۔ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ))

"اللہ تعالیٰ جن سے محبت کرتا ہے، ان کو بھی دنیا دیتا ہے اور جن سے محبت نہیں رکھتا ان کو بھی دیتا ہے۔"

((وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ)) (مسند احمد: ٣٤٩٠،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السلسلة الصحيحة : ٢٧١٤)

''مگر دین صرف اس کو دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔''

اسی طرح صحت مند وتوانا جسم بھی اللہ کی محبت کی علامت نہیں ہے، حدیث میں ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ .)) (بخاري : ٤٧٢٩)

''قیامت کے دن بھاری بھرکم اور موٹا تازہ شخص آئے گا، مگر اللہ کے ہاں اس کی حیثیت اک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگی۔''

اس کے برعکس اگر کسی کو اللہ کے ہاں اک مقام ومرتبہ حاصل ہو تو اس کا نحیف وناتواں ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ کرام کی جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کمزور اور باریک پنڈلیوں پر نظر پڑی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑے، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

((مِمَّ تَضْحَكُوْنَ؟))

''کس بات پر ہنستے ہو؟''

((قَالُوْا: مِنْ دِقَّةِ سَاقَيْهِ))

''تو انہوں نے عرض کیا کہ اس کی باریک پنڈلیوں کی وجہ سے۔''

((فَقَالَ:))

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُمَا أَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ أُحُدٍ .))

(مسند احمد : ٣٩٩١)

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ پنڈلیاں ترازو میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو بات اصل میں یہاں سے چلی تھی کہ قرآن وحدیث میں عشرۂ ذی الحجہ کی بہت زیادہ فضیلت اور ترغیب وتاکید کے باوجود دلوں میں ان سے مستفید ہونے کا شوق اور جذبہ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟

اس کا جائزہ لینے کے لیے اور اس کے اسباب معلوم کرنے کے لیے یوں تو اک لمبی نشست درکار ہے، مگر خلاصہ اس کا چند باتوں میں بیان کیا جا سکتا ہے، نیکی کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں، جن کے سرفہرست انسان کا اپنا آپ، نفس انسانی اور دوسرے نمبر پر شیطان، اور تیسرے نمبر پر گھر کا اور معاشرے کا ماحول، ان میں ترتیب ضروری نہیں ہے، کیونکہ کسی ایک کے لیے کوئی ایک ترتیب ہو سکتی ہے اور کسی دوسرے کے لیے کوئی دسری۔

یہ چیزیں کس طرح نیکی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں اور ان سے بچنے کا طریقہ کیا ہے، یہ ایک الگ مستقل موضوع ہے، مگر اس کا جو سب سے خطرناک پہلو ہے وہ یہ ہے کہ اس بات کا احساس ہی ختم ہو جانا کہ ان چیزوں کا انسان کی بے راہ روی میں کوئی عمل دخل بھی ہے، جبکہ یہ عدمِ احساس اور بے حسی ہی دراصل تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

انسان کی بے راہ روی کے ان تین بنیادی اسباب میں سے گھروں کے ماحول کا اگر جائزہ لینا چاہیں، تو سب سے پہلے اسی حقیقت کا سامنا کرنا پڑے گا کہ گھروں کے ماحول کے خراب ہونے کا احساس ہی ختم ہو چکا ہے، کیا ہم میں سے کوئی شخص یہ جاننے کے لیے تیار ہوگا کہ اس کے گھر کا ماحول خراب ہے؟ بالکل نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر خطرے کی بات یہ ہوگی کہ اگر بتلایا جائے کہ گھروں کا ماحول خراب ہے تو یقیناً بہت سے لوگ چیں بجبیں ہوں گے، یعنی ماتھے پر شکن ڈالتے ہوئے نظر آئیں گے۔

تو آیئے وہ کڑوی حقیقت معلوم کرتے ہیں کہ جس کے سبب گھروں کا ماحول خراب ہوتا ہے اور وہ متعدد اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کے گھر میں ٹی وی ہے اس گھر کے ماحول کو کم از کم خالص دینی ماحول نہیں کہہ سکتے، باقی آپ اس کو جو بھی نام دینا چاہیں آپ کی مرضی ہے، حقیقت میں ٹی وی والے گھر کا ماحول خراب ہی ہے، البتہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی خرابی کے لیول کا تعین نہیں کرسکتا، لیکن اگر کوئی سمجھتا ہے کہ اس کے گھر کا ماحول خراب نہیں ہے تو یہ محض اس کی خوش فہمی ہے۔

گھر کا ماحول صاف کرنے کے لیے سب سے پہلے اس گھر سے شیطان کو بھگانا ہوگا۔

مثلاً: حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهٖ وَعِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَآءَ))

''جب کوئی آدمی اپنی گھر میں داخل ہو اور وہ داخل ہوتے وقت اور کھانا کھانے کے وقت کا ذکر کر لے، بسم اللہ پڑھ لے تو شیطان دوسرے شیطانوں سے کہتا ہے کہ آج تو یہاں نہ رات رہنے کا ٹھکانا ہے اور نہ کھانا کھانے کا انتظام۔''

((وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ))

''اور وہ گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے کہ رات گزارنے کی جگہ تو مل گئی۔''

((وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَآءَ))

(مسلم : ٥٢٦٢)

''اور اگر کھانے کے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے، یعنی بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان کہتا ہے کہ آج رات گزارنے کی جگہ بھی مل گئی اور کھانے کا انتظام بھی ہوگیا۔''

اب یقیناً بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ گھر میں داخل ہوتے وقت بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت بھی، مگر شیطان پھر بھی گھر سے نہیں جاتا، اس کی وجہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ شیطانوں کا متقی اور مخلط کے ساتھ مختلف معاملہ ہوتا ہے، متقی تو آپ جانتے ہیں کہ نیکوکار اور پرہیزگار شخص کو کہتے ہیں اور مخلط کا مطلب ہے ملے جلے عملوں والا، یعنی نیکیاں بھی کرتا ہے اور گناہ بھی کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک متقی کے ساتھ اس کا معاملہ کچھ یوں ہوتا ہے جیسے: کسی آدمی کے پاس کھانا ہو اور کتا پاس سے گزرے اور وہ آدمی کتے سے کہے دفعہ ہو جا، تو وہ چلا جاتا ہے۔

اور دوسرا شخص مخلط ہے اور اس کا معاملہ یوں ہے کہ اس کے پاس کھانا بھی ہے اور گوشت بھی، کتا اس کے پاس آتا ہے، وہ کتے کو دفعہ کرتا ہے، کتا تھوڑا پیچھے ہٹتا ہے اور پھر آجاتا ہے، کیونکہ اس کی نظر گوشت پر ہے۔

تو متقی شخص کے صرف اعوذ باللہ پڑھنے سے شیطان دور چلا جاتا ہے، لیکن مخلط کے اعوذ باللہ پڑھنے سے شیطان چلا تو جاتا ہے، مگر لوٹ کر پھر آجاتا ہے، کیونکہ اس کی پسندیدہ چیز بدستور وہاں موجود ہے اور جب تک وہ وہاں موجود رہے گی وہ آتا رہے گا۔

اسی طرح ہم میں سے وہ شخص جس کے گھر میں ٹی وی ہے وہ اگرچہ گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا بھی ہو، مگر شیطان پھر بھی آجائے گا، کیونکہ اس کی تفریح کا سامان وہاں موجود ہے، اور جب وہ گھر میں آئے گا تو سونے کے لیے تو نہیں آئے گا، وہ جہاں جاتا ہے تباہی مچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ عید الاضحیٰ

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، لا الٰہ اللّٰہ واللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد.

اللّٰہ اکبر کبیرا، والحمد للّٰہ کثیرا، وسبحان اللّٰہ بکرة واصیلا.

ان الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ، ونعوذباللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یهدہ اللّٰہ فلا مضل له، ومن یُضلل فلا هادی له، واشهدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك له، واشهدان محمداً عبدہ ورسوله.

اما بعد! فان خیر الحدیث کتاب اللّٰہ، وخیر الهدیِ هدی محمد ﷺ وشر الأمور محدثاتها، وکلَّ محدثة بدعة، وکلَّ بدعة ضلالةٌ وکلَّ ضلالةٍ فی النار.

اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم.

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں نعمت اسلام سے نوازا، دینِ اسلام یقیناً ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت کی شان وعظمت کا اندازہ لگایئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اس نعمت کو بطور احسان ذکر فرمایا ہے، فرمایا:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا۔''

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

(البقرہ: ۱۳۲)

''اللہ نے تمہارے لیے دین کو، دین اسلام کو پسند فرمایا، لہٰذا مرتے دم تک تم مسلمان ہی رہنا۔''

تو دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور عطا کردہ دین ہے اور دین کا مطلب ہے، نظام زندگی، وہ آئین، قانون اور نظام کہ جس کے مطابق انسان اپنی دنیا کی یہ زندگی گزارتا ہے۔

دینِ اسلام کے نعمتِ عظمیٰ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، یہ ایک ایسا دین ہے، جو فطرت کے عین مطابق ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے اور ہر دور کے لیے یکساں طور پر قابل عمل ہے۔

اور دین اسلام ہی میں یہ خوبی اور صلاحیت ہے کہ وہ تمام طبقات انسانی کو ایک ہی صف میں کھڑا کرسکتا ہے اور بھائی بھائی بنا سکتا ہے۔

دینِ اسلامی سراسر رحمت ہے، حتیٰ کہ جانوروں کے لیے بھی رحمت ہے اسلام جانوروں کے ساتھ رحمت، شفقت اور نرمی کے ساتھ پیش آنے کا بھی سبق دیتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ:

((مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ .))

''آپ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی کمر اس کے پیٹ کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔''

یعنی شدید بھوکا اور پیاسا نظر آرہا تھا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فقال: تو فرمایا:

((اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ .))

فرمایا: ''ان گونگے جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔''

((فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً ، وَاتْرُكُوْهَا صَالِحَةً .))

(سنن ابی داود: ۲۵۴۸)

''جب تک سواری کے قابل رہیں سواری کرو اور ان کو چھوڑو کہ سواری کے قابل رہیں۔''

یعنی جب تک اُن میں ہمت اور قوت و طاقت ہوتو سواری کرتے رہو اور جب تھک جائیں تو چھوڑ دو تاکہ آئندہ بھی سواری کے قابل رہیں۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے، فرمایا:

((إِرْكَبُوْا هٰذِهِ الدَّوَّابَّ سَالِمَةً ، وَايْتَدِعُوْهَا سَالِمَةً ، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا كَرَاسِيَّ .)) (مسند احمد: ۱۵۶۳۹)

''ان جانوروں پر سواری کرو جب تک یہ صحیح سالم ہوں اور انہیں چھوڑ دو کہ صحیح سالم رہیں اور انہیں کرسیاں نہ بناؤ۔''

یعنی باتیں کرتے وقت کرسیوں کی طرح ان پر بیٹھے نہ رہیں بلکہ ان سے اتر جائیں، اللہ نے انہیں تمہارے سفر کے لیے اور سامان اٹھانے کے لیے مسخر کر رکھا ہے، کرسیوں کی طرح استعمال نہ کریں اور اسی طرح اس ضمن میں دیگر متعدد احادیث ہیں۔

تو اسلام صرف انسانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ جانوروں کے لیے بھی رحمت ہے۔ دین اسلام کے نعمت عظمیٰ ہونے کے حوالے سے قرآن وحدیث میں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسلام کے ایک عظیم نعمت ہونے کا احساس اور اقرار واعتراف دشمنان اسلام کو بھی ہے، جو زبان سے اگرچہ نہ بھی کرتے ہوں مگر اُن کے عمل سے ان کا واضح ثبوت ملتا ہے، اسلام کی مخالفت اور مخالفت برائے مخالفت اس کی واضح دلیل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم دیکھتے ہیں کہ تمام ادیان عالم اسلام کی مخالفت میں متفق و متحد ہیں اور وہ بھی بغیر کسی سبب کے، وہ آپس میں مذہبی رواداری اور آزادئ مذہب کے قائل اور متفق، مگر اسلام کے خلاف صرف مخالفت کی حد تک ہی نہیں رہے بلکہ مذہبی آزادی پر قدغن لگانا، پابندیاں لگانا، ان کے خلاف نئے نئے قوانین بنانا، ان پر حملے کرنا اور حکومتی سطح پر پراپیگنڈہ کرنا ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے، اور صرف اور صرف حسد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یوں تو تمام مذاہب والے ہی اسلام سے حسد کرتے ہیں مگر اسلام سے حسد کرنے میں سرفہرست یہود ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْیَهُوْدَ قَوْمٌ حُسَّدٌ .)) ''یہودی لوگ بہت ہی حاسد ہیں۔''

((وَهُمْ لَا یَحْسُدُوْنَا عَلٰی شَیْءٍ کَمَا یَحْسُدُوْنَا عَلَی السَّلَامِ وَعَلٰی آمِیْنَ .)) (السلسلة الصحيحة : ٦٩١ ، ابن خزيمة : ٥٥١)

''وہ ہم سے کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا سلام پر اور آمین پر حسد کرتے ہیں۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

((وَهُمْ قَوْمٌ حُسَّدٌ .)) ''وہ بہت حسد کرنے والی قوم ہے۔''

((وَلَمْ یَحْسُدُوا الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی اَفْضَلَ مِنْ ثَلَاثٍ .))

''وہ مسلمانوں سے تین چیزوں سے زیادہ کسی چیز پر حسد نہیں کرتے۔''

((رَدِّ السَّلَامِ .))

سلام کا جواب دینے پر۔

((وَإِقَامَةِ الصُّفُوْفِ .))

''نماز میں صفیں سیدھی کرنے پر۔''

((وَقَوْلِهِمْ خَلْفَ اِمَامِهِمْ فِی الْمَکْتُوْبَةِ آمِیْنَ .)) (مجمع الزوائد : ٢/ ١١٥)

''اوران کے فرض نمازوں میں اپنے امام کے پیچھے آمین کہنے پر۔''

تو دین اسلام ہر لحاظ سے ایک کامل اور مکمل دین ہے، اس کی بہت سی خصوصیات اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امتیازات ہیں، جو کسی اور دین و مذہب میں نہیں ہیں اور اسلام کی اس فضیلت کو اور حسن وخوبی کو اغیار خوب پہچانتے اور سمجھتے ہیں، بلکہ حسد کرتے ہیں اور یہ کتنی تعجب اور ستم ظریفی کی بات ہے کہ دنیا ہم سے اس بات پر حسد کرے کہ ہم دین اسلام کے ماننے والے ہیں، مگر ہمیں اسلام کی قدر ہی نہ ہو، حالانکہ ہم سے مطلوب یہ ہے کہ ہم اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

﴿ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

''اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس ہدایت سے اُس نے تمہیں سرفراز کیا ہے اُس پر اللہ کی کبریائی بیان کرو اور شکر بجالاؤ۔''

بالخصوص ان دوخوشی کے تہواروں پر (عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ) کے موقعوں پر اللہ کی کبریائی بیان کرنے اور اس کا ذکر کرنے کا حکم ہے۔

﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾ (البقرہ: ۲۰۳)

''ان گنتی کے چند دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔''

اور ایسے ہی ایام التشریق کے بارے میں بھی فرمایا:

((اِنَّهَا اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرٍ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ .))

''عیدالاضحیٰ کے بعد کے تین دن جوکہ ایام التشریق کہلاتے ہیں یہ بھی کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔''

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس نعمت اور ہدایت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں، اس کی کبریائی بیان کریں اور کثرت سے اس کا ذکر کریں، تسبیح وتحمید وتکبیر وتہلیل بیان کریں۔

اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر ، وللّٰہ الحمد ، اللّٰہ اکبر کبیرا ، والحمد للّٰہ کثیرا وسبحان اللّٰہ بکرۃ واصیلا .

اقول قولی ھذا واستغفر اللّٰہ العظیم لی ولکم ولسائر المسلمین من کل ذنب انہ ھو الغفور الرحیم .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمت کا انسان کی زندگی پر اثر

﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ﴾

(البقرة : ٢٦٩)

عید سے پہلے حکمت کا موضوع چل رہا تھا، حکمت کی تعریف اور اس کی ضرورت واہمیت ہم پہلے جان چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خیرِ کثیر قرار دیا ہے اور مشاہدات کی روشنی میں ہم سب جانتے ہیں کہ حکمت کی ضرورت زندگی کے ہر موڑ پر، ہر معاملے اور ہر شعبے میں پڑتی ہے، لہٰذا حکمت کے بارے میں کچھ مزید جاننے کی ضرورت ہے۔

حکمت، دور اندیشی، معاملہ فہمی اور بصیرت انسان کی اک نہایت ہی خوبصورت صفت اور خوبی ہے اور اس کا سرمایۂ حیات ہے، اک بہت بڑی دولت اور نعمت ہے، مگر بدقسمتی سے جس قدر یہ بڑی انسان کی خوبی اور صفت ہے اور جس قدر معاشرے میں اس کی اشد ضرورت ہے، اسی قدر انسان اس سے محروم و نا آشنا ہے اور ناقدرا ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے، آپ نے گذشتہ خطبات میں بھی سن رکھا ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی عنایت ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جسے عطا کر دیتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا انعام اور احسان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے حکمت کی صورت میں خیرِ کثیر عطا فرما دیتا ہے۔

حکمت انسان کو دو طرح سے حاصل ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے کسی انسان کی فطرت اور جبلت میں ودیعت کر دے اور دوسرے یہ کہ انسان اسے اپنی محنت و کوشش سے حاصل کرے۔

جو حکمت یا کوئی بھی خوبی اور صفت جو انسان کی فطرت اور اس کے خمیر میں ہوتی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کے نفس میں ثابت اور ٹھوس ہوتی ہے، اس کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہوتی ہے، وہ مشکل سے مشکل وقت میں بھی انسان سے الگ نہیں ہوتی، مگر جو حکمت یا کوئی اور صفت جو انسان نے اپنی محنت سے حاصل کی ہوتی ہے وہ بسا اوقات کٹھن مواقع پر ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور انسان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے، تاہم بہرصورت اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا ڈھیروں شکر ادا کرنا چاہیے۔ حدیث میں ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((قَالَ : كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أَتَتْكُمْ وُفُوْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ ، وَمَا نَرَى أَحَدًا .))

”فرماتے ہیں، ایک بار ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عبد القیس کے وفد تمہارے پاس آئے ہیں، جبکہ ہم کسی کو دیکھ نہیں رہے تھے۔“

((فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ جَاءُ وْا))

”ابھی ہم اسی حالت میں تھے کہ وہ آ پہنچے۔“

((فَنَزَلُوْا فَأَتَوا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ))

”وہ اپنی سواریوں سے اترے اور سیدھے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔“

((وَبَقِيَ الْأَشَجُّ الْعَصَرِيُّ))

”جبکہ الاشج العصری ان کی قوم کا سردار پیچھے رہ گیا۔“

((فَجَاءَ بَعْدُ))

”وہ بعد میں آیا۔“

((فَنَزَلَ مَنْزِلًا فَأَنَاخَ رَاحِلَتَهُ وَوَضَعَ ثِيَابَهُ جَانِبًا ثُمَّ جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))

”وہ آیا اور اپنی رہائش گاہ پر پہنچا، اونٹنی بٹھائی، کپڑے بدلے اور آپ ﷺ کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں حاضر ہو گیا۔"

((فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا أَشَجُّ إِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: اَلْحِلْمَ وَالتُّوءَ دَةَ))

"تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: اے اشج تم میں دو ایسی صفتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ (۱) حلم وبردباری اور (۲) ٹھہراؤ۔"

((قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَشَيْءٌ جُبِلْتُ عَلَيْهِ، أَمْ شَيْءٌ حَدَثَ لِي؟))

"تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ صفات اور یہ عادتیں میری فطرت اور جبلت میں ڈالی گئی ہیں، یا علم و تجربے سے حاصل ہوئی ہیں؟"

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَلْ شَيْءٌ جُبِلْتَ عَلَيْهِ))

(ابن ماجة، كتاب الزهد، باب الحلم: ٤٢٢١ـ ضعيف)

"تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ تمہاری جبلت میں ودیعت کی گئی ہیں۔"

اور ایک حدیث میں ہے، انہوں نے کہا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَبَلَنِيْ عَلَى مَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ))

(الأدب المفرد: ٦٠٥)

"تو انہوں نے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے میری ایسی جبلت بنائی جسے اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں۔"

تو اصل میں حکمت تو وہی ہے، جو وہبی اور عطائی ہو، جو انسان کی فطرت میں ہو، جسے خداداد صلاحیت کہتے ہیں، اگرچہ انسان کچھ حد تک اہلِ علم وحکمت کی صحبت میں بیٹھ کر بھی حاصل کر سکتا۔

حکمت حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات کے لیے لازمی ہے کہ وہ حکمت کے ارکان کو سامنے رکھیں کہ جن کے بغیر حکمت حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ ہیں: علم، حلم وبردباری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ٹھہراؤ، اور ان چیزوں کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیے لازمی ہے کہ وان کی اضداد کو بھی پہچانیں، اور وہ ہیں: جہالت، غصہ اور جلد بازی، یعنی علم کی ضد ہے جہالت، حلم و بردباری کی ضد ہے: غصہ اور ٹھہراؤ کی ضد ہے: جلد بازی۔

یعنی اگر کوئی محنت و کوشش سے حکمت حاصل کرنا چاہے تو اسے قرآن وحدیث کا علم کثیر حاصل کرنا ہوگا اور جہالت سے جان چھڑانا ہوگی، اسی طرح حلم و بردباری اختیار کرنا ہوگی اور غصے کو نکال پھینکنا ہوگا، اسے اپنی طبیعت میں ٹھہراؤ پیدا کرنا ہوگا، سہج اور آہستگی سے کام انجام دینے کی عادت ڈالنا ہوگی اور جلد بازی کو دفع کرنا ہوگا کہ جاہل، غضب ناک اور جلد باز ہرگز ہرگز حکمت حاصل نہیں کرسکتا۔

حکمت کی حقیقت کو مزید وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیے اس کے چند عملی نمونے ملاحظہ کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ حکیم ہے، اپنے افعال میں حکیم ہے، تخلیق اور تدبیر میں حکیم ہے، اس کی ہر بات سراسر حکمت ہے، قرآن پاک پڑھیں، کائنات پر غور وفکر کرکے دیکھیں، آپ کو ہر طرف حکمت ہی حکمت نظر آئے گی۔ آپ ﷺ کے اقوال و افعال بھی سراسر حکمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی گواہی دی ہے۔

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۞ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۞ ﴾ (النجم : ٣-٤)

”وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔“

تو آپ ﷺ کے حکیمانہ طرز عمل اور فیصلوں کی چند جھلکیاں دیکھتے ہیں:

خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کے وقت حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھتے وقت قریش میں تنازعہ کھڑا ہوا کہ یہ شرف اور سعادت کس کو حاصل ہو۔

قریش مکہ نے خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کا ارادہ کیا اور سبب اس کا یہ تھا کہ ایک تو کعبہ کی دیوار انسانی قد سے تھوڑی ہی اونچی تھی اور اس پر چھت بھی نہیں تھی، اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ چوروں نے اس کے اندر رکھا ہوا خزانہ بھی چرالیا تھا اور پھر اس کی تعمیر پر ایک زمانہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بھی گزر چکا تھا، عمارت خستگی کا شکار ہو چکی تھی اور اسی سال ایک زور دار سیلاب بھی آیا تھا، جس کی وجہ سے خانہ کعبہ کی دیواروں کے گرنے کا خطرہ بھی تھا، چنانچہ انہوں نے از سر نو تعمیر کعبہ کا فیصلہ کیا، نئی تعمیر کے لیے ضروری تھا کہ پرانی عمارت کو ڈھایا جائے، مگر کسی کو بیت اللہ کی دیواریں گرانے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی، بالآخر ولید بن مغیرہ مخزومی نے ابتدا کی، جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں آئی تو پھر باقی سب لوگ بھی اس میں شریک ہو گئے۔

قواعد ابراہیم تک پہنچ کر تعمیر کا آغاز کیا، جب عمارت حجر اسود کی جگہ بلند ہو چکی تو جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا کہ حجر اسود اس کی جگہ پر کون رکھے گا، تقریباً چار پانچ روز تک یہ اختلافات جاری رہا اور خطرہ تھا کہ بہت بڑا خون خرابہ ہو جائے گا۔

بالآخر ابو امیہ مخزومی نے یہ کہہ کر فیصلے کا ایک راستہ نکالا کہ مسجد الحرام کے دروازے سے جو شخص پہلے داخل ہو اسے اپنے جھگڑے کا حکم مان لیں۔ لوگوں نے تجویز منظور کر لی۔

اللہ کی مشیت کہ سب سے پہلے آپ ﷺ داخل ہوئے اور آپ ﷺ کو دیکھ کر تو سب لوگ بے ساختہ پکار اٹھے۔

((هٰذَا الْأَمِيْنُ، رَضِيْنَاهُ، هٰذَا مُحَمَّدٌ ﷺ .))

(الرحیق المختوم، ص: ١٦)

''یہ امین ہیں، ہم ان پر راضی ہیں، یہ محمد ہیں ﷺ۔''

اور پھر آپ ﷺ نے جو فیصلہ فرمایا، وہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے ایک چادر طلب کی، اس پر حجر اسود رکھا اور جو قبائل حجر اسود کے رکھنے پر آپس میں جھگڑ رہے تھے، ان کے سرداروں سے فرمایا کہ آپ سب حضرات چادر کا کنارہ پکڑ کر اوپر اٹھائیں۔ جب چادر حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئی، تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا اور یہ نہایت ہی حکیمانہ فیصلہ تھا، اس پر تمام قبائل راضی ہو گئے۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایسے بہت سے مواقع آئے کہ جہاں کوئی ٹھنڈے سے ٹھنڈے مزاج کا آدمی بھی فوراً بھڑک اٹھے اور انتقام یا سزا سے کم پر راضی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو، مگر آپ ﷺ کا تحمل، بردباری اور حکمت وہاں بھی غالب رہی۔

ان میں سے ایک واقعہ فتح مکہ کا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے قریش مکہ نے کس طرح آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کو تکلیفیں پہنچائیں کہ وہ واقعات سن کر آدمی کے رونگھٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، ایسے لوگوں پر جب کسی مخالف کو غلبہ حاصل ہوجائے تو اس کی سوچ کیا ہوسکتی ہے۔ اندازہ کریں جب ایک صحابی رسول ﷺ کا خون انتقام کے لیے یوں جوش مار رہا ہو کہ:

((اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ)) (بخاري : ٤٢٨٠)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آج تو قتل عام کا دن ہے آج بدلے اور انتقام کا دن ہے۔

مگر اس کے برعکس آپ ﷺ نے نہایت رحم دلی کا معاملہ فرمایا، قریش مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ! مَا تَرَوْنَ أَنِّيْ فَاعِلٌ بِکُمْ؟))

''اے قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے جارہا ہوں؟''

((قَالُوْا خَیْرًا، أَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ أَخٍ کَرِیْمٍ.))

''تو انہوں نے کہا: اچھا، آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنِّي أَقُوْلُ لَکُمْ کَمَا قَالَ یُوْسُفُ لِإِخْوَتِهِ: ﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ﴾ إِذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ.)) (الرحیق المختوم، ص : ٣٧٢)

''تو میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ: ﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ﴾ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جاؤتم آزاد ہو۔‘‘

ایسے بہت سے واقعات میں سے ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے، حدیث میں ہے کہ:

((إِنَّ فَتًى شَابًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِئذَنْ لِيْ بِالزِّنَا .))

’’ایک نوجوان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دیجئے‘‘

((فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ فَزَجَرُوْهُ، وَقَالُوْا مَهْ مَهْ))

’’لوگوں نے اس کو ڈانٹا اور کہا: خاموش ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ!‘‘

((فَقَالَ: اُدْنُهْ ، فَدَنَا مِنْهُ قَرِيْبًا))

’’آپ ﷺ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ، چنانچہ وہ آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔‘‘

((قَالَ: فَجَلَسَ))

’’پس وہ قریب ہو کر بیٹھ گیا۔‘‘

((قَالَ: أَتُحِبُّهُ لِأُمِّكَ .))

’’تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تو اپنی ماں کے لیے یہ پسند کرتا ہے؟‘‘

((قَالَ لَا وَاللّٰهِ ، جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَكَ))

’’کہنے لگا: اللہ کی قسم! بالکل نہیں۔ اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔‘‘

((قَالَ: وَلَا النَّاسُ يُحِبُّوْنَهُ لِأُمَّهَاتِهِمْ))

’’فرمایا: ایسے ہی لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔‘‘

((قَالَ: أَفَتُحِبُّهُ لِابْنَتِكَ؟))

’’فرمایا: تو کیا تو اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے؟‘‘

((قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَكَ))

’’کہنے لگا: اللہ کی قسم بالکل نہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ، اللہ مجھے آپ پر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قربان کرے۔“

((قَالَ: وَلَا النَّاسُ يُحِبُّوْنَهُ لِبَنَاتِهِمْ))

”فرمایا: ایسے ہی لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔“

((قَالَ: أَفَتُحِبُّهُ لِأُخْتِكَ؟))

”فرمایا: کیا تو اپنی بہن کے لیے یہ پسند کرتا ہے؟“

((قَالَ لَا وَاللّٰهِ، جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاءَ كَ))

”کہا: اللہ کی قسم، بالکل نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔“

فرمایا: ایسے ہی لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے یہ پسند نہیں کرتے۔

((قَالَ: أَفَتُحِبُّهُ لِعَمَّتِكَ؟))

”فرمایا: کیا تو اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتا ہے؟“

((قَالَ لَا وَاللّٰهِ، جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاءَ كَ))

”کہا: اللہ کی قسم، بالکل نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔“

((قَالَ : وَلَا النَّاسُ يُحِبُّوْنَهُ لِعَمَّاتِهِمْ))

”فرمایا: ایسے ہی لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔“

((قَالَ: أَفَتُحِبُّهُ لِخَالَتِكَ؟))

”فرمایا: کیا تو اپنی خالہ کے لیے یہ پسند کرتا ہے؟“

((قَالَ لَا وَاللّٰهِ، جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاءَ كَ))

”کہا: اللہ کی قسم، بالکل نہیں۔ اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔“

((قَالَ: وَلَا النَّاسُ يُحِبُّوْنَهُ لِخَالَاتِهِمْ))

”فرمایا: ایسے ہی لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔“

((قَالَ: فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ، وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ))

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''پھر آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھا اور اس کے لیے دعاء فرمائی: اے اللہ! اس کا گناہ معاف فرما دے اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔''

((فَلَمْ يَكُنْ بَعدُ ، ذٰلِكَ الْفَتٰی يَلْتَفِتُ اِلٰی شَیْءٍ))

(مسند احمد : ٢٢٢١١)

''راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد، اس نوجوان نے پھر کبھی ادھر ادھر نہیں جھانکا۔''

اس حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، مگر اس وقت یہ حدیث بیان کرنے کا مقصد آپ ﷺ کے حکیمانہ طرز عمل کا ذکر کرنا ہے۔

آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا تو ہر گوشہ حکیمانہ طرز عمل سے بھرپور ہے، مگر صالحین رحمہم اللہ نے جو ان حکیمانہ اقوال وافعال اور طرز زندگی کو اپنایا اور اپنی زندگی کا حصہ بنایا تو تاریخ نے اسے بھی ہمارے لیے محفوظ کر رکھا ہے، اس میں سے چند واقعات کا ذکر سنتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:

''بَيْنَمَا الرَّشِيْدُ هَارُوْنُ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ إِذْ عَرَضَ لَهُ رَجُلٌ . ''

''ایک بار خلیفہ ہارون رشید بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص ان سے مخاطب ہوا۔''

''فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أُكَلِّمَكَ بِكَلَامٍ فِيْهِ غِلْظٌ ، فَاحْتَمِلْهُ لِي .))

''اور کہا: اے امیر المؤمنین! میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں، بات ذرا سخت ہے، برداشت کیجئے گا۔''

''فَقَالَ: لَا ، وَلَا نِعْمَةُ عَيْنٍ ، وَلَا كَرَامَةٌ . ''

''کہا، بالکل نہیں، میں ہرگز برداشت نہیں کروں گا اور نہ ہی کوئی عزت و احترام دوں گا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

"قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ إِلَى مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنِّي فَأَمَرَهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا)) (المجالسة وجواهر العلم : ٩٩٣)

"اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا جو تم سے بہتر تھے، ایک ایسے شخص کی طرف جو مجھ سے زیادہ بُرا تھا اور حکم دیا کہ:

﴿فَقُولَا لَهُۥ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ۝﴾ (طٰہٰ : ٤٤)

"موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا: اس کے پاس جاؤ اور اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے، یا ڈر جائے۔"

یعنی نہ تم موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے اچھے ہو اور نہ میں فرعون سے زیادہ بُرا ہوں۔ اس لیے بات نرمی اور حکمت کے ساتھ ہونی چاہیے۔

اور آج کی اس گفتگو کی آخری حکمت بھری بات ملاحظہ فرمائیں:

حدیث میں ہے، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْتَ فَاطِمَةَ ، فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ: أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ .))

"ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہیں پایا تو فرمایا: تمہارے چچیرے کہاں گئے؟"

((فَقَالَتْ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي ، فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي .))

"تو انہوں نے کہا: میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوگئی تھی، وہ مجھ پر غصہ ہوکر باہر چلے گئے اور میرے یہاں قیلولہ نہیں کیا۔"

((فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِإِنْسَانٍ انْظُرْ أَيْنَ هُوَ .))

"تو آپ ﷺ نے ایک شخص سے کہا کہ دیکھو وہ کہاں ہیں!"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ))

''وہ صحابی واپس آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ تو مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔''

((فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاءُهُ عَنْ شِقِّهِ فَأَصَابَهُ تُرَابٌ .))

''آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اور چادر آپ کے پہلو سے گر گئی تھی اور گرد آلود ہوگئی تھی۔''

((فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَهُوَ يَقُولُ قُمْ أَبَا تُرَابٍ قُمْ أَبَا تُرَابٍ .)) (بخاري : ٦٢٨٠)

''آپ ﷺ اس سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے: ابوتراب (مٹی والے) اٹھو ابوتراب! اٹھو ابوتراب!''

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گھریلو اختلافات کو کیسے سلجھایا جا سکتا ہے؟

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾﴾ (الروم: ۲۱)

گھریلو اختلافات کا ذکر ہو رہا تھا، گھریلو اختلافات انسان کی فطری کمزوریوں کا نتیجہ ہوتے ہیں، جن سے کوئی گھر مستثنیٰ نہیں ہے، طبیعتوں اور مزاجوں اور دیگر بہت سی صفات کے فطری اختلاف کی وجہ سے انسان کی معاشرتی زندگی میں اختلافات رونما ہوتے ہیں۔

لوگ اپنے عادات واطوار اور اخلاق وصفات میں ایک دوسرے سے کتنے مختلف ہوتے ہیں، ہم میں سے ہر ایک شخص کو اس کا بخوبی اندازہ ہوگا، کیونکہ ہم اپنے اپنے گھروں میں اور اپنے قرب وجوار میں اس کا خوب مشاہدہ کرتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ باپ کا بیٹے سے مزاج نہیں ملتا، بیٹی کا ماں سے مزاج نہیں ملتا اور بھائی کا بہن سے مزاج نہیں ملتا، کیونکہ یہ اختلاف الطبائع انسان کی فطرت میں ہے، وہ فطرتاً ایک دوسرے سے مختلف پیدا کئے گئے ہیں۔

اور یہ بھی ایک فطری بات ہے کہ جس سے آدمی کا مزاج ملتا ہو وہ اسی کے ساتھ قربتیں بڑھاتا ہے اور عامی اصطلاح میں اسے قارورہ ملنا کہتے ہیں، یعنی آپس میں ایک دوسرے کے مزاج میں موافقت اور مطابقت ہونا، چنانچہ اس حقیقت کو ہر قوم کے ہاں تسلیم کیا جاتا ہے اور شعر وادب میں اس کا اظہار کیا جاتا ہے، جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

کبوتر با کبوتر باز با باز
کند ہم جنس باہم جنس پرواز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے، مزاجوں کی مطابقت اور عدم مطابقت کے حوالے سے حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا إِئْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ)) (صحيح مسلم : ٢٦٣٨)

''روحیں مجتمع لشکر ہیں، تو جو ان میں سے پہچانتی ہیں وہ مانوس ہوتی ہیں اور جو مختلف ہوتی ہیں جدا جدا ہوجاتی ہیں، تو روحیں جمع کیے گئے مجموعے ہیں، یعنی روحوں کو مجموعوں اور گروپوں کی شکل میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ہر مجموعے کی ایک خاص عادات و اطوار ہیں ایک خاص مزاج اور طبیعت ہے، کوئی مجموعہ نرم مزاج والا، حلم و بردباری والا، سخاوت اور فیاضی والا، نیکی کی طرف رغبت اور میلان رکھنے والا، لڑائی جھگڑے، گالی گلوچ اور ناچ گانے سے اجتناب کرنے والا۔

اور کوئی دوسرا مجموعہ سخت گیر اور غصے والا، لڑائی جھگڑے والا، ملے گلے والا، ناچ گانے والا، گالی گلوچ والا، بدزبان اور طاقت کے زور پر لوگوں کو زیر کرنے والا۔ دولت کے نشے میں مدہوش ہوکر لوگوں کو حقیر سمجھنے والا۔

تو ہر روح اپنے پسندیدہ مجموعے کے ساتھ مانوس ہوتی ہے اس کی طرف میلان اور رجحان رکھتی ہے، اسی کے لیے اس کی ہمدردیاں ہوتی ہیں، اسی کے ساتھ وہ اپنی قربتیں بڑھاتی ہے۔

جب وہ روحیں اپنے اپنے جسموں میں داخل ہوتی ہیں اور ان جسموں کا آپس میں تعارف ہوتا ہے، ملاقات ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے مانوس ہوجاتے ہیں۔

(مَا تَعَارَفَ مِنْهَا إِئْتَلَفَ)

جب ان کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے تو ان میں ہم آہنگی پیدا ہوجاتی ہے۔

اور جب کبھی وہ کسی ایسے شخص سے ملتے ہیں کہ جس کی روحوں کا مزاج آپس میں نہیں ملتا ہوتا تو وہ فطری طور پر ایک دوسرے کے لیے دل میں تنگی اور انقباض محسوس کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگتے ہیں۔

(وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اِخْتَلَفَ) .

اور جو ایک دوسرے سے موافقت نہیں رکھتے وہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔

لہٰذا گھریلو اختلافات فطری اختلافات ہیں، مکمل طور پر تو اُن سے بچنا ممکن نہیں ہے، البتہ ذرا کم کیے جاسکتے ہیں اور خوش اسلوبی سے حل کئے جاسکتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ کیسے؟

تو وہ یوں کہ اپنے اپنے فرائض اور ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ جب گھریلو اختلافات کی بات ہوتی ہے تو عموماً اس سے مراد میاں بیوی کے درمیان اختلافات ہوتے ہیں اگرچہ اس سے گھر کے دوسرے افراد کے اختلافات بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

تاہم، ہم اس وقت میاں بیوی کے درمیان ہونے والے اختلاف کا ہی ذکر کرنا چاہیں گے، تاکہ ان اختلافات کے اسباب جان کر اس کا حل معلوم کیا جائے کہ جس سے گھر کا ماحول خوشگوار ہو کیوں کہ گھر کے ماحول کا خوشگوار اور پرسکون ہونا انسان کی دنیا اور اس کی آخرت کے لیے نہایت ہی ضروری ہے۔

گذشتہ جمعوں میں گھر کی اہمیت کے ضمن میں ہم نے یہ جانا کہ گھر انسان کے آرام اور سکون کی جگہ ہوتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا﴾ (النحل: ٨٠)

''اور اللہ نے تمھارے لیے تمھارے گھروں کو جائے سکون بنایا ہے۔''

اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ کوئی گھر اُس وقت تک حقیقی معنوں میں گھر نہیں کہلاتا جب تک اس میں گھر والے نہ ہوں، اہل خانہ نہ ہوں، اور کوئی گھر اس وقت تک حقیقی معنوں میں آرام وسکون کی جگہ نہیں بن سکتا جب تک گھر والوں کے ساتھ ہم آہنگی نہ ہو، خوشگوار تعلقات نہ ہوں۔

تو آج کی گفتگو میں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے مرد کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں۔

مرد کو اللہ تعالیٰ نے گھر کا سربراہ اور ذمہ دار بنایا ہے چنانچہ گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانے کی زیادہ ذمہ داری بھی مرد ہی کی ٹھہرتی ہے۔

گھر میں کشیدگی پیدا ہونے کی کیا کیا وجوہات ہوتی ہیں، مرد سے کہاں کہاں کوتاہی ہوتی ہے، سب سے پہلے وہ کمی اور کوتاہی دور کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں سب سے بڑا اور بنیادی سبب تو اپنی ذمہ داریوں سے لاعلمی اور ناواقفیت ہے۔

اور ایک بڑا سبب گھر کی سربراہی کا نشہ ہے، کہ جس میں مدہوش ہو کر آدمی عورت کو حقیر خیال کرنے لگتا ہے، حالانکہ عورت مرد کی نظیر ہے، اس کی مثیل ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

((النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ)) (الجامع الصغير : ٢٥٤٥)

عورتیں مردوں کا نصف اور ان کی مانند ہیں۔

عورتوں کو حقیر جاننے کا خیال اور نظریہ جاہلانہ اور دین سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

اسلام سے پہلے، دور جاہلیت میں عورت کو انتہائی حقیر سمجھا جاتا تھا، اس حد تک حقیر سمجھا جاتا تھا کہ ان کے ساتھ نارمل انداز میں بات کرنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((كُنْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ (وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ) فَكُنْتُ أَهَابُهُ))

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آیت ﴿وَإِنْ تَظَٰهَرَا عَلَيْهِ﴾ (التحريم : ٤) کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا مگر اُن سے ڈر لگتا تھا۔

((حَتَّى حَجَجْنَا مَعَهُ حَجَّةً))

حتی کہ ہم نے ایک بار ایک ساتھ حج کیا۔

((فقلت : لَئِنْ لَمْ أَسْأَلْهُ فِيْ هٰذِهِ الْحَجَّةِ لَاأَسْأَلُهُ))

تو میں نے دل میں کہا کہ اگر اس حج کے موقعے پر میں سوال نہ کر سکا تو پھر نہیں کر سکوں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا أَدْرَكْنَاهُ بِبَطْنِ مَرٍّ (وادي فاطمة ، مر الظهران)))

جب ہم نے حج ادا کر لیا تو ہم اُن سے وادی مرّ میں جا ملے۔

(وادی مرمر الظہران) جو کہ مکہ سے ۱۶ میل کے فاصلے پر ہے۔

(قَدْ تَخَلَّفَ لِبَعْضِ حَاجَاتِهِ) وہ وہاں اپنے کسی ضروری کام سے رک گئے تھے۔

((فَقَالَ : مَرْحَبًا بِكَ يَابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَاحَاجَتُكَ))

تو فرمانے لگے: مرحبا اے نبی کریم ﷺ کے چچا زاد کہئے کیا کام ہے؟

((قُلْتُ : شَيْءٌ كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْهُ يَاأَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَكُنْتُ أَهَابُكَ))

تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین میں ایک عرصہ سے آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا تھا مگر آپ سے ڈرلگتا تھا۔

((فَقَالَ: سَلْنِي عَمَّا شِئْتَ فَإِنَّا لَمْ نَكُنْ نَعْلَمُ شَيْئًا حَتَّى تَعَلَّمْنَا))

تو انہوں نے فرمایا: جو چاہو پوچھو، جب ہم نے علم حاصل کرنا شروع کیا تو ہم بھی کچھ نہ جانتے تھے۔

((فَقُلْتُ : أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ﴾ مَنْ هُمَا؟))

تو میں نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ﴾ کے بارے میں بتلائیے، اس سے مراد وہ دونوں کون ہیں۔

((قَالَ : لَاتَسْأَلُ أَحَدًا اَعْلَمَ بِذَلِكَ مِنِّيْ كُنَّا بِمَكَّةَ لَايُكَلِّمُ أَحَدُنَا إِمْرَأَتَهُ إِنَّمَا هِيَ خَادِمُ الْبَيْتِ))

تو فرمایا: اس بارے میں تم مجھ سے زیادہ کسی جاننے والے سے نہیں پوچھو گے۔ ہم جب مکہ میں تھے تو ہم میں سے کوئی عورت سے بات بھی نہ کرتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ تو بس گھر کی ایک خادمہ تھی۔

((فَإِذَا كَانَ لَهُ حَاجَةٌ سَفَعَ بِرِجْلِهَا فَقَضَى حَاجَتَهُ))

اور جب اس سے کوئی کام ہوتا تو اس کی ٹانگوں پر مارتے اور اپنا کام کر لیتا۔

((فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ تَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ))

پس جب ہم مدینہ آئے تو انھوں نے انصار کی عورتوں سے سیکھ لیا یعنی خاوندوں سے بحث وتکرار کرنے کی عادت لے لی۔

((فَجَعَلْنَ يُكَلِّمْنَنَا وَ يُرَاجِعْنَنَا))

تو انصار کی عورتوں کو دیکھ کر وہ بھی ہم سے بات کرنے لگیں اور بحث وتکرار کرنے لگیں۔

((وَ إِنِّيْ أَمَرْتُ غِلْمَانًا لِيْ بِبَعْضِ الْحَاجَةِ فَقَالَتْ إِمْرَأَتِيْ بَلْ إِصْنَعْ كَذَا وَكَذَا))

میں نے ایک بار اپنے خادموں سے کوئی کام کہا تو میری بیوی نے کہا بلکہ یہ یہ کام کرو۔

((فَقُمْتُ إِلَيْهَا بِقَضِيْبٍ فَضَرَبْتُهَا بِهِ))

تو میں اٹھا اور چھڑی سے اس کو مارا۔

((فَقَالَتْ : يَا عَجَبًا لَكَ يَابْنَ الْخَطَّابِ تُرِيْدُ أَنْ لَا تُكَلَّمَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تُكَلِّمُهُ نِسَاءُهُ))

تو اُس نے کہا: تعجب ہے آپ پر اے خطاب کے بیٹے! آپ چاہتے ہیں کہ آپ سے بات نہ کی جائے، جبکہ آپ ﷺ سے آپ کی بیویاں باتیں کرتیں ہیں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۷٦٤ ، مجمع الزوائد : ۷۸۳۲)

لمبی حدیث ہے، اس میں سے ہمارے موضوع سے متعلق حدیث کا یہ جزء ہے کہ کوئی عورت ہم میں سے کسی سے بات کرنے کی جرأت نہ کرتی تھی۔

ایک طرف عورت کو ذلیل اور حقیر سمجھنے کی یہ انتہا تھی اور دوسری طرف آج یہ انتہا ہے کہ عورت کو آزادی کے نام پر نیم برہنہ کر کے گلیوں اور بیچوں پر لا بٹھایا گیا، کہیں جلسوں میں نچوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا، کہیں ٹی وی پر اشتہاروں میں سجایا گیا، کہیں اپنے کاروبار چمکانے کے لیے دفتروں میں بٹھایا گیا۔

غرضیکہ آج عورت کو مال تجارت بنادیا گیا ہے، اندازہ کیجیے کس قدر بے حسی ہے، ایک وہ بے حسی تھی کہ ماں، بہن اور بیٹی کے لیے بھی دل میں کوئی عزت واحترام نہ تھا اور ایک یہ بے حسی ہے کہ کوئی اس برائی کو برائی سمجھنے کو تیار نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یہ بات انتہائی غور طلب ہے کہ کسی قوم کی ذلت ورسوائی اور زوال وانحطاط کی انتہا یہ ہے کہ ان میں بحیثیت مجموعی احساس زیاں ختم ہوجائے۔

یاد رکھیئے کہ کوئی قوم دنیا میں کبھی اپنی کمزور معیشت کی وجہ سے تباہ و برباد نہیں ہوئی، اس کے برعکس نہایت عروج کے زمانے میں تباہ ہوئیں اور اس کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب اخلاقی پستی اور گراوٹ تھا۔

إِنَّمَا الْأُمَمُ الْأَخْلَاقُ مَابَقِيَتْ
فَإِنْ هُمُوْ ذَهَبَتْ أَخْلَاقُهُمْ ذَهَبُوْا

قومیں اپنے اخلاق کی بدولت زندہ رہتی ہیں، جب وہ اخلاقی پستی کا شکار ہوتی ہیں تو نیست ونابود ہوجاتی ہیں۔

آج بحیثیت قوم ہماری اخلاقی پستی کا عالم یہ ہے کہ کوئی عالم، کوئی دانشور، کوئی سیاستدان اس موضوع پر بات کرنے کو تیار نہیں ہے، اور اگر کوئی ایک آدھ شخص بات کرتا ہے تو اولاً اسے پسند نہیں کیا جاتا اور دوسرے یہ کہ نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے، جہاں اس قدر ہنگامہ اور شور وغل ہو وہاں ایک کمزور اور نحیف آواز کون سنتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہم اس بے راہ روی اور اس بے حسی کی سنگینی کو نہیں سمجھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ بنی اسرائیل پر لعنت کیوں کی گئی تھی! اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝﴾ (المائدہ: ۷۸)

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اُن پر داود اور عیسی ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی، کیونکہ وہ سرکش ہوگئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔''

﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ﴾ (المائدة: ۷۹)

انھوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔

آج ہم ایک دوسرے کو برائی سے کیا روکیں گے، ہماری حالت تو اس سے کہیں ابتر ہے، وہ لوگ کم از کم برائی کو برائی تو سمجھتے تھے، مگر ہم اسے برا بھی نہیں سمجھتے یہ جو سب سے کمزور ایمان کی علامت ہے کہ گناہ کو دل میں برا جاننا ہم میں تو وہ بھی مفقود ہے۔

ہم اگر ناچنے گانے کو برا سمجھتے ہوتے تو ہماری ہمدردیاں ایسے لوگوں کے لیے نہ ہوتیں جو اس کا اہتمام کرتے ہیں، آدمی کے خیالات اور اس کی ذہنیت ہی اس کی اصلیت ہوتی ہے، اس کا عقیدہ ونظریہ ہی اس کی پہچان ہوتی ہے، کسی کی ظاہری وضع قطع اور نماز روزہ اس کے دین دار ہونے کی حتمی علامت ہرگز نہیں ہے۔

ہم نے شاید کبھی غور نہیں کیا کہ ہماری اُس قوم سے کتنی مشابہت ہو چکی ہے جس پر لعنت کی گئی تھی، اور اس مشابہت پر آپ ﷺ کی پیشین گوئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ، شِبْرًا بِشِبْرٍ ، وَ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ ، حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ .))

(صحيح البخاري: ۷۳۲۰۔ صحیح مسلم: ۲٦٦٩)

فرمایا: ''تم لوگ اپنے سے پہلی امتوں کے نقش قدم پر ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ بھر چلو گے، حتی کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی اُن کے پیچھے چلو گے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آدمی کی سوچ اور اس کے خیالات ہی اس کی اصلیت ہوتے ہیں اور اسی کے مطابق جزا اور سزا ہے، چاہے عملاً کسی نیک یا برے کام میں شریک نہ بھی ہو سکے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ ، كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا ، كَمَنْ غَابَ عَنْهَا))

فرمایا: جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے، اس وقت جو شخص وہاں موجود ہو اور اس گناہ کو ناپسند کرے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ تھا۔

((وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا)) (ابو داود : ٤٣٤٥)

اور جو شخص وہاں موجود تو نہ تھا، مگر اس گناہ سے راضی ہوا تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ گناہ کے وقت موجود تھا۔

جیسا کہ پاکستان میں یہاں سے ہزاروں میل دور اگر کوئی گناہ ہو رہا ہو، مگر کوئی شخص یہاں بیٹھا اس سے خوش ہو رہا ہو تو وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ بذات خود گناہ میں شریک تھا۔

بات اصل میں یہاں سے چلی تھی جو کچھ دوسری طرف نکل گئی کہ گھر کا ماحول خوشگوار بنانے کی زیادہ تر ذمہ داری مرد کی ہے، مگر اس میں جو روکاوٹیں ہیں، ان میں سے ایک بنیادی روکاوٹ ہماری دین سے ناواقفیت ہے، اور خود کو برتر اور عورت کو حقیر سمجھنے کا نظریہ اور تصور ہے۔

بہت سے مرد حضرات گھر کا ماحول خراب ہونے کی ذمہ دار عورت کو قرار دیتے ہیں، ہاں کسی حد تک عورت کا قصور بھی ہو سکتا ہے، مگر مرد چونکہ گھر کا سربراہ ہے لہٰذا گھر کے ماحول کو بہتر بنانا بھی اسی کی ذمہ داری ہے۔

لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگوں کو گھر کا نظام چلانا نہیں آتا، بہت جلدی غصے میں آجاتے ہیں، اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور مسائل کو سختی سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ڈورا اگر الجھ جائے تو اس کو زور سے کھینچنے سے مزید الجھ جاتی ہے، جب کہ مسائل کو سلجھانے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے تحمل، برداشت، حکمت اور ٹھنڈے مزاج کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک بہت اہم بات اس سلسلے میں یہ بھی ہے کہ اکثر مرد حضرات میں عورت کی کسی غیر ارادی لغزش اور کوتاہی کو نظر انداز کرنے کی صلاحیت اور گنجائش ہرگز نہیں ہوتی۔ حالانکہ اگر ارادتاً بھی کوئی چھوٹی موٹی غلطی یا ناپسندیدہ کام سرزد ہو جائے تو برداشت کرنا چاہیے، کیوں کہ اجتماعی اور معاشرتی زندگی کا یہ ایک بنیادی قاعدہ اور اُصول ہے، ایک دوسرے کی کوتاہیوں کو نظر انداز کیے بغیر ہرگز زندگی خوشگوار نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَفْرَكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً)) (صحيح مسلم: ١٤٦٩)

''کوئی مسلمان مرد، مسلمان عورت سے یعنی اپنی بیوی سے بغض نہ رکھے۔''

((إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا ، رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ))

کہ اگر اس کی کوئی ایک عادت ناپسند ہے، تو کوئی دوسری پسند کی بھی ہوگی۔

لہٰذا یہ خواہش رکھنا کہ ایسی بیوی ملے جس میں کوئی خامی نہ ہو بڑی معصومانہ خواہش ہوگی، جو کہ اس دنیا میں تو ممکن نہیں ہے، ایسی خواہش والا جنت میں جانے تک انتظار کرے، سو فیصد خامیوں اور کوتاہیوں سے پاک تو کوئی مرد بھی نہیں ملے گا، سوائے انبیاء علیہم السلام کے۔

خلاصہ یہ ہے کہ گھر کی اصلاح کی ذمہ داری مرد کی ہے پھر اس کے بعد عورت کی ہے، اگر گھر کی خرابی کا سبب آدمی اپنے میں ڈھونڈنا چاہے تو اسے بڑی آسانی سے نظر آجائے گا مگر ہر صورت دوسروں کو قصوروار ٹھہرانا اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔

بعض صالحین کا یہ قول اگر سامنے رکھیں تو خرابی کے اسباب سمجھنے میں آسانی ہوسکتی ہے،

((إِنِّي لَأَجِدُ أَثَرَ مَعْصِيَتِيْ فِيْ خُلُقِ دَابَّتِيْ وَزَوْجَتِيْ))

میں اپنے گناہوں کا اثر اپنے جانوروں اور اپنی بیوی کے رویے میں محسوس کر لیتا ہوں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کامیاب گھریلو زندگی کے اصول وآداب

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝﴾ (النساء: ۱۹)

اس حقیقت سے سبھی واقف ہیں کہ یہ دنیا غموں، پریشانیوں، دکھوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کا گھر ہے، زندگی بھر انسان کو بے شمار مسائل کا سامنا رہتا ہے اور کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، کسی کو مفر نہیں ہے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زندگی کے مسائل میں گھریلو مسائل کا بھی ایک اچھا خاصہ حصہ ہے، اور گھریلو مسائل، خارجی مسائل سے زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں، کیونکہ گھر کو جائے سکون قرار دیا گیا ہے اور جائے سکون میں اگر سکون نہیں ملے گا تو پھر اور کہاں ملے گا!

جیسا کہ دنیا کی تمام نعمتوں کا لب لباب اور خلاصہ حدیث میں جن تین چیزوں کو بتایا گیا ہے، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ امن وامان کے ساتھ رہ رہا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ ، مُعَافًى فِي جَسَدِهِ ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا)) (ابن ماجة : ٤٢)

جو شخص اپنے اہل وعیال میں امن وامان کے ساتھ ہو، جسمانی طور پر ظاہری اور اندرونی بیماریوں اور تکلیفوں سے محفوظ ہو اور اُس دن کا راشن اس کے پاس موجود ہو، تو اس کے لیے گویا پوری دنیا سمیٹ کے رکھ دی گئی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ گھریلو مسائل انسان کی زندگی کے بڑے اور بنیادی مسائل ہیں، گذشتہ چند جمعوں سے اُنہی مسائل کو سمجھنے اور اُن کا حل معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گذشتہ جمعے اس سلسلے میں گھر کے ماحول کو خوشگوار یا ناخوشگوار بنانے میں مرد کے کردار کا ذکر ہو رہا تھا کہ گھریلو اختلافات اور مسائل کی مرد پر کتنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، تو اس ضمن میں مرد کے فرائض اور ذمہ داریوں میں کچھ تساہل کا ذکر ہوا، جن کے سرفہرست مرد کی یہ کوتاہی ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی سے واقفیت نہیں رکھتا، اسی طرح کچھ اور کوتاہیاں بھی ہیں جیسا کہ مرد کا سربراہی کے نشے میں مدہوش ہوکر بیوی کو حقیر اور کمتر سمجھنے لگ جانا، ایسے ہی حکمت کی کمی، حلم و بردباری اور صبر وتحمل کا فقدان وغیرہ بھی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ذرا غور کریں تو بڑی مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی شخص کو کسی ادارے کا سربراہ مقرر کیا جائے مگر اسے یہ تک معلوم نہ ہو کہ اسے کرنا کیا ہے، اس کے فرائض منصبی کیا ہیں ادارے کو Manage کیسے کرنا ہے، اور مزید یہ کہ اس میں حکمت و دانائی اور صبر وتحمل کا فقدان بھی ہو، تو ایسا شخص اپنی نااہلی کا غصہ پھر ملازمین پر ہی نکالے گا کہ تمھیں کام کرنا نہیں آتا، حالانکہ اسے کام لینا نہیں آتا، ایک مینیجر کا کام چیزوں کو مینیج کرنا، نظم ونسق میں رکھنا اور انتظام کرنا ہی تو ہوتا ہے، صرف غصہ نکالنے، ڈانٹ پلانے اور مار پیٹ کرنے کا نام تو سربراہی نہیں ہے، بلکہ حکمت، صبر وتحمل اور خوش اسلوبی سے ادارے کو چلانا سربراہی ہوتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے جس کو گھر کا نظام چلانے کی ذمہ داری سونپی ہے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے فرائض منصبی سے واقفیت حاصل کرے اپنے آپ میں سربراہانہ صلاحیت اور قابلیت پیدا کرے، اور ان اصول وضوابط کی جانکاری حاصل کرے جو قرآن و حدیث نے خوش اسلوبی سے گھر کو چلانے کے لیے لازمی قرار دیئے ہیں۔

تو اُن میں سے آج کی گفتگو میں تین یا چار سب سے اہم اصولوں کا ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ

اور سب سے پہلا اصل، ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ آدمی عورت کو سیدھا کرنے کا خیال دل سے نکال دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آدمی جب عورت کو سبق سکھانے یا سیدھا کرنے کی ٹھان لیتا ہے تو وہ گھر کی تباہی کی بنیاد رکھ دیتا ہے اور سیدھا کرنے کا مطلب، سختی سے اور ڈنڈے کے زور سے سیدھا کرنا ہے اور یہ ایک ناممکن بات ہے کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جسے آپ توڑ تو سکتے ہیں مگر سیدھا نہیں کر سکتے اور سیدھا کرنا مرد اور عورت کے مفاد میں بھی نہیں ہے اور نہ ہی ہر ٹیڑھی چیز کو سیدھا کیا جاتا ہے۔

یہ ضابطہ حدیث میں بیان ہوا ہے اور ہمارے اکثر گھروں میں اختلافات اور تنازعات کی ایک بڑی وجہ اس ضابطے کو نظر انداز کرنا اور پس پشت ڈالنا ہے۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ اِذَا ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَ اِنْ تَرَكْتَهَا إِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَ فِيْهَا عِوَجٌ .)) (صحيح مسلم: ٧١٥١)

فرمایا: ”عورت پسلی کی مانند ہے، اگر اُسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے کام لینا چاہو تو اسی حالت میں کام لے سکتے ہو کہ اُس میں ٹیڑھ موجود رہے۔“

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

((إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ .))

”عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔“

((وَلَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ .))

”اور کسی صورت میں وہ تمھارے لیے سیدھی نہیں ہوگی۔“

((فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا إِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَ بِهَا عِوَجٌ .))

”اور اگر اس سے کام لینا چاہو تو اسی حالت میں کام لے سکتے ہو کہ اس میں ٹیڑھ موجود رہے۔“

((وَ اِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا .))

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے۔''

((وَ كَسْرُهَا طَلَاقُهَا .)) (صحيح مسلم : ١٤٦٧)

''اور اسے توڑ ڈالنے کا مطلب اسے طلاق دینا ہے۔''

اس لیے سب سے پہلے تو یہ خیال دل سے نکال دیں کہ آپ اسے سیدھا کرلیں گے اور دوسری بات کہ عورت کے پسلی کی طرح ٹیڑھا ہونے اور اس کے پسلی سے پیدا ہونے کا کیا مطلب ہے، جاننے کی کوشش کرتے ہیں، مگر مزید تفصیل میں جانے سے پہلے اتنا عرض کردوں کہ حدیث میں بیان کئے گئے عورت کے ٹیڑھا پن کا مطلب کوئی عورت کی برائی اور خامی نہیں اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ عورت کا دماغ ٹیڑھا ہے لہٰذا وہ ہر کام الٹا کرتی ہے، بلکہ یہ اس کی ایک لحاظ سے خوبی بھی کہی جاسکتی ہے۔

تو آیئے جانتے ہیں:

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ کسی چیز کے ٹیڑھا ہونے کا مطلب ہر دفعہ نقص اور خامی ہی نہیں ہوتا بلکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کو ضرورت کے لیے جان بوجھ کر ارادتاً ٹیڑھا بنایا جاتا ہے۔

اب اس حدیث میں عورت کو پسلی کے ٹیڑھ پن سے تشبیہ دی گئی ہے اور پسلیوں کا ٹیڑھا ہونا آدمی کی ضرورت ہے اس سے انسان کے جسم کی ایک خاص شیپ (Shape) بنتی ہے اور یہ کہ پسلیوں کی افادیت آپ جانتے ہیں کہ یہ Heart اور Lungs کو پروٹیکٹ کرتی ہیں۔

اور عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے کہ پسلیاں ہی دل کے سب سے قریب ہوتی ہیں اور جس طرح پسلیوں نے دل کے گرد حصار بنا رکھا ہوتا ہے، اسی طرح عورت بھی مرد کے دل پر چھائی ہوئی ہوتی ہے اور عورت کے ساتھ معاملات دل ہی کے ذریعے درست بنائے جاسکتے ہیں۔

عورت کی تخلیق دماغ کے قریب سے نہیں کی گئی بلکہ دل کے قریب سے کی گئی ہے، کہ عورت کی ذمہ داریوں میں سے ایک بچوں کی دیکھ بھال ہے، اور بچوں کے ساتھ معاملہ عقل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے نہیں بلکہ دل سے کیا جاتا ہے۔ کہ شفقت، محبت اور رحمت کا پہلو عقل پر غالب ہوتا ہے۔

علماء کرام نے اس ٹیڑھا پن کی اور بھی حکمتیں بیان کی ہیں کہ اس میں مرد اور عورت دونوں کے لیے آزمائش ہے اور ان کے صبر کا امتحان ہے اور بعض علماء کرام نے تو اس ضمن میں کیا ہی خوب صورت بات کہی ہے کہ (عجبتُ لمن كمالُه فِي اِعْوِجَاجِه ، فلَولم تكن المرأة عَوجاءُ لما طاق الرجل احتمالهَا) بڑی حیران کن بات ہے کہ کسی کے ٹیڑھا پن میں ہی اس کا کمال ہو، اور اگر عورت میں ٹیڑھا پن نہ ہوتا، تو اس کو برداشت کرنا آدمی کے بس میں نہ ہوتا۔

لٰہذا عورت کو اس کے اس ٹیڑھا پن سے نکالنے کی کوشش کرنا، اس فطرت کو تبدیل کرنے کی کوشش ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق فرمائی ہے۔

دنیا کا کوئی عقلمند سے عقلمند سرجن بھی سرجری کر کے پسلیوں کو سیدھا کرنے کی کوشش نہیں کرے گا کیونکہ یہ فطرت کے خلاف ہے، مقصدِ تخلیق کے خلاف ہے، مصلحت کے خلاف ہے کہ کمان اگر ٹیڑھی نہ ہو تو مقصد حاصل نہیں ہوتا، تیر ہدف کو نہیں پہنچتا۔

لٰہذا اللہ تعالیٰ نے عورت کو جس مزاج اور طبیعت کا بنایا ہے، اسے اسی حال میں رہنے دیں، البتہ شرعی لحاظ سے اگر کہیں نقص دیکھیں تو نرم انداز میں اصلاح کی کوشش کریں اگر کوئی عادت ان کی ناپسند بھی ہو تب بھی حسن سلوک ہی کریں کہ یہ قرآن پاک کا حکم ہے۔

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء: ۱۹)

”اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔“

﴿فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾﴾

(النساء: ۱۹)

”اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں، تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں ناپسند ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت بھلائی رکھ دی ہو۔“

اسی طرح قرآن و حدیث میں مردوں کو اور بہت سی نصیحتیں کی گئی ہیں، ان میں سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایک یہ بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا ، فَاِنَّمَا هُنَّ عَوانٌ عِنْدَكُمْ .))

(ترمذي : ١١٦٣)

''عورتوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کی وصیت قبول کرو کہ وہ تمھارے پاس قیدی ہیں۔''

یہاں آپ ﷺ نے عورت کے مرد کے حکم کے تحت ہونے کو قیدی ہونے سے تعبیر فرمایا، عورت جو اپنا گھر چھوڑ کے آتی ہے، اپنے بہن، بھائی اور ماں باپ کو چھوڑ کے آتی ہے، اپنے گھر میں آزادی سے رہتی تھی، بلکہ ماں باپ کو نخرے بھی دکھاتی تھی، خاوند کے گھر آ کر اس کی آزادی ختم ہوگئی، مرضی ختم ہوگئی، خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نہیں جاسکتی، اور کسی کو آنے سے منع کر دے تو اس کو گھر میں نہیں لاسکتی چاہے اس کے ماں باپ اور بہن بھائی ہی کیوں نہ ہوں، تو اور قید کیا ہوتی ہے۔

تو جو شخص آپ کے ماتحت ہو، آپ کے حکم پر چلے آپ کے پاس قیدی ہو اور کمزور بھی ہو اور بے سہارا بھی ہو تو اس پر ظلم کرنے کو آدمی مردانگی اور بہادری سمجھے تو ایسے آدمی کو کیا نام دیا جاسکتا ہے!

آپ ﷺ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

((لَيْسَ أُوْلَئِكَ بِخِيَارِكُمْ .)) (ابو داود : ٢١٤٦)

''وہ تم میں سے اچھے لوگ نہیں ہیں۔''

حدیث میں ہے کہ ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ .))

''اللہ کی بندیوں کو مت مارا کرو تو صحابہ کرام نے مارنا چھوڑ دیا۔''

تو پھر صحابہ کرام نے آ کر شکایت کی کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ!

((ذَئِرْنَ النِّسَاءُ .))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"عورتوں کی جرأت تو بہت بڑھ گئی ہے۔"

((فَرَخَّصَ فِيْ ضَرْبِهِنَّ .))

"آپ ﷺ نے مارنے کی اجازت دے دی۔"

جو کہ چند پابندیوں کے ساتھ تھی، کہ چہرے پر نہیں مارنا ایسا سخت نہیں مارنا کہ جس سے خون نکلے یا ہڈی ٹوٹنے کا اندیشہ ہو۔

((فَأَطَافَ بِآلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ .))

"تو آپ ﷺ کے گھروں میں بہت سی عورتیں اکٹھی ہوگئیں اپنے اپنے خاوندوں کی شکایت لے کر۔"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ .))

"آل رسول ﷺ کے گرد بہت سی عورتیں اپنے اپنے خاوندوں کی شکایت لے کر آئی ہیں۔"

اور فرمایا:

((لَيْسَ اُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ .)) (سنن ابی داود: ٢١٤٦)

"یہ تم میں سے اچھے لوگ نہیں ہیں۔"

آپ جانتے ہیں کہ معاشرے میں کسی کو اچھا یا برا کہا جائے تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے اور اچھا سمجھا جانا آدمی کے لیے کتنا بڑا اعزاز اور کتنی بڑی خوشی کا مقام ہوتا ہے، اس کے برعکس اگر کسی کو برا سمجھا جائے تو اسے کس قدر شرمندگی ہوتی ہے اور بالخصوص آپ ﷺ کی نظر میں کسی کا اچھا یا برا ہونا کیا معنے رکھتا ہے۔

ہم میں سے ہر شخص اچھا بن کر دکھانے کی کوشش کرتا ہے، اچھا ہونے کا معیار جو لوگوں نے مقرر کر رکھا ہے اس کی بات نہیں ہو رہی، بلکہ آپ ﷺ نے آدمی کے اچھا ہونے کا جو معیار مقرر فرما رکھا ہے وہ یہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ .))

(سنن ابن ماجه: ١٩٧٧)

''تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے، اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہے اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہوں۔

اور گھر والوں کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ کیسا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ ، وَلَا إِمْرَأَةً وَلَا خَادِمًا إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ))

''آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ عورت کو، نہ کسی خادم کو، اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے۔''

اور ہم میں سے ہر ایک کو اچھا بننے یا کم از کم اچھا کہلوانے کی جستجو تو ضرور ہوتی ہے۔

آدمی مشکل سے مشکل امتحان پاس کر کے اپنی صلاحیت و قابلیت کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیتا ہے مگر اپنے اچھا ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا شاید ہر ایک کے لیے آسان نہیں ہوگا اس لیے کہ یہ سرٹیفکیٹ صرف آدمی کی بیوی اِیشو کر سکتی ہے اور وہاں سے یہ سرٹیفکیٹ لانا بہت سوں کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا، جوئے شِیر یعنی دودھ کی نہر۔

تو یہ چند بنیادی اور سب سے اہم اصول وضوابط ہیں گھریلو زندگی کو خوشگوار اور پرسکون بنانے کے۔

البتہ ایک اور بہت اہم ضابطہ ابھی باقی ہے، اس کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ خطبہ جمعہ میں کیا جائے گا، اور وہ ہے: ﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ (الروم: ٢١) اور اللہ نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت ڈال دی۔

اور یہ اصول کامیاب گھریلو زندگی کا سب سے اہم ضابطہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گھریلو خوشگوار زندگی کا سب سے اہم ضابطہ

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱﴾ (الروم: ۲۱)

گھریلو خوشگوار زندگی کے اصول جو قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں، ان میں سے ایک سب سے اہم اور بنیادی ضابطہ اور اصل ہے: ﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ﴾ (الروم: ۲۱) اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت ڈال دی ہے۔

یعنی میاں بیوی کے درمیان فطری طور پر محبت رکھ دی گئی ہے اور صرف محبت ہی نہیں بلکہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے رحمت بھی ڈال دی گئی ہے۔

محبت اور رحمت میں کیا فرق ہے اور خوشگوار زندگی کے ان رہنما اصولوں کا ایک ساتھ ہونا کیوں ضروری ہے، آج کی گفتگو میں ان شاء اللہ یہ بھی جاننے کی کوشش کریں گے مگر اس سے پہلے میاں بیوی کے درمیان محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالے جانے کا ذکر کرتے ہیں:

میاں بیوی کے درمیان محبت ایک مثالی محبت ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں ڈالی ہے اور اس پر احسان بھی جتلایا ہے۔

انسان اپنی طرف سے جب کسی سے محبت کرتا ہے، تو اس کا معیار الگ ہوتا ہے، اس کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں اور اس کا مفہوم الگ ہوتا ہے، مگر جب اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے تو وہ فطرت کے تقاضوں کے مطابق ہے، انسان کی ضرورتوں کے مطابق ہے، اس کا احساس مختلف ہے، اس کی قوت مختلف ہے، اس کے نتائج مختلف ہیں اور اس کا مفہوم مختلف ہے اس لیے وہ ایک مثالی محبت ہوتی ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلُ النِّكَاحِ))

(سنن ابن ماجه: ١٨٤٧ ، صحيح ابن ماجه للالباني : ١٥٠٩)

''دومحبت کرنے والوں میں نکاح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔'' یعنی نکاح کے ذریعے جو محبت ہوتی ہے اس جیسی محبت کہیں نہیں ہوتی۔

تو اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے درمیان جو محبت ڈالی ہے، وہ ایک فطری اور مثالی محبت ہے اور وہ بنیادی طور پر ہر شادی شدہ جوڑے میں موجود ہوتی ہے، مگر بعد میں متعدد اسباب و وجوہات کی بنا پر اس میں کچھ کمی آ جاتی ہے، یا وہ نفرت میں بدل جاتی ہے

وہ وجوہات کیا ہیں کہ جن کی بنا پر اُس محبت میں کمی آ جاتی ہے؟ تو وہ وجوہات تو یقیناً بہت سی ہیں، مگر اُن میں سے چند ایک یہ ہیں کہ ایک تو یہ کہ اگر مرد نے باہر سے کسی اور کو اپنا آئیڈیل بنالیا ہو، تو پھر اس کو اپنی بیوی اچھی نہیں لگتی اور گھر کی مرغی دال برابر ہو جاتی ہے، پھر آدمی اُس کی ہر بات پر نکتہ چینی کرنے لگ جاتا ہے۔

دوسری طرف بعض عورتیں بھی کسی اور کو اپنی آئیڈیل شخصیت سمجھنے لگ جاتی ہیں اور یہ عموماً اُن گھروں میں ہوتا ہے جہاں غیر محرموں کے ساتھ اختلاط کو برا نہیں سمجھا جاتا، یا جن گھروں میں فلمیں اور ڈرامے دیکھے جاتے ہیں، پھر وہ ٹی وی ڈراموں والے اُن کی آئیڈیل شخصیات بن جاتے ہیں کہ خاوند اس طرح کا ہونا چاہیے تب وہ بھی خاوند کو مجبورا برداشت کر رہی ہوتی ہیں۔

اور یہ ایک حقیقت ہے، اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، آدمی دوسروں سے متاثر ہوتا ہے، کسی کی پرسنیلٹی پسند آ جائے تو انسان اس میں کھو سا جاتا ہے، اسی لیے نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے، اور اگر اچانک نظر پڑ جائے تو معاف ہے، اگر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگ جائیں تو یہ گناہ بھی ہے اور اس کے معاشرتی نقصانات بھی ہیں اور ان میں سے ایک نقصان یہ ہے کہ پھر مرد کو اپنی بیوی اچھی نہیں لگتی اور عورت کو اپنا خاوند اچھا نہیں لگتا۔

اور اگر اچانک نظر پڑ جانے سے بھی آدمی کے دل میں طرح طرح کے خیالات انگڑائیاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لینے لگیں تو حدیث میں اس کا علاج بتلایا گیا ہے: فرمایا:

((فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ إِمْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ ، فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ ، فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِي مَعَهَا)) (ترمذي : ١١٥٨)

''اگر کوئی آدمی کسی عورت کو دیکھے اور اس کو اچھی لگے تو وہ اپنی اہلیہ کے پاس جائے کہ اس کے ساتھ بھی وہی کچھ ہے، جو اس کے ساتھ ہے۔''

اور ایک حدیث میں ہے:

((فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَافِي نَفْسِهِ)) (صحيح مسلم : ١٤٠٣)

''تو یہ اس کے دل میں پائے جانے والے خیالات کو ختم کر دے گا۔''

حقیقت یہ ہے کہ اِدھر اُدھر جھانکنے، نظروں کو کھلا چھوڑ دینے کے نقصانات یقینی ہیں، گھر کا ماحول خراب ہوتا ہے، چپقلش اور نفرت بڑھنے لگتی ہے، حالانکہ باہر سے کوئی چیز پسند آنے کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ دور کے ڈھول سہانے۔

دور کے ڈھول سہانے کا مطلب ہوتا ہے کہ دور دور سے چیز اچھی لگتی ہے، جیسے کہیں دور ڈھول بج رہا ہو تو اس کی ہلکی اور دھیمی آواز کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے، آدمی اس سے لطف اندوز ہوتا ہے اور بسا اوقات مست ہونے لگتا ہے مگر وہی ڈھول جب قریب بج رہا ہو تو کان پھٹنے لگتے ہیں۔

اس لیے یہ محض شیطانی وسوسہ ہوتا ہے اور دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے جو محبت میاں بیوی کے درمیان پیدا کی ہے ان کی فطرت اور خمیر میں رکھ دی ہے، اُس کے کم ہونے یا نفرت میں بدلنے کے متعدد اسباب میں سے یہ بھی ہے، کہ اُن میں سے کوئی ایک فریق کسی گناہ میں ملوث ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے اور آپ ﷺ نے قسم کھا کر بات ارشاد فرمائی ہے، فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ))

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((مَاتَوَادَّ اثْنَانِ فَفُرِّقَ بَيْنَهُمَا إِلَّا بِذَنْبٍ يُحْدِثُهُ أَحَدُهُمَا)) (ارواء الغليل : ٨١٩٩ ، الادب المفرد : ٤٠١)

جوبھی کوئی دو انسان ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور پھر ان میں علیحدگی ہو جاتی ہے تو کسی گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے جواُن دونوں میں سے کسی ایک نے کیا ہوتا ہے۔

لہٰذا یہ بات گھریلو اختلافات کو سمجھنے اور ان کا حل تلاش کرنے کے لیے نہایت ہی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسانوں کی ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے اور خوش اسلوبی سے گزارنے کے لیے اپنی طرف سے ان میں مودت و رحمت رکھ دی ہے، تو پھر وہ کون سی چیز ہے جو اس مودت و رحمت کو ختم کرتی ہے۔

تو اس کی بہت سی وجوہات میں سے سرِ دست ایک دو کا ذکر ہوا، تاہم خلاصہ اس کا یہی ہے کہ کامیاب ازدواجی زندگی مودت و رحمت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

یہ تو آپ کو اندازہ ہی ہوگا کہ جہاں صحیح معنوں میں مودت و محبت قائم ہو وہاں کسی قسم کے اختلاف، ناراضی اور لڑائی جھگڑے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ محبت نام ہے قربانی کا، سرِ تسلیم خم کر دینے کا، بالخصوص جب طرفین کو ایک دوسرے سے محبت ہو تو پھر تو کسی قسم کے اختلاف کے امکانات نہیں رہتے۔

پھر آدمی ایک دوسرے کی ناگوار باتیں بھی بڑی خوش دلی سے قبول کرتا ہے پھر آدمی اسے تنگ نہیں کرتا، طنز نہیں کرتا، برا بھلا نہیں کہتا، بلکہ اس کی ہر جائز بات فوراً مان لیتا ہے، وہ بہت نرم اور سہل ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آپ ﷺ کے بارے میں ہے کہ:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا سَهْلًا))

”آپ ﷺ بہت سہل اور آسان آدمی تھے۔“

((إِذَا هَوِيَتِ الشَّيْءَ تَابَعَهَا عَلَيْهِ)) (صحيح مسلم : ١٢١٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کسی چیز کی خواہش کرتیں تو آپ ﷺ اس کو پورا فرماتے۔

تو یہ بات تو آسانی سے سمجھ آنے والی ہے کہ جہاں محبت ہو وہاں اختلافات کی گنجائش

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتی۔تو معنیٰ یہ ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان اکیلی محبت ہی ڈال دیتا تو وہ بھی خوشگوار گھریلو زندگی کے لیے کافی ہوتی ،مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے، کتنا رحیم وکریم ہے کہ محبت کے ساتھ رحمت بھی ڈال دی ہے۔

جس طرح ایک خوشگوار ماحول کے لیے اکیلی محبت ہی کافی ہے،اسی طرح دوسری طرف صرف رحمت ہی ہوتی تو وہ بھی کافی تھی،اور جہاں یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہوجائیں، وہاں پھراس گھر کا ماحول کیسا مثالی ہوسکتا ہے،آپ یقیناً اندازہ کرسکتے ہونگے۔

آپ نے اس دور میں کسی کی ازدواجی زندگی میں شائدایسا امتزاج نہ دیکھا ہو کہ جہاں دونوں چیزیں موجود ہوں ،اگر چہ ایسے گھرانے اس گئے گزرے دور میں اب بھی موجود ہیں ،مگر بہت کم ،لیکن وہ گھرانے کس قدر بدبختی کا شکار ہوں گے جوان دونوں چیزوں سے محروم ہوں ،ایسے گھرانے اس دنیا میں جہنم کا منظر پیش کررہے ہوں گے۔

خوشحال اورخوشگوار گھرانے کی بنیادان دونوں چیزوں پر رکھنے میں کیا حکمت ہے،علماء کرام اس کی ایک حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان ایک مدت تک تو محبت کا پہلو غالب رہتا ہے،پھر جب ان میں سے کوئی بیمار ہوجاتا ہے،یا کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے،یا بوڑھا ہوجاتا ہےتو پھر رحمت کا پہلو غالب ہوجاتا ہے،کیونکہ اس وقت محبت کے تقاضے ماند پڑ چکے ہوتے ہیں۔

اور دوسرا یہ ہے کہ مرد کی طرف سے محبت اور رحمت دونوں چیزوں کی ایک ہی وقت میں ضرورت ہوتی ہے،محبت خاونداور بیوی کے تعلق کی نسبت سے،اور رحمت اس کے قیدی ہونے کی حیثیت سے،کہ وہ مرد کے پاس قیدی ہوتی ہے،بے بس اور بے اختیار ہوتی ہے، اوراس کی وہ حالت رحم اور نرمی کی متقاضی ہوتی ہے۔

مردوں کے ذمے عورتوں کے حقوق اورحسن سلوک سے متعلق ابھی بہت کچھ کہنے کو ہے مگر چاہتا ہوں کہ عورتوں کے ذمے مردوں کے حقوق سے متعلق بھی کچھ معلوم کرتے چلیں، مرد کے حقوق کے حوالے سے عورت کی ذمہ داریوں پر بات کرنے کے لیے ایک لمبی تمہید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت ہے، تاکہ بات اچھی طرح سمجھی جا سکے اور اس میں کوئی ابہام اور اشکال پیدا نہ ہو۔

اسلام نے عورت کو ایک بہت بڑا مقام دیا ہے، ماں کی حیثیت سے وہ مردوں پر فوقیت رکھتی ہے، البتہ بیوی کی حیثیت سے وہ مرد کے تابع ہے، اور اس کا مطلب بھی کمتر یا حقیر ہونا نہیں، بلکہ دنیا کا نظام چلانے کے لیے لوگوں کو حاکم اور رعایا میں تقسیم کیا گیا ہے، اس کے بغیر دنیا نظام نہیں چل سکتا، ایسے ہی گھر کے اندر بھی ہے، حتی کہ دوران سفر بھی کسی ایک کو امیر مقرر کر لینے کا حکم ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ)) (ابو داود: ۲۶۰۸)

"جب کوئی تین لوگ سفر کے لیے نکلیں تو آپس میں کسی ایک کو امیر بنا لیں۔"

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نظام کائنات کے درست طور پر چلنے میں بھی یہی دلیل بیان فرمائی ہے۔ فرمایا:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾﴾ (الانبیاء: ۲۲)

"اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے معبود بھی ہوتے تو زمین و آسمان کا نظام بگڑ جاتا۔"

لہٰذا عورت کا اپنے خاوند کے ماتحت اور تابع ہونا اسی ضرورت کے پیش نظر ہے اور اس کی ایک اور وجہ بھی ہے اس کا بھی ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ، مگر اس سے پہلے عورت کی اسلام سے پہلے، زمانہ جاہلیت میں حالت اور حیثیت کا جائزہ لیتے ہیں، حدیث میں ہے،

((قَالَتْ زَيْنَبُ : وَسَمِعْتُ أُمِّي أُمَّ سَلَمَةَ))

"حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے۔"

((تَقُوْلُ : جَاءَ تْ إِمْرَأَةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدْ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَفَنَكْحُلُهَا))

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میری بیٹی کا خاوند فوت ہوگیا ہے اور اسے آنکھ کی تکلیف ہوگئی ہے کیا ہم اسے سرمہ لگا سکتے ہیں؟

((فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ : لَا))

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں'' اس نے دو یا تین بار پوچھا اور ہر بار آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: نہیں۔

((ثُمَّ قَالَ ﷺ : إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ))

اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سارے چار مہینے اور دس ہی تو ہیں۔

((وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ))

اور دورِ جاہلیت میں حال یہ تھا کہ تم میں سے کوئی سال کے اختتام پر مینگنی پھینکا کرتی تھی۔

((قَالَ حُمَيْدٌ فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ وَمَا تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ))

راوی حمید کہتے ہیں کہ میں نے زینب سے پوچھا کہ سال کے اختتام پر مینگنی پھینکنے کا کیا مطلب ہے؟

((فَقَالَتْ زَيْنَبُ : كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا ، وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا ، وَلَمْ تَمَسَّ طِيْبًا ، حَتّٰى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ))

تو زینب نے کہا کہ: زمانۂ جاہلیت میں عورت کا جب خاوند فوت ہوجاتا تو وہ ایک نہایت ہی تنگ کوٹھڑی میں داخل ہوجاتی، گندے ترین کپڑے پہنتی، خوشبو کو ہاتھ نہ لگاتی، حتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ پورا ایک سال گزر جاتا۔

((ثُمَّ تُؤْتَى بِدَابَّةٍ ، حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ))

پھر کسی جانور کو لایا جاتا، گدھا، بکری، یا پرندہ وغیرہ اور وہ اس پر ہاتھ پھیرتی یا اس کے ساتھ اپنا جسم رگڑتی۔

((فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ))

''ایسا کم ہوتا تھا کہ وہ جس سے اپنا جسم رگڑتی تھی مر نہ جاتا۔''

((ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطَى بَعْرَةً فَتَرْمِيْ))

پھر وہ نکلتی اور اسے ایک مینگنی دی جاتی، جسے وہ پھینکتی، یعنی دور جاہلت کی یہ ایک رسم تھی۔

((ثُمَّ تُرَاجِعُ مَاشَاءَ تْ مِنْ طِيْبٍ أَوْ غَيْرِهِ)) (ابو داود: ۲۲۹۹)

پھر اس کے بعد وہ جو خوشبو وغیرہ لگانا چاہتی لگاتی۔

تو مطلب یہ تھا کہ کبھی تمھاری حالت یہ تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا فضل فرمایا ہے کہ تمھیں باعزت طریقے سے گھر میں رہنے کی اجازت ہے اور پھر سال کے بجائے صرف چار مہینے، دس دن انتظار کرنا ہے، اس پر بھی صبر نہیں کر رہی، تمھیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس ذلت سے نکا ہے، اس کے علاوہ بھی زمانہ جاہلیت میں عورت پر بہت ظلم وستم ہوتے، اسے حقیر سمجھا جاتا، وراثت سے محروم رکھا جانا۔

لہٰذا پہلے تو عورت کو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور حقیقت یہ ہے کہ مردوں کو بھی اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو اس ذلت ورسوائی کی حالت سے نکالا، ورنہ وہ بھی آج اسی جہالت کا شکار ہوتے اور عورتوں پر ظلم کر رہے ہوتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر انسان کو اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے جس انسان کو جس حالت میں اور جس درجے میں رکھا ہے وہ عین عدل وانصاف ہے اور سراسر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکمت ہی حکمت ہے، تقدیر پر ایمان رکھنے اور راضی ہونے کا ثواب بھی ہے اور اس کے دنیوی فائدے بھی ہیں۔

عورت کی ذمہ داریوں کے حوالے سے آج کی آخری بات یہ ہے کہ عورت کو مرد کے سکون کے لیے بنایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لِّتَسْكُنُوٓا إِلَيْهَا﴾ (الروم: ۲۱) تا کہ تم اس کے پاس سکون حاصل کرو۔ سکون کا مطلب کیا ہے، اس کا ان شاء اللہ آئندہ جمعے ذکر کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عورتوں کو ان کے خاوندوں کے لیے باعث سکون قرار دینے کا معنی؟

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱﴾ (الروم: ۲۱)

اس حقیقت سے تو سبھی آگاہ ہوں گے کہ انسانی معاشرے کی اکائی خاندان ہے، اور خاندان کی بنیاد اور اکائی مرد وزن ہے، میاں بیوی ہے اور میاں بیوی کی بنیاد نفس واحدہ ہے (ایک جان ہے) یعنی آدم علیہ السلام ہیں۔

جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ (النساء: ۱)

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔"

یعنی نوع انسانی کی تخلیق ابتداءً ایک فرد سے کی اور وہ ایک فرد اور ایک جان آدم علیہ السلام ہیں، اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر اُن دونوں سے بہت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیئے۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳﴾

(الحجرات: ۱۳)

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور پھر تمھاری قومیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برداریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔''

تو یہ ہے خاندانی ڈھانچے کی بنیاد اور اصل، رہا مقصدِ تخلیق تو مقصدِ تخلیق نوعِ انسانی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات: ٥٦)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں۔''

تو یہ مقصد تخلیق تمام انسانوں کا ہے، جس میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں، البتہ اس بنیادی مقصد تخلیق کے بعد عورت کا ایک الگ سے ذیلی مقصد تخلیق بھی بتلایا گیا ہے اور وہ ہے کہ مرد اس کے پاس سکون حاصل کرے۔

یہ بات خصوصی طور پر آدم علیہ السلام کے لیے بھی فرمائی گئی، جیسا کہ فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ﴾ (الاعراف: ١٨٩)

''وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔''

اور یہ بات نسل انسانی کے تمام مردوں کو مخاطب کر کے بھی کہی گئی: جیسا کہ فرمایا:

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا ﴾

(الروم: ٢١)

''اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں، تاکہ تم اُن کے پاس سکون حاصل کرو۔''

آپ ضرور اندازہ کر سکتے ہوں گے کہ وہ کام کتنا اہم ہوگا جسے کسی مخلوق کا مقصد تخلیق قرار دیا گیا ہو، اور وہ کام کتنا اہم ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہو۔

یعنی مرد کی جنس ہی سے اُس کی بیوی بنانا اور اسے اس کے سکون کے لیے بنانا، تو اللہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مخلوقات میں اور کائنات کے نظام میں یہ دو بہت ہی اہم معاملے ہیں اور ان میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں پوشید ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور علامتوں کی عقدہ کشائی اور اظہار اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو اُن پر غور وفکر کرتے ہیں

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (الجاثية : ١٣)

”یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔“

تو آیئے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کی نشانیاں، علامتیں اور حکمتیں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کی دلیل اور نشانی ہے کہ وہ چاہے تو انسان کو بغیر ماں اور باپ کے محض مٹی سے پیدا کر دے جس طرح آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، وہ چاہے تو کسی کو بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا کر دے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا، وہ چاہے تو کسی کو بغیر ماں کے صرف مرد سے پیدا کر دے جس طرح حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔

تو یہ سب اس کی قدرت اور عظمت کی نشانیاں ہیں اور انہی میں سے ایک یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء علیہا السلام کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا اور ان کے سکون کے لیے پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے یہ ہرگز مشکل نہ تھا کہ آدم علیہ السلام کی بیوی کو کسی اور مخلوق سے پیدا فرما دیتے، جنات سے یا کسی اور مخلوق سے خصوصی طور پر کوئی اور مخلوق معرضِ وجود میں لا کر، جیسے حوریں جنت میں انسان کی بیویاں ہوں گی جو کہ ایک دوسری مخلوق ہیں۔

مگر انسان کی جنس سے اس کی بیوی بنانے میں اُس کی قدرت وعظمت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور اس میں حکمتیں بھی ہیں۔

جنت میں دوسری مخلوق سے انسان کے لیے بیویاں بنائیں، یہ تو ایک خصوصی معاملہ ہے، مگر دنیا چونکہ دار الامتحان ہے اس لیے یہاں ایک دوسرا معاملہ کیا جاتا ہے، یہاں ہر چیز آزمائش ہے، نعمت بھی آزمائش ہے اور تکلیف بھی آزمائش ہے

﴿ ﺍلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ (الملك : ٢)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرتا ہے۔''

زندگی بھی آزمائش ہے اور موت بھی آزمائش ہے، دولت بھی آزمائش ہے، اولاد بھی آزمائش ہے، خاوند کے لیے بیوی آزمائش ہے اور بیوی کے لیے خاوند آزمائش ہے اس لیے دنیا میں میاں بیوی کا جوڑا ایک دوسرے کے لیے آزمائش ہے۔ چنانچہ دنیا میں جنت والی بیوی نہیں دی گئی جو کہ سراسر رحمت اور فضل ہے، البتہ مرد کی ہی جنس سے ضرور اس کی بیوی بنائی گئی ہے تا کہ اسے سکون حاصل ہو۔

اپنی ہی جنس سے بیوی ہونے میں ایک طرح کا سکون ہوتا ہی ہے کیونکہ انسان فطرتاً اپنی ہی جنس سے مانوس ہوتا ہے، ہر انسان اسی شخص سے زیادہ قربت محسوس کرتا ہے اور زیادہ مانوس ہوتا ہے جس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مماثلت ہو، طبیعت اور مزاج میں، عادات، یا دوسرے شعبوں میں اور اس مماثلت میں ایک ہی جنس کا ہونا بھی ہے۔

اور دوسرا سکون اسے بیوی کے رویے، حسن سلوک اور طرز عمل سے ہوتا ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ مرد کو سکون پہنچانے کا اہتمام کرے۔

چنانچہ نیک اور صالح بیوی کی صفات بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ، وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ.))

(سنن ابن ماجه: ١٨٥٧)

''اگر اس کا خاوند اسے کوئی حکم کرے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اگر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کر دے۔''

اور آدمی کسی کو دیکھ کر خوش کب ہوتا ہے، جب دوسرا شخص خندہ پیشانی سے پیش آئے، نظروں سے ہمدردی اور خیر خواہی جھلک رہی ہو، جب آدمی اس کی طرف سے اپنائیت محسوس کرے، اس کے چہرے پر خوشی کے جذبات اور گرمجوشی کے احساسات نظر آتے ہوں۔

سوال یہ ہے کہ سکون کی ضرورت کا صرف مرد کے لیے ہی کیوں ذکر کیا گیا اور سکون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہنچانے کی ذمہ داری عورت پر ہی کیوں ڈالی گئی ہے حالانکہ سکون تو ہر انسان کی ضرورت ہے اور ہر انسان سکون کے لیے زندگی بھر سرگرداں رہتا ہے۔

تو اصل بات یہ ہے کہ سکون کی، عورت کی نسبت مرد کو زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ یہ اس کی معاشرے میں حیثیت اور ذمہ داریوں کی نوعیت کے تقاضوں کے مطابق ہے، اس اصل، اس قاعدے اور ضابطے اور ضرورت اور تقاضے اور اس کی حقیقت کو اگر نظر انداز کیا جائے تو گھر میں ہرگز سکون نہیں آ سکتا، گھر کا ماحول اچھا نہیں ہوسکتا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے ازدواجی زندگی کو ڈیزائن کیا ہے اس طرح نہیں چل سکتی۔

گھر سے باہر مرد کی ذمہ داریاں کیا ہیں، اس کے کاموں کی نوعیت کیا ہے کہ جس کی بناء پر اسے گھر میں آنے کے بعد سکون کی ضرورت ہوتی ہے؟

آیئے جانتے ہیں۔

سکون ذہنی اور قلبی اطمینان کا نام ہے اور ایک لحاظ سے جسمانی راحت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کی ضد ہے، قلق، اضطراب، بے چینی، گھبراہٹ اور پریشانی وغیرہ۔

سکون کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے اور سکون کا لغوی معنی ہے، ساکن، جامد اور غیر متحرک ہونا، جس حرف پر سکون اور جزم ہو، اسے ساکن کہتے ہیں یعنی غیر متحرک، اس کے برعکس جس حرف پر زیر، زبر، یا پیش ہو اسے متحرک کہتے ہوں۔

تو عورت کا دائرہ عمل معاشرے میں ساکن اور غیر متحرک یا شبہ متحرک کی صورت میں ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (الاحزاب : ٣٣)

”اور اپنے گھروں قرار پکڑو، ٹک رہو۔“

جبکہ مرد کا دائرہ کار وسیع ہے اور متحرک جزو کی حیثیت سے ہے کیونکہ اس کی ذمہ داری کما کر لانے کی ہے، اور مرد جب رزق کی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے بہت سے مسائل اور بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس کا کام جس نوعیت کا بھی ہو، اسے لامحالہ دن میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دو ایک بار کسی ایسی صورت سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس میں غصے سے آدمی کا دماغ کھولنے لگتا ہے، آپ جتنا بھی اچھا بن کر رہنے کی کوشش کریں، کوئی نہ کوئی شخص دن میں آپ کو ایسا ضرور مل جائے گا جو آپ کو جلی کٹی سنا دے گا، جس کے جواب میں اگرچہ آپ کچھ نہ کہیں، خاموش رہیں، مگر اندر ہی اندر سے وہ آپ کو غمگین اور بے چین ضرور کر دے گا۔

کوئی کام جو بظاہر آپ کو بڑا صاف ستھرا، آرام دہ اور پرسکون نظر آتا ہو، اس میں کوئی نہ کوئی پریشانی کا عنصر ضرور موجود ہوتا ہے۔ اکثر صورتوں میں رزق کما کر لانا، دوسروں کے منہ سے نوالا چھیننے کے مترادف ہوتا ہے، آفس جاب عموماً صاف ستھری اور پرسکون معلوم ہوتی ہے، کہ آدمی صبح صاف ستھرے کپڑے پہن کر جاتا ہے، دفتر میں صاف ستھرے اور پڑھے لکھے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کام کرتا ہے اور شام کو آرام سے گھر واپس لوٹتا ہے، مگر حقیقت میں وہ کام بھی اتنا آسان نہیں ہوتا، آفس میں کیا کیا سیاست کھیلی جاتی ہے، ایک دوسرے کے خلاف کیا کیا سازشیں کی جاتی ہیں، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کس طرح کوشش کی جاتی ہے یہ ایک الگ داستان ہے۔

اور اگر وہ کسی سرکاری دفتر میں ونڈو میں بیٹھ کر پبلک ڈیلنگ کرتا ہے تو پھر تو سمجھ لیجئے کہ دن میں اس کا پارہ کوئی سو بار تو اوپر نیچے ہوتا ہوگا، کیونکہ جتنی شکلیں، اتنی عقلیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کا مزاج مختلف بنایا ہے، اس کی عادتیں، اس کا انداز گفتگو اس کی قوت برداشت مختلف بنائی ہے، اور آدمی اگر دن میں سو لوگوں کو ڈیل کرتا ہو تو کم از کم دس پندرہ تو ایسے ضرور مل جائیں گے جو اس کا دماغ گھما کے رکھ دیتے ہوں گے۔

اور اگر آدمی فیلڈ میں کام کرتا ہو، جیسے ٹیکسی کا بزنس ہے، تو پھر تو ایک ساتھ بہت سی پریشانیاں متوقع ہوتی ہیں، اسی طرح آٹو رپیئر کا کام ہو، گراسری سٹور ہو یا ریسٹورینٹ کا بزنس ہو، سب میں، دن میں کئی بار تو تکرار تو ہو ہی جاتا ہے۔

تو جب آدمی دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد، تھکا ہارا، ذہنی، قلبی اور نفسیاتی دباؤ اور پریشانیوں کا شکار ہو کر گھر واپس آتا ہے، تو آپ دیکھتے ہوں گے کہ بسا اوقات وہ آ کر صوفے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر بیٹھتا نہیں بلکہ اپنے آپ کو گرا دیتا ہے اور ایک لمبی سانس لیتا ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ تھکاوٹ سے چور ہو چکا ہے اور گھر آ کر گویا اس نے سکھ کا سانس لیا ہے۔

ایسے میں وہ اپنی بیوی سے کیا توقع کرتا ہوگا، یہی نا، کہ وہ اس کے پاس آ کر بیٹھے، اس کا حال چال پوچھے اور ایسے پیار بھرے اور ہمدردانہ انداز سے بات کرے کہ آدمی محسوس کرے کہ دنیا میں اگر کوئی اس کا صحیح معنوں میں ہمدرد اور غمخوار ہے تو وہ اس کی بیوی ہے۔

لیکن اس کے برعکس اگر اس کے گھر داخل ہوتے ہی، عورت کی چیخ و چنگھاڑ اور طعن و تشنیع سننی پڑ جائے اور شکوے شکایات سننے کو ملیں، تو پھر آپ آدمی کی کیفیت کا اندازہ کر سکتے اور اس کے ردعمل کی توقع بھی کر سکتے ہیں، یا جب آدمی گھر واپس آئے تو اس کی بیوی سر باندھ کر لیٹی ہوئی نظر آئے، جب کہ سارا دن اس نے صوفے پر بیٹھ کر ڈرامے دیکھنے میں صرف کیا ہو، یا ایک طرف آدمی گھر میں داخل ہو رہا ہو اور دوسری طرف عورت جاب کر کے آ رہی ہو اور دونوں نے اپنا اپنا برگر ہاتھ میں پکڑا ہو، تو کون کس کے لیے سکون کا باعث بنے گا اور گھر میں سکون کہاں سے آئے گا۔

ممکن ہے بہت سی عورتیں اپنے خاوند کی اس کیفیت اور ضرورت کو نہ سمجھتی ہوں، لیکن جب ان کا بیٹا وہی کام کر کے آیا ہو تو پھر ان کو بہت ترس اور پیار آتا ہے اور بھاگ بھاگ کر اس کی خدمت کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

تو سکون مرد کی ضرورت ہے اور سکون پہنچانا عورت کی ذمہ داری ہے اور سمجھ دار اور دیندار عورتیں اس کا لحاظ کرتی ہیں اور اپنی ذمہ داری خوب نبھاتی ہیں۔

نیک اور سمجھدار عورت اپنے خاوند کے مزاج کو سمجھتی ہے، اس کے چہرے کے تاثرات سے اس کی خوشی اور پریشانی کو بھانپ لیتی ہے، اسے تسلی دیتی ہے، اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور اس کی غم خواری کرتی ہے۔

ایسی سمجھدار اور ہمدرد و غم خوار عورتوں کی اسلام میں کمی نہیں تھی، اور اب تو گویا دونوں طرف ایسے لوگوں کا قحط پڑ چکا ہے، بہرحال تاریخ اسلامی میں ایسے بہت سے واقعات ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن میں عورت کا اپنے خاوند کی پریشانی میں اس کے غم کا بوجھ ہلکا کرنے میں اک مثالی کردار رہا ہے، سب سے بڑھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہمدردانہ اور مخلصانہ رویہ اور انداز رہا، جیسا کہ واقعہ مشہور ہے، آپ نے سن رکھا ہوگا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں خلوت نشینی فرمایا کرتے تھے، جبریل علیہ السلام جب پہلی بار وحی لے کر آئے تو ان سے مل کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دھک دھک کر رہا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو، چادر اوڑھا دی گئی۔

فرمایا: مجھے تو اپنی جان کا ڈر لگتا ہے، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

((كَلَّا أَبْشِرْ، فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا))

''قطعاً نہیں! خوش ہو جایئے اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔''

((إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ))

(بخاري : ٦٩٨٢)

''آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔'' اسی طرح اور بھی واقعات ہیں۔

تو اک ہمدرد و غم خوار اور وفا شعار عورت کی صفات اور ذمہ داریوں میں ایک یہ بات بھی ہے کہ وہ دین کے معاملے میں مرد کی مددگار بنے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

جب آیت نازل ہوئی:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ (التوبه : ٣٤)

''جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔"

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَبًّا لِلذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ يَقُوْلُهَا ثَلَاثًا .))

"سونے چاندی والوں کے لیے ہلاکت ہو، تین بار فرمایا۔"

((فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .))

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ بات بہت گراں گزری۔"

کیونکہ وہ یہ سمجھے تھے کہ سرے سے سونا چاندی رکھنا ہی منع ہے، جب کہ اس کا مطلب تھا کہ وہ لوگ جو زکاۃ نہیں دیتے۔

((فَقَالُوْا: أَيُّ الْمَالِ نَتَّخِذُ؟))

"چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ پھر ہم کون سا مال رکھ سکتے ہیں؟"

((فَقَالَ: قَلْبًا شَاكِرًا، وَلِسَانًا ذَاكِرًا، وَزَوْجَةً صَالِحَةً .))

(المعجم الأوسط للطبراني: ٢٢٧٤)

"فرمایا: شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان اور نیک بیوی۔"

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

((وَزَوْجَةً مُؤْمِنَةً تُعِيْنُ أَحَدَكُمْ عَلَى أَمْرِ الْآخِرَةِ .))

(ابن ماجة: ١٨٥٦)

"اور ایمان والی بیوی جو تمھیں آخرت کے کاموں میں مدد کرے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاشرے میں بگاڑ کیوں پیدا ہوتا ہے؟

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝٦ ﴾ (التحریم : 6)

انسانی معاشرے میں خرابی اور بگاڑ پیدا ہونا اک حقیقت ہے، اس حقیقت کا اظہار فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کی روشنی میں اس وقت کیا، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے اس فیصلے سے آگاہ کیا کہ:

﴿ إِنِّى جَاعِلٌ فِى ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً ﴾ (البقرہ : ۳۰)

”میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔“

تو انہوں نے عرض کیا:

﴿ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ﴾ (البقرہ : ۳۰)

”کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے نظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا، آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔“

تو فرمایا:

﴿ وَنُقَدِّسُ لَكَ ﴾ (البقرہ : ۳۰)

”میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی نفی اور تردید نہیں فرمائی کہ انسان دنیا میں فساد اور بگاڑ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پیدا کرے گا اور خونریزیاں کرے گا، بلکہ فرمایا: جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

یعنی اس کی تخلیق میں کیا کیا حکمتیں ہیں اور اس سے کیا کیا مطلوب و مقصود ہے، تمہیں معلوم نہیں۔ یہ ایک الگ تفصیل ہے۔

تو معاشرے میں بگاڑ، فتنہ و فساد، لڑائی جھگڑا اور خونریزی کا پیدا ہونا اک حقیقت ہے، انسانی خمیر کے لحاظ سے بھی یہ مسلمہ حقیقت ہے اور تاریخ انسانی کے تناظر میں بھی اک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا کیوں ہے، اس کا سبب کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات اپنی اپنی جگہ پر مکمل طور پر ٹھیک ٹھیک کام کر رہی ہیں، ذرہ برابر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی حکم عدولی نہیں کرتیں، زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، دریا، پہاڑ، بادل، ہوائیں، فرشتے اور دیگر تمام کی تمام مخلوقات ٹھیک ٹھیک کام کرتی ہیں اور ہرگز نافرمانی نہیں کرتیں، ان کی ذرا سی غفلت اور کوتاہی اور تقدیم و تاخیر دنیا کو تباہ و برباد کر کے رکھ سکتی ہے، اگر سیارے مثلاً اپنے اپنے مدار سے نکل جائیں، یا ان کی گردش رک جائے تو پوری دنیا کا نظام درہم برہم اور تہس نہس ہو جائے۔

تو صرف جن وانس ہی ایسی مخلوقات ہیں جو کائنات میں خرابی اور بگاڑ کا سبب بنتی ہیں، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: ٤١)

"خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے۔"

یعنی لوگوں کی بداعمالیوں کے نتیجے میں دنیا میں فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ انسان کی بداعمالیوں کے نتیجے میں ہونے والا فساد صرف لوگوں کے آپس کے لڑائی جھگڑوں اور قتل و خونریزی تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ کائنات کی دوسری مخلوقات بھی اثر انداز ہوتا ہے، وہ مخلوقات جنہیں انسان کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے، وہ انسان کی تباہی و بربادی کا سامان بن جاتی ہیں، جیسا کہ زمین کو ہی لیجئے، جس کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًا ۙ﴿۲۵﴾ اَحۡيَآءً وَّ اَمۡوَاتًا ۙ﴿۲۶﴾ ﴾ (المرسلات : ۲۵ـ۲۶)

''کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی نہیں بنایا، زندوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی۔''

﴿ وَّ جَعَلۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ شٰمِخٰتٍ ﴾ (المرسلات : ۲۷)

''اور اس میں بلند و بالا پہاڑ جمائے۔''

یعنی زمین کو تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کے لیے مضبوط اور ٹھوس بنایا اور پھر اس میں بلند و بالا پہاڑ گاڑ دیئے تاکہ وہ ہلنے نہ پائے، چنانچہ تم آرام سے بلا خوف وخطر اس کی سطح پر زندگی گزارتے ہو اور تم جب فوت ہوتے ہو تو تمہیں اپنے پیٹ میں سمیٹ لیتی ہے۔

تو وہ زمین جو انسان کے قرار اور آرام وسکون کے لیے بنائی گئی تھی، انسان جب بداعمالیاں کرنے لگتا ہے تو اس میں زلزلہ بپا ہو جاتا ہے اور وہ زمین اب انسان کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔

اسی طرح دیگر مخلوقات ہیں جنہیں بنیادی طور پر انسان کی خدمت کے لیے بنایا گیا ہے، مگر جب انسان بداعمالیاں کرتا ہے تو ان کے رویے میں اللہ کے حکم سے تبدیلی آجاتی ہے۔

تو اب سوال یہ ہے کہ انسان کی طرف سے اس بگاڑ کا آغاز کیسے اور کہاں سے ہوتا ہے، تو قرآن و حدیث کی روشنی میں اس سوال کا جواب تلاش کرتے ہوئے ہم اس حقیقت تک پہنچے ہیں کہ معاشرے میں خرابی اور بگاڑ کی بنیاد گھر ہے اور وہیں سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ گھر معاشرے کی اکائی ہوتا ہے۔ بہت سے گھرانے جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں، تو آہستہ آہستہ ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے اور لوگوں کا آپس میں ملنا ناگزیر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو ایسا ڈیزائن کیا ہے کہ ایک دوسرے سے ان کے مفادات وابستہ کر دیئے ہیں: کاروبار، لین دین، رشتہ داریاں اور دیگر مفادات اور مزید یہ کہ ایک دوسرے سے مل کر انسان کی وحشت، گھبراہٹ اور اداسی دور ہوتی ہے، انسان دوسرے لوگوں سے ملتا ہے تو اس کی وحشت دور ہوتی ہے اور جب وہ تنہا ہوتا ہے تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر اداسی چھا جاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((لَمَّا أُسْكِنَ آدَمُ الْجَنَّةَ مَشَى فِيهَا مُسْتَوْحِشًا .))

''آدم علیہ السلام کو جب جنت میں ٹھہرایا گیا تو وہ اس میں اداس اداس پھر رہے تھے۔''

((فَلَمَّا نَامَ خُلِقَتْ حَوَّاءُ مِنْ ضِلَعِهِ الْقُصْرَى مِنْ شِقِّهِ الْأَيْسَرِ لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا وَيَأْنَسَ بِهَا .))

''پھر جب آدم علیہ السلام سو گئے تو ان کی چھوٹی اور بائیں پسلی سے حواء علیہا السلام کو پیدا کر دیا گیا تاکہ آپ اس کے پاس سکون حاصل کریں اور اس سے مانوس ہوں اور آپ کی اداسی ختم ہو جائے۔''

((فَلَمَّا انْتَبَهَ رَآهَا فَقَالَ : مَنْ أَنْتِ؟))

''جب آپ بیدار ہوئے تو انہیں دیکھا اور فرمایا: تم کون ہو؟''

((قَالَتْ إِمْرَأَةٌ خُلِقْتُ مِنْ ضِلَعِكَ لِتَسْكُنَ إِلَيَّ .))

(تفسير القرطبي، سورة البقرة : ٣٥)

''تو انہوں نے فرمایا: ایک عورت ہوں، آپ کی پسلی سے پیدا کی گئی ہوں تاکہ آپ میرے پاس سکون حاصل کریں۔''

اور یہ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ آدمی چاہے اس کو جانتا اور سمجھتا نہ بھی ہو، مگر محسوس ضرور کرتا ہے، حتی کی تمام تر اختلافات کے باوجود سکون اسی کے پاس بیٹھ کر حاصل ہوتا ہے۔

تو ان تمہیدی اور ابتدائی باتوں سے آپ گھر کی اہمیت کو سمجھ گئے ہوں گے، جس کا واضح مطلب ہے کہ معاشرے کو فساد اور بگاڑ سے بچانے کے لیے، گھر کی اصلاح لازمی اور ضروری ہے اور گھر کی اصلاح ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (التحريم : ٦)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر شخص سے اس کے اہل خانہ کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ))

''اللہ تعالیٰ ہر نگران سے اس کی رعیت کے بارے میں ضرور پوچھ گچھ کرے گا۔''

((أَحَفِظَ ذٰلِكَ أَمْ ضَيَّعَ؟))

''کہ اس نے اس کی حفاظت کی، یا اسے ضائع کر دیا؟''

((حَتّٰى يُسْأَلَ الرَّجُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ.))

(النسائی: ۷۹۳۲، السلسلة الصحيحة: ۱۶۳۶)

''حتیٰ کہ آدمی سے اس کے اہل خانہ کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔''

گھر کی اہمیت اور اس کی افادیت کو یوں تو ہر شخص سمجھتا ہے، مگر صرف اس حد تک کہ گھر آرام اور سکون کی جگہ ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں بلکہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں، جو اس سے زیادہ گھر کی اہمیت کو سمجھتے ہوں۔

حقیقت میں گھر ایک ایسی جگہ ہے، جہاں افرادِ خانہ کی تربیت کر کے، انہیں تیار کر کے معاشرے میں اتارا جاتا ہے، اگر گھر کے افراد بری صفات کے حامل ہوں گے، بدتمیز، جاہل، بداخلاق، نشے کے عادی، آوارہ، لوگوں کو تنگ کرنے والے، حلال وحرام کی تمیز نہ کرنے والے، ناچ گانے کے رسیا ہوں گے تو یقیناً معاشرہ اس قسم کے لوگوں کا وجود میں آئے گا۔

اور اگر گھر میں اچھی تربیت کی گئی ہوگی، کہ اچھی اور سلجھی ہوئی گفتگو کرنے والے، بڑوں کا ادب و احترام کرنے والے، پڑوسیوں کو تنگ نہ کرنے والے، حلال اور حرام میں فرق کرنے والے، ایک دوسرے کا تعاون کرنے والے، لوگوں کے خیر خواہ اور غم خوار، نمازوں کی پابندی کرنے والے اور شرم وحیاء والے، تو یقیناً معاشرہ پاکیزہ پر امن ہوگا اور صاف ستھرے لوگوں پر مشتمل ہوگا اور اک مثالی معاشرہ ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ گھر کی اصلاح کیسے ہوتی ہے اور کہاں سے شروع ہوتی ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلے تو گھر کی اصلاح کا مطلب سمجھ لیتے ہیں، گھر کی اصلاح دو چیزوں پر مشتمل ہے۔
اچھائی پیدا کرنا اور برائی کو دور کرنا۔

افراد خانہ کو اچھی صفات کی تربیت دینا اور اچھی صفات کی راہ میں ہر قسم کی روکاوٹ کو دور کرنا۔

مثلاً: آدمی اپنے بچوں اور بچیوں کو اچھا لباس پہننے اور ناچ گانے سے دور رکھنے کی ترغیب دینا چاہتا ہو، تو لازم ہے کہ گھر سے ایسے آلات کو نکال پھینکے، جو انہیں نیم برہنہ لباس کی ترغیب دیتے ہوں اور ناچ گانے کا شوق پیدا کرتے ہوں۔

تو گھر کی اصلاح کے ضمن میں جو سب سے پہلی اور سب سے اہم بات ہے، وہ ہے:
نیک اور صالح بیوی کا انتخاب، حدیث میں ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں:

((تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا ، وَلِحَسَبِهَا ، وَلِجَمَالِهَا ، وَلِدِيْنِهَا .))

''عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔''

((فَاظْفَرَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ .)) (مسلم : ١٤٦٦)

''اور تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔''

اسی طرح دیگر متعدد احادیث میں نیک اور صالح بیوی کو اختیار کرنے اور ترجیح دینے کا حکم آیا ہے۔ نیک بیوی تمام مسائل کا حل ہے، دنیا کی زندگی پرسکون طریقے سے گزارنے میں بھی مددگار اور آخرت بنانے میں مددگار، ثابت ہوتی ہے، آپ کے مال کی حفاظت، آپ کی اولاد کی حفاظت اور آپ کی عزت کی حفاظت بھی کرتی ہے، اگر نیک اور اللہ سے ڈرنے والی نہ ہوگی تو آپ کے مال اور اولاد کی حفاظت کی ضمانت نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ نیک خاوند او نیک بیوی مل کر ہی نیک گھرانہ بنتا ہے اور بچوں کی نیک تربیت کے لیے کم از کم نیک بیوی کا انتخاب ضروری ہے، اور اگر آدمی کو شادی کے وقت اس کی اہمیت کا علم نہ ہو اور بعد میں یہ بات سمجھ آئی ہو، کہ مال کی حفاظت، اولاد کی حفاظت، عزت کی حفاظت اور آخرت کی تیاری کے لیے نیک بیوی کا ہونا ضروری ہے، تو پھر بیوی کی اصلاح کی طرف توجہ دے، گھر کا ماحول دینی بنانے اور بچوں کی تربیت کرنے پر خصوصی توجہ دے، بچوں کی تربیت کے سلسلے میں جہاں انہیں دینی تعلیم سے آگاہ کرنا اور اس کا شوق پیدا کرنا ضروری ہے، وہاں انہیں آداب سکھانا بھی ضروری ہے۔

یوں تو لفظ آداب اپنے اندر بڑے وسیع معانی رکھتا ہے اور ہر قسم کی اچھی صفات پر بولا جاتا ہے، چاہے کسی بھی پہلو اور زندگی کے کسی بھی طبقے سے اس کا تعلق ہو، جیسا کہ آپ سنتے ہوں گے اور کتب احادیث میں بھی ائمہ حدیث نے ابواب باندھے ہیں: کھانے پینے کے آداب، اٹھنے بیٹھنے کے آداب، گفتگو کے آداب، مجلس کے آداب، حتی کہ قضائے حاجت کے آداب وغیرہ۔

مگر ہمارے ہاں آداب کا اک بڑا سطحی سا مطلب لیا جاتا ہے کہ ایک خاص انداز سے گفتگو کرنا، اک خاص انداز سے مجلس میں بیٹھنا اور اک خاص انداز سے چلنا اور کھانا کھاتے وقت کانٹا کس ہاتھ میں پکڑنا اور چھری کس ہاتھ میں پکڑنا وغیرہ، گویا کہ ایک تکلف اور تصنع کا نام آداب رکھ دیا گیا ہے، جبکہ آداب کو اگر صرف گفتگو کے پہلو سے ہی سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ کسی سے گفتگو کرتے وقت بامعنی اور مختصر الفاظ کا استعمال ہو، جس میں کسی کی دل آزاری نہ ہو، بلکہ احترام اور عزت وتوقیر کا پہلو ہو، اس کی گفتگو سے اس کی بلوغتِ عقلی، حلم وبردباری اور سمجھداری کا اظہار ہوتا ہے۔

پہلے لوگ اپنے بچوں کو ایسے آداب سکھانے کا اہتمام کیا کرتے تھے، بالخصوص: خلفاء و وزراء اور حکمران طبقہ، اپنے بچوں کے لیے بڑے بڑے علماء کی خدمات حاصل کیا کرتا تھا، جیسا کہ خلیفہ مأمون نے اپنے دو بیٹوں کو الفراء کے پاس تربیت کے لیے بھیجا۔ ایک روز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب الفراءکسی کام کے لیے اٹھے تو دونوں بھائی بھی اٹھے تا کہ وہ استاد کو جوتے پہنائیں، ہر ایک کی کوشش تھی کہ اسے یہ سعادت حاصل ہو، بالآخر دونوں نے اتفاق کیا کہ دونوں ایک ایک جوتا اٹھائیں گے۔

خلیفہ مأمون کو بات معلوم ہوئی تو انہوں نے ان کے استاذ کو بلایا اور کہا:

"من اعز الناس؟"

اس وقت سب سے معزز ومحترم شخصیت کون ہے؟

تو استاذ نے کہا کہ امیر المؤمنین کے سوا کون ہوسکتا ہے!

کہا: نہیں، سب سے معزز وہ ہے کہ جب وہ اٹھے تو دو ولی عہد اس کے جوتے اٹھانے پر آپس میں مسابقت کریں۔ (وفیات الأعیان، ج٦، ص ١٧٨)

ادب بھری گفتگو سن کر آدمی کو نفسیاتی سکون ملتا ہے، ایک مسرت ہوتی ہے، چاہے بات اس کے پسند کی نہ بھی ہو اور جہاں بات پسند کی بھی تو وہاں خوشی دوبالا ہوجاتی ہے، مگر اس سے زیادہ خود گفتگو کرنے والے کی عزت میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔

حقیقت میں آدمی کی شخصیت کا حسن اس کے آداب میں ہے، اکثر مالدار لوگ اس کی ضرورت اور اہمیت کو نہیں سمجھتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں، کہ ہر کام پیسے سے ہوتا ہے تو آداب کا تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے! یہ صحیح ہے کہ دنیا میں اکثر کام مال ودولت سے ہوتے ہیں مگر لوگوں کے دلوں تک رسائی صرف آداب کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔

آداب یوں تو ہر ایک کے لیے ہیں امیر کے لیے بھی اور غریب کے لیے بھی۔ مگر آداب جچتے امیر آدمی کو ہی ہیں، غریب آدمی اگر ادب سے پیش آتا ہے تو اسے اس کی کمزوری سمجھا جاتا ہے، اور اگر صاحب حیثیت اور مالدار آدمی عاجزی وانکساری اور ادب دکھاتا ہے تو اسے بہت بڑی خوبی سمجھا جاتا ہے کیونکہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ اس کی مجبوری نہیں بلکہ دل سے کر رہا ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ علم اور چیز ہے اور ادب اک دوسری چیز، ضروری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ جس کے پاس علم ہو اس کے پاس ادب بھی ہو، ہم ادب سیکھنے اور اپنے بچوں کو سکھانے کی اہمیت کو کب سمجھیں گے؟ جب ہم اس کی ضرورت محسوس کریں گے بلکہ اس سے بھی پہلے جب ہم یہ تسلیم کرلیں گے کہ ہماری تربیت اس نہج پر نہیں ہوئی۔

ادب کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ ہمارے گھروں میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ بُرے لڑکوں کے ساتھ دوستی نہیں رکھنی، نماز کی پابندی کرنی ہے اور جھوٹ نہیں بولنا وغیرہ، مگر حقیقت میں ادب اپنے اندر وسیع معنے رکھتا ہے، تفصیل ان شاء اللہ پھر کسی وقت عرض کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَخلاق و آداب کی ضرورت و اہمیت

﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ ﴾ (الشمس: ۷ ـ ۱۰)

جن بڑے بڑے اور عظیم الشان کاموں کی اسلام دعوت دیتا، ترغیب دلاتا اور شوق پیدا کرتا ہے اُن میں سے ایک ادب اختیار کرنا بھی ہے، ادب انسان کی ضرورت ہے اور ادب میں ہی انسان کی دنیا و آخرت کی سعادت و فلاح مضمر ہے۔

ادب درحقیقت انسان کے اندر پوشیدہ مثبت قوتوں کو عملی جامہ پہنانے کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح ڈیزائن کیا ہے کہ اُس کے اندر پوشیدہ قوتوں کو، اُن استعدادات اور صلاحیتوں کے ذریعے جو اُس کے اندر ودیعت کی گئی ہیں، درجہ کمال تک پہنچانے کے چیلنج کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھ رکھی ہے اور

﴿ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ ﴾ (الشمس: ۸)

''پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کر دی۔''

چنانچہ وہ اس الہام کو لاشعوری طور پر محسوس کرتا ہے اُس پر غور و فکر کرنے، تربیت حاصل کرنے اور اسے سیکھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، ہر انسان خوش اخلاقی اور بداخلاقی کے فرق کو خوب سمجھتا ہے، اور کوئی بھی شخص برے اخلاق اور بری صفات کی نسبت کو اپنے لیے پسند نہیں کرتا۔

ادب جیسا کہ آپ جانتے ہیں تمام اچھی صفات کو مشتمل ہے، ادب ہر کام کو درست اور موزوں طریقے سے کرنے کا نام ہے، وہ قول ہو یا فعل، اور ادب زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، کوئی عمل اور کوئی شعبہ اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قوموں کی زندگی میں ادب کتنا اہم ہوتا ہے، اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ہر قوم چاہے کتنی ہی پس ماندہ، ان پڑھ اور جاہل کیوں نہ ہو، اس کے ہاں بھی زندگی گزارنے کے کچھ نہ کچھ آداب ضرور ہوتے ہیں، جیسا کہ اسلام سے پہلے کے دور کو دور جاہلیت کہا جاتا ہے مگر اس کے باوجود اُن کے ہاں بعض بڑی اچھی صفات پائی جاتی تھیں اور وہ بہت اچھے آداب رکھتے تھے، جنھیں اسلام نے آ کر اُن کی نوک پلک سنوار دی۔

اسلامی آداب اور دیگر اقوامِ عالم کے آداب میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ اِن کی بنیاد دین ہے، اگرچہ یہ دنیا کی زندگی خوش اسلوبی سے گزارنے کے طریقے ہیں مگر ان کے پیچھے عقیدہ توحید ہے، ایمان بالآخرت ہے، اور یہ کہ اسلامی آداب عین فطرت کے مطابق ہیں۔

اسلامی آداب کتنے خوبصورت، کتنے بلند پایہ اور قابلِ رشک ہیں کہ اغیار اُن پر ہم سے حسد کرتے ہیں، جیسا کہ احادیث میں ہے ایک حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ حُسَّدٌ))

''یہودی بڑے حاسد لوگ ہیں۔''

((وَإِنَّهُمْ لَا يَحْسُدُوْنَنَا عَلَى شَيْءٍ كَمَا يَحْسُدُوْنَنَا عَلَى السَّلَامِ وَعَلَى آمِيْنَ)) (السلسلة الصحيحة : ٦٩١ ، ابن خزيمة : ٥٥١)

''وہ ہم سے کسی چیز پر ایسا حسد نہیں کرتے جیسا سلام پر اور آمین پر حسد کرتے ہیں۔''

اور ایک حدیث میں ہے، حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ يَرْجُوْنَ أَنْ يَقُوْلَ لَهُمْ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ))

''یہودی لوگ آپ ﷺ کے پاس چھینکتے تھے یہ امید کرتے ہوئے کہ آپ ﷺ انھیں جواب میں یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ کہیں گے کہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔''

((فَيَقُوْلُ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ)) (ترمذي : ٢٧٣٩)

مگر آپ ﷺ فرماتے: ''(يهديكم الله ويُصلح بالكم) اللہ تمھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہدایت دے اور تمھارا حال درست فرمائے۔“

چھینکنے کے آداب تو یہ ہیں کہ چھینکنے والا: الحمد للہ کہے اور سننے والا: یرحمك اللّٰه کہے کہ اللہ تم پر رحم فرمائے اور جواب میں پھر چھینکنے والا: یھدیکم اللّٰه ویصلح بالکم کہے۔

مگر آپ ﷺ یرحمکم اللّٰه کے بجائے یھدیکم اللّٰه ویصلح بالکم فرماتے، کیونکہ رحمت کی دعا خاص ہے، اہل ایمان کے لئے، البتہ آپ ﷺ ان کے لیے ہدایت کی دعا فرما دیتے۔

اب اندازہ کریں کہ چھینک جسے ہمارے معاشرے میں کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی، پہلے تو چھینک کو رنگارنگ کی آوازوں کے ساتھ چھینکا جاتا ہے، بالخصوص اُس کا اختتام تو بعض لوگ بہت ہی بدتہذیبانہ انداز میں کرتے ہیں اور پھر اس موقع پر سننے والے کی طرف سے عموماً ایک ملتا جلتا جملہ کہا جاتا ہے کہ عافیت ہو، صحت ہو، صبر، جیبو (یعنی جیو) ان میں سے جو سب سے زیادہ مناسب جملہ ہے وہ تو ہے God Bless You۔

مگر اسلام میں چھینکنے کے آداب ان سب سے مختلف، بامعنی اور مکمل آداب ہیں، چھینکنے والا اگر الحمد للہ نہ کہے تو اسے یرحمک اللہ کے ساتھ جواب نہ دیا جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے اور اگر وہ الحمد للہ کہے تو پھر اسے یرحمک اللہ کہا جائے اور جواب میں پھر چھینکنے والا یھدیکم اللّٰه ویصلح بالکم کہے۔

یہاں قابل غور نقطہ یہ ہے کہ اگر چھینکنے والا مسلمان بھی ہو مگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو یرحمک اللہ کہنا جائز نہیں، چہ جائیکہ نان مسلم بھی ہو اور الحمد للہ بھی نہ کہے چنانچہ اسے Bless You کہنا جائز نہیں البتہ اس کے لیے ہدایت کی دعا کر سکتے ہیں۔

بہت سے مسلمان جہاں ایک طرف ان اسلامی آداب سے واقفیت نہیں رکھتے وہاں دوسری طرف وہ مغرب کی تہذیب سے متاثر ہوتے ہوئے Bless You کہتے ہیں۔

اسی طرح جمائی کے آداب بھی ہیں، جیسا کہ ایک ہی حدیث میں چھینک اور جمائی کے آداب بتلائے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ .))

''اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔''

((فَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ، فَحَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يُشَمِّتَهُ .))

''اور اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو ہر سننے والے مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس کی چھینک کا جواب دے جو کہ: یرحمك الله ہے۔''

((وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ .))

''جبکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہے، پس جہاں تک ممکن ہو اس کو روکے۔''

((فَإِذَا قَالَ: هَا، ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ .))

(صحيح البخاری: ٦٢٢٣)

''جب وہ جمائی لیتے ہوئے ہا کرتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔''

آپ نے کبھی دیکھا ہے کسی ایسے شخص کو جمائی لیتے ہوئی جو جمائی کے آداب سے واقف نہ ہو، کس طرح پورا منہ کھول کر ہاہا کر رہا ہوتا ہے، اس کے چہرے کا کیا حلیہ بن جاتا ہے اگر اس وقت آئینے میں وہ اپنی شکل دیکھ لے تو وہ خود بھی بہت شرمندہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی آداب انسان کی ضرورتوں اور اس کے فطری تقاضوں کے عین مطابق ہیں اور اسلامی ہدایت و رہنمائی انسان کی دنیا و آخرت کے لیے کامل اور مکمل اور سب سے بہتر رہنمائی ہے، چنانچہ آپ ﷺ ہر خطبے میں یہ بات ارشاد فرماتے:

((وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيِ مُحَمَّدٍ ﷺ .))

''سب سے بہتر ہدایت و رہنمائی محمد ﷺ کی ہدایت و رہنمائی ہے۔''

اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى ۝٤ ﴾ (النجم: ٣-٤)

''آپ (ﷺ) اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے، جو بھی بات کرتے ہیں اللہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے وحی کی گئی ہوتی ہے۔''

''تو اسلامی آداب صرف دنیا کی زندگی کے لیے ہی نہیں ہیں بلکہ آخرت کی کامیابی کے لیے بھی ہیں۔''

جمائی سے متعلق یہ عقیدہ آپ کو اسلام کے سوا دنیا کے کسی دین و مذہب اور نظام میں نہیں ملے گا کہ آدمی جب جمائی لیتے ہوئے منہ کھول کر ہا کرتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

((اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلٰى فِيْهِ ، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ .)) (صحيح مسلم: ٢٩٩٥)

''جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کو بند کرے، کہ شیطان اس میں داخل ہوتا ہے۔''

اب جو شخص ان باتوں پر ایمان نہ رکھتا ہو، اسے ان پر عمل کی کیسے توفیق حاصل ہوگی، اور جو شخص ان باتوں سے ناواقف ہو وہ سنت پر اور ان آداب پر عمل کر کے کیسے ثواب حاصل کر پائے گا۔

یہ آداب یوں تو بڑے بنیادی سے ہیں کہ جن کی تعلیم اور تربیت گھر میں دی جاتی ہے، مگر چونکہ ہمارے گھروں میں ان کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور اکثر و بیشتر ان کا سبب دین سے ناواقفیت ہوتی ہے، بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا گیا ہے جو پڑھے لکھے، دین دار اور عمر رسیدہ بھی ہوتے ہیں، مگر ان بنیادی آداب سے ناواقف ہوتے ہیں۔

البتہ کچھ آداب ایسے ہیں کہ تقریباً ہر مسلمان کو ان کی کچھ نہ کچھ سوجھ بوجھ ضرور ہوتی ہے، مگر وہ بعض اوقات تکبر اور انا کی نذر ہو جاتے ہیں، جیسا کہ سلام ہے۔

ایک دوسرے کو ملتے وقت سلام کرنے کی اہمیت سے تو آپ واقف ہی ہیں کہ یہود مسلمانوں سے اس بات پر حسد کرتے ہیں، مگر ہمارے ہاں بعض دولت مند، اور عہدہ و منصب والے، یا جنھیں عام اصطلاح میں بڑے لوگ کہا جاتا ہے وہ کسی غریب آدمی کو سلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں بلکہ اُن کے سلام کا جواب دینے میں بھی خفت محسوس کرتے ہیں، چنانچہ اُن کے سلام کے جواب میں یا تو ''ہوں'' کہہ دیں گے یا کوئی اور بات شروع کر دیں گے کہ سنا بھئی کیا حال ہے! وغیرہ۔

تو اسلام نے سلام کے ایسے آداب مقرر کئے ہیں کہ جن میں امیر اور غریب کا کوئی فرق اور امتیاز نہیں رکھا گیا، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ ، وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ ، وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ .)) (صحيح مسلم: ٢١٦٠)

''سوار پیدل چلنے والے کو سلام کہے، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کہیں۔''

سلام کرنے کے ان ضوابط میں نہ کسی کی توہین ہے اور نہ کسی کی بڑائی ہے، اس میں ایک دوسرے کے لیے خیر خواہی کی دعا ہے اور ان دعائیہ کلمات کے کہنے والے کو اجر و ثواب ہے۔

بعض قوموں کے ہاں خیر مقدمی آداب کا بڑا توہین آمیز انداز ہوتا ہے، جیسا کہ کسی کے سامنے اتنا جھک جانا کہ رکوع کی شکل اختیار کر جائے، جیسا کہ جاپانیوں کے ہاں ہے۔

اور اسی طرح ہندوستان میں بڑوں کے ادب و احترام میں ان کے پاؤں کو چھونا، تو اس انداز میں انسانیت کی تذلیل ہے۔

اور اسلام میں صرف اس بات کی خواہش کرنا کہ لوگ اس کے لیے تعظیماً کھڑے ہوں، سخت ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے بلکہ ایسے شخص کے لیے ایسی شدید وعید آئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَاماً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .))

''جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بار حضرت ابن الزبیر اور ابن عامر کے پاس تشریف لے گئے تو ابن عامر کھڑے ہو گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِجْلِسْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: ((مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.))

(سنن ابی داود: ٥٢٢٩)

''بیٹھ جاؤ کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

لہٰذا ہمارے ہاں سکولوں میں ٹیچرز کے لیے جو کھڑا ہونے کا رواج ہے وہ سراسر غیر اسلامی ہے، ٹیچرز کا احترام اپنی جگہ مگر کسی بھی خلافِ سنت کام میں ادب و احترام نہیں ہوسکتا، وہ بے ادبی ہے، بالخصوص جب کہ اس قدر شدید وعید ہو کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینے کا کہا گیا ہو۔ کچھ لوگ استاد کے لیے علم کی تکریم کے طور پر کھڑا ہونے کو جائز سمجھتے ہیں، مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَکَانُوْا اِذَا رَأَوْهُ لَمْ یَقُوْمُوْا لِمَا یَعْلَمُوْنَ مِنْ کَرَاهِیَتِهٖ لِذٰلِكَ.))

(سنن ترمذی: ٢٧٥٤)

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک آپ ﷺ سے زیادہ محبوب شخصیت تو کوئی نہ تھی، مگر وہ جب آپ ﷺ کو دیکھتے تو آپ ﷺ کے لیے کھڑے نہ ہوتے، کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ اسے ناپسند فرماتے ہیں۔''

ہاں اگر کوئی شخص سفر سے لوٹا ہو، یا دیر بعد ملاقات ہو رہی تو خوشی سے کھڑے ہو کر ملنے کو علماء کرام جائز سمجھتے ہیں جس سے اس کی تعظیم مقصود نہ ہو۔

تو سلام دنیا کی زندگی کے آداب ہی نہیں بلکہ یہ ایک عقیدہ ہے، نیکی اور ثواب ہے، سلام اللہ تعالیٰ کے نام السلام سے ماخوذ ہے جس کا معنی سلامتی ہے، آپ جب کسی کو السلام علیکم کہتے ہیں تو مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر سلامتی ہو، یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ اسلام میں سلام کی اہمیت کا اندازہ کیجیے کہ جنت میں بھی سلام ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے الفاظ سے جنتیوں کا خیر مقدم کیا جائے گا، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾﴾ (الرعد: ٢٣-٢٤)

"ملائکہ ہر طرف سے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہے، تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا، پس کیا ہی خوب ہے آخرت کا گھر۔"

سلام کی اہمیت کا ایک یہ انداز بھی ملاحظہ کیجئے، حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال: ((اَتَى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ ﷺ .))

"جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے۔"

فَقَالَ: ((يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِيْهِ اِدَامٌ اَوْ طَعَامٌ اَوْ شَرَابٌ .))

"اے اللہ کے رسول ﷺ یہ خدیجہ آپ کے پاس آرہی ہیں ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں کوئی سالن ہے، شوربہ ہے یا کھانا ہے۔"

((فَاِذَا هِيَ اَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي .))

"پس جب وہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے سلام کہیے گا اور میری طرف سے بھی۔"

((وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ .)) (صحيح البخاری: ٣٨٢٠)

"اور انہیں جنت میں موتیوں کے ایک گھر کی خوشخبری دے دیجئے، جس میں کوئی شور شرابہ ہوگا اور نہ تکلیف وتھکن ہوگی۔"

اور ایک حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہنچایا، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلامُ، وَعَلٰی جِبْرِیْلَ علیہ السلام وَعَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ.))

''اللہ تعالیٰ ہی السلام ہیں، جبریل علیہ السلام پر سلام ہو، اور اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر بھی سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سمجھداری اور فقاہت کا اندازہ کیجئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ پر سلام نہیں بھیجا بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ پر سلام بھیجنے سے منع بھی کیا گیا ہے:

((لَاتَقُوْلُوا السَّلَامَ عَلَی اللّٰہِ فَإِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ))

(نسائی: ١١٦٨)

''یہ مت کہو کہ اللہ تعالیٰ پر سلام ہو، کہ اللہ تعالیٰ ہی سلام ہے۔''

یہ اخلاق و آداب جہاں دنیا کی زندگی کو سنوارتے ہیں وہاں یہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ﴾ (آل عمران: ١٥٩)

''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ اِن لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہیں ورنہ اگر کہیں آپ تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب آپ کے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔''

تو ادب انسان کی زندگی میں بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے، ادب سے انسان کو معاشرے میں عزت واحترام ملتا ہے، ادب سے دیگر بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، ادب کی اہمیت اور ترغیب وتاکید کے حوالے سے علماء کرام کے بہت سے اقوال ہیں، جو پھر کسی وقت ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاق و آداب انسان کی بنیادی معاشرتی ضرورت

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝﴾

(الشمس: ۷ ۔ ۱۰)

گزشتہ جمعے اخلاق و آداب کی ضرورت و اہمیت پر بات ہورہی تھی جس میں ہم نے عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں یہ جانا کہ اخلاق و آداب انسان کی بنیادی ضرورت ہیں۔

کوئی شخص اور کوئی قوم اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، زندگی کا کوئی شعبہ اور پہلو مستثنیٰ نہیں ہے، اندازہ کیجئے جب قضائے حاجت تک کے آداب کی بھی تعلیم دی گئی ہو، تو پھر اور کون سا پہلو اس سے مبرا ہوسکتا ہے!

اخلاق و آداب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ اخلاقیات کے خزینے سے ایک خلق حیا ہے، اور حیا کی اہمیت حدیث میں یوں بیان کی گئی ہے کہ:

((إِذَا لَمْ تَسْتَحِي فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ)) (صحیح البخاری : ٦١٢٠)

''اگر تمھیں حیا نہ آئے تو پھر جو چاہو کرو۔''

یعنی اگر کسی میں حیا باقی نہ رہے تو پھر اس سے ہر بُرے کام کی توقع کی جاسکتی ہے، کیونکہ ایک حیا ہی برائی میں مانع ہوتی ہے، اور جب حیا ختم ہوجائے تو پھر برائی کے راستے کی تمام رکاوٹیں ختم ہوجاتی ہیں، حیا کے بغیر زندگی کس قدر بے ڈھنگی ہوتی ہے شاعر کہتا ہے:

فَـلَا وَاللّٰهِ مَـافِـي الْعَيْشِ خَيْرٌ
وَلَا الـدُّنْيَـا إِذَا ذَهَـبَ الْحَيَـاءُ

واللہ! اگر حیا نہ ہو تو زندگی میں کوئی خیر ہے اور نہ دنیا میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو مجموعی طور پر اخلاقیات ایک اتنی بڑی حقیقت ہیں کہ قوموں کے عروج و زوال میں سب سے بڑا اور نمایاں کردار اخلاقیات کا ہی ہوتا ہے۔

چنانچہ شاعر کہتا ہے:

إِنَّـمَـا الْأُمَـمُ الْأَخْلَاقُ مَابَقِيَتْ

فَإِن هُمُوْ ذَهَبَتْ أَخْلَاقُهُمْ ذَهَبُوْا

”قومیں اپنے اخلاق کی بدولت زندہ رہتی ہیں، اگر اخلاق ختم ہوئے تو قومیں بھی نیست و نابود ہوگئیں۔“

اس وقت انسانی معاشرے میں اخلاق و آداب کا جس طرح دیوالیہ ہو چکا ہے، وہ کسی پر مخفی نہیں اور زندگی کے تمام شعبوں میں وہ واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

عمومی طور پر غیر مسلم اقوام کا جو حال ہے وہ تو سب پر عیاں ہے مگر افسوس یہ ہے کہ امت مسلمہ کی بھی ایک کثیر تعداد ہو بہو اُن کے نقش قدم پر چلتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔

مسلمان قوم کہ جس کی ذمہ داری میں شامل ہے لوگوں کی رہنمائی کرنا، ان کی اصلاح کرنا:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

”دنیا میں تم ہی وہ بہترین امت ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔“

مگر افسوس کہ آج وہ خود اس قدر بھٹکی ہوئی ہے کہ اُس کی حالت قابلِ رحم ہے، وہ رہنمائی کرنے کے بجائے خود کسی رہنما کی تلاش میں ہے۔

اسی وقت انسانی معاشرہ صرف اس حد تک ہی بے راہ روی کا شکار نہیں کہ اس نے اخلاقیات کو پس پشت ڈال رکھا ہے، بلکہ اس سے کہیں آگے نکل چکا ہے اور ایک انتہا پر جا ٹھہرا ہے حتی کہ احساس زیاں ہی ختم ہو گیا ہے، بداخلاقی کو بداخلاقی نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایک قدم اس سے بھی آگے ہے کہ اس بدتہذیبی کو تہذیب سمجھا جانے لگا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس سے بڑھ کر کسی قوم کی اخلاقی پستی کیا ہوگی کہ اگر کوئی شخص بدزبان، بداخلاق اور بدکردار ثابت ہو چکا ہو اور اس شخص کو کسی ملک کا صدر یا وزیراعظم بنا دیا جائے، تو اس صورت میں وہ اخلاقی پستی ایک شخص اور فرد کی نہیں ہوگی بلکہ پوری قوم کی ہوگی جو ایک ایسے شخص کو اپنا لیڈر اور رہنما دیکھنا چاہتی ہو۔

آپ نے کبھی غور کیا کہ کسی بدکردار شخص کو یہ جرأت کیونکر ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک رہنما کے طور پر پیش کر سکے یہاں تک کہ وہ اپنے اوپر لگے بدکرداری کے الزامات کو صاف کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کرتا ہو؟

وہ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے لیڈر کے طور پر پیش کرنے کی جسارت اس لیے کر پاتا ہے کہ اس کو معلوم ہے کہ معاشرہ اُس جیسی ذہنیت رکھنے والے لوگوں سے بھرا پڑا ہے، جو بدکردار کو بدکردار نہیں سمجھتے، بداخلاق کو بداخلاق نہیں سمجھتے، ان کے ہاں اخلاقیات کی کوئی قدر و قیمت نہیں، ان کے ہاں آداب کا کوئی لحاظ نہیں، ان کے ہاں حیا کوئی معنی نہیں رکھتی۔

اور اس سے بھی بڑھ کر معاشرے کی بے راہ روی، بدنصیبی اور بدبختی کا ایک سبب یہ ہے کہ مصلحین ناپید ہو چکے ہیں اِلا ماشاء اللہ، کوئی رہنمائی کرنے والا اور اصلاح کرنے والا نہیں، کوئی اُن کو یہ بتانے والا نہیں ہے کہ اُن کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے! اور کسی کو زندگی میں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ اس کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے تو پھر اس پر یہ حقیقت تب منکشف ہوتی ہے جب موت کی جان کنی حق لے کر پہنچتی ہے:

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ (ق: ١٩)

''موت کی سختی حق کے ساتھ آ گئی۔''

﴿ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲﴾

''یہی ہے جس سے تو بدکتا پھرتا تھا۔''

﴿لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ㉒﴾ (ق: ٢٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اسی چیز کی طرف سے تو غفلت میں تھا، ہم نے وہ پردہ ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا اور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔“

آج تجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ تیرا اصل مسئلہ کیا تھا، وہی، کہ تو نے زندگی میں جسے نظر انداز کر رکھا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑے دھوکے میں ہے، اپنے آپ کو بھی دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے اور دوسروں کو بھی، لوگوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کا دم بھرتے ہو اور اپنی خبر نہیں، یہ خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے!

قرآن کہتا ہے:

﴿قُوٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحريم : ٦)

”اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ۔“

مگر مشاہدہ یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر ہے اور نہ اولاد کو، خود بھی بے راہ روی کا شکار ہیں اور اولاد کو اغیار کے رحم و کرم پر چھوڑ رکھا ہے، معاشرے کے حوالے کر رکھا ہے، مگر لوگوں کے غم میں ٹسوے بہا رہے ہیں۔

اور یہ حالت محض کسی ایک فرد کی نہیں، بلکہ یہ عوام کا ایک مجموعی رجحان ہے۔ ہم سارا سارا دن ملکی حالات جاننے کی فکر اور بریکنگ نیوز کے انتظار میں رہتے ہیں کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے، گویا ہم ملکی حالات کی بہتری کے لیے بڑے فکر مند ہوتے ہیں، اگرچہ ایک حد تک یہ بات درست بھی ہے کہ فکر مند ہونا بھی چاہیے، مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ ہماری زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ ہے یا اس سے بڑا مسئلہ بھی کوئی ہے؟

یقیناً اس سے بڑا مسئلہ بھی ہے اور جس کے مقابلے میں دنیا کے تمام مسئلے، تمام پریشانیاں، تمام فکر مندیاں صفر ہیں اور وہ ہے آخرت کا مسئلہ، جو موت کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے، اور پچاس ہزار سال تک جاری رہے گا اور ایک ایک لمحے اور ایک ایک ذرے کا حساب دینے کے بعد لوگ دو قسم کے گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے، چنانچہ دو قسم کے ٹھکانے اُن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے منتظر ہوں گے:

﴿ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝ ﴾ (الشوری: ۷)

’’ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک فریق جہنم میں ہوگا۔‘‘ تیسرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔

تو کیا ہم نے اپنے اصلی، حقیقی اور سب سے بڑے مسئلہ کو بھی کبھی اتنی ہی توجہ دی ہے اور اُس کے لیے اتنی ہی فکر مندی ظاہر کی ہے؟ حالانکہ اس مسئلے کو دنیا کے مسئلوں کے برابر نہیں بلکہ ان سے کہیں زیادہ فکر مندی اور توجہ کی ضرورت ہے۔

ہم اس دور کے مسلمان معاشروں کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بلا مبالغہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم میں سے اکثریت کا یہ حال ہے کہ انھیں اپنے اصلی اور سب سے بڑے مسئلے کی قطعاً فکر نہیں ہے۔

جس شخص کو اپنے حقیقی اور سب سے بڑے مسئلے کی فکر ہو کیا وہ دنیا کے مسئلوں میں الجھا رہ سکتا ہے، کیا وہ کسی ناچ گانے والے کو اپنا آئیڈیل بنا سکتا ہے، کیا وہ اپنا مال، اپنی صلاحیتیں اور قوتیں اس کے لیے صرف اور وقف کرسکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔

کیونکہ اسے معلوم ہے کہ آدمی دنیا میں جس سے محبت کرتا ہے، جس کو ترجیح دیتا ہے، وہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا، گویا کہ جو ٹھکانہ ناچ گانے والوں کا ہوگا وہی اس کا بھی ہوگا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ ﴾ (النساء: ۱٤٠)

’’اور اللہ تعالیٰ تمھارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے۔‘‘

﴿ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ﴾

’’کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو، تو اس مجمع میں اُن کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک کہ وہ اس کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

علاوہ کوئی اور باتیں نہ کرنے لگیں۔''

﴿ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ ﴾

''ورنہ تم بھی انہی جیسے ہوگے۔''

﴿ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ ﴾ (النساء : ١٤٠)

''یقیناً اللہ تعالیٰ تمام منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے''۔

اور یہی حکم اس طرح کی خوشی اور شادی بیاہ کی تقریبات منعقد کرنے والوں اور ان میں شریک ہونے والوں کا ہے کہ جہاں ناچ گانا ہو رہا ہو اور لوگ پھر بھی وہاں بیٹھے رہیں کہ کہیں میزبان ناراض نہ ہو جائے، یعنی معاذ اللہ، اللہ ناراض ہو جائے تو کوئی بات نہیں، دوست اور رشتہ دار ناراض نہ ہوں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑانا نہیں تو اور کیا ہے! یہ کوتاہ نظری اور نادانی نہیں تو اور کیا ہے! اور یاد رکھیں ناچ گانا سادہ گناہ نہیں ہے بلکہ سنگین گناہ ہے۔

اور وہ یوں کہ حدیث میں آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ .))

''میری تمام امت سے درگزر کیا جائے گا سوائے مجاہرین کے، سرعام اور علی الاعلان معصیت کرنے والوں کے۔''

((وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ اَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلاً ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، فَيَقُوْلُ: يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ ، كَذَا وَكَذَا ، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ .)) (صحيح البخاری: ٦٠٦٩)

''علی الاعلان معصیت کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص رات کی تاریکی میں کوئی گناہ کرتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہوتی ہے، مگر وہ خود لوگوں کو بتلاتا پھر رہا ہوتا ہے کہ اے فلاں! میں نے گذشتہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رات یہ یہ کچھ کیا ہے۔ رات کو اس کا رب اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اور وہ خود صبح کو اللہ تعالیٰ کے اس پردے کو چاک کر دیتا ہے۔"

جب رات کی تاریکی میں کیئے گئے گناہ کو لوگوں کے سامنے ذکر کرنا سرعام گناہ کرنا کہلاتا ہے، تو جو گناہ ہو ہی دن کی روشنی میں اور ہزاروں کے مجمع میں اور پھر اس کا گناہ پوری دنیا میں دیکھا جا رہا ہو، تو اس کی سنگینی کا عالم کیا ہوگا۔

اور اس گناہ کی سنگینی بس اتنی ہی نہیں ہے، بلکہ اس کی سنگینی کا ایک اور پہلو بھی ہے جو کہ ملکی حالات سے متعلق ہے، جس کی ہمیں بہت فکر رہتی ہے اور وہ یہ کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴾ (بني اسرائيل: ١٦)

"جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، تو اُس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں فسق و فجور برپا کرنے لگتے ہیں، تب عذاب کا فیصلہ اُس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔"

تو یہ گناہ کتنا سنگین ہے، اور مستقبل کے ملکی حالات کی کس طرح منظر کشی اور پیشین گوئی کرتا ہے، کند سے کند ذہن رکھنے والا شخص بھی بآسانی اس کو سمجھ سکتا ہے۔

تو یہ گناہ سادہ نہیں، بلکہ مرکب در مرکب سنگین ہے، موجودہ اور آئندہ آنے والی نسلوں کی اخلاقی تباہی کا خفیہ نہیں بلکہ برملا اور علی الاعلان منصوبہ ہے۔

مگر افسوس اُن سادہ لوح مسلمانوں پر ہے جو اس کے دام میں آ گئے، اور شاید اُن کا بھی اتنا قصور نہ ہو کہ فتنہ ہوتا ہی اتنا شدید ہے کہ بڑے بڑے اصحاب علم بھی اس میں پھنس جاتے ہیں، فتنوں کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے جو کسی پر ہو جائے، ورنہ فتنوں کے سامنے بڑے بڑوں کی عقل ماؤف ہو جاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((وَضَعَ اللّٰهُ فِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَمْسَ فِتَنٍ .))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ نے اس امت میں پانچ فتنے رکھے ہیں۔''

چار فتنوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

((ثُمَّ فِتْنَةٌ تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ .))

''پھر ایک تلاطم خیز فتنہ ہوگا سمندر کی موجود کی طرح تھپیڑے مارتا ہوا۔''

((وَهِـيَ الَّتِـيْ يُصْبِحُ النَّاسُ فِيْهَا كَالْبَهَائِمِ .)) (مصنف ابن ابي شيبة ، كتاب الفتن : ٣٧١٥٧)

''اور وہ فتنہ ہوگا کہ لوگ اس میں جانوروں جیسے ہو جائیں گے۔ مطلب یہ کہ ان کی عقلیں کام نہیں کریں گی۔''

اور ایک حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((تُنْزَعُ عُقُوْلُ أَكْثَرِ ذَلِكَ الزَّمَانِ .)) (ابن ماجة : ٣٩٥٩)

''اس فتنے کے وقت اس دور کے اکثر لوگوں کی عقلیں سلب کر لی جائیں گی۔''

پہلے تو فتنوں کو سمجھنا مشکل اور پھر سمجھ لینے کے بعد بچنا مشکل۔ جیسا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((إِنْ نَاقَدْتَ ، نَاقَدُوْكَ .))

''اگر تم اصلاح کے لیے لوگوں کا نقد کرو گے، تو وہ تم پر تنقید کریں گے۔''

((وَإِنْ تَرَكْتَهُمْ لَمْ يَتْرُكُوْكَ .))

''اور اگر تم انھیں اُن کے حال پر چھوڑ بھی دو گے، تو وہ تمھیں نہیں چھوڑیں گے۔''

((وَإِنْ هَـرَبْـتَ مِنْهُمْ أَدْرَكُوْكَ)) (الـعـلـل المتنـاهية : ٢/ ٧٣٢ ، مختصر تاريخ دمشق ، ج : ٢٠ ، ص : ٣٧)

''اور اگر تم ان سے بھاگو گے تو وہ تمھارا پیچھا کریں گے۔''

لہٰذا اگر اپنا ایمان بچانے اور اپنی آخرت بچانے کی فکر ہو، تو فتنوں کی احادیث کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

انسان کتنی جلدی اور کس طرح غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر فتنے کا شکار ہو جاتا ہے، بڑے بڑے اصحابِ عقل و دانش، اصحابِ شرف وفضیلت اور تقوی و پرہیز گاری کے مینار بے بس ہو جاتے ہیں اور فتنوں کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔

ایک چھوٹا سا واقعہ ملاحظہ کیجئے: کہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں وفد بنو تمیم پر کسی ایک کو امیر مقرر کرنے کی طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی دوسرے آدمی کا نام تجویز کیا۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِنَّمَا اَرَدْتَ خِلَافِیْ .))

''تم نے تو بس میری مخالفت کرنا چاہی ہے۔''

فَقَالَ عُمَرُ: ((مَا اَرَدْتُ خِلَافَكَ .))

''تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھاری مخالفت کرنا مقصود نہ تھا۔''

((فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ .))

''تو نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں ان کی آوازیں ایک دوسرے پر بلند ہونے لگیں تو آیت نازل ہوئی: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ (الحجرات : ۲)

''اے ایمان والو! نبی ﷺ کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو' اور فرمایا:'' کہ کہیں تمھارے عمل ضائع نہ ہو جائیں۔'' (صحیح البخاری: ۷۳۰۲)

تو راوی حدیث ابن ابی مُلَیْکَة رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا)) (صحيح البخاري : ۷۳۰۲)

''قریب تھا کہ امت کے سب سے بہترین دو آدمی ہلاک ہو جاتے۔''

تو جب امت کے سب سے بہترین لوگوں کا یہ حال ہے کہ جو سو فیصد فتنوں سے بچنے کی کوشش بھی کرتے تھے، تو پھر فتنوں کے حوالے سے ہمارا حال کیا ہو سکتا ہے کہ جو'' آ بیل

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مجھے مار" کہتے ہیں اور بڑے شوق سے فتنوں میں کودتے ہیں، لہٰذا فتنوں کی سنگینی کو سمجھیں اور ان سے بچنے کی کوشش کریں ورنہ دنیا بھی ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور آخرت بھی۔

فتنوں سے آپ ﷺ نے امت کو کس طرح خبردار کیا ہے ان میں یہ ایک حدیث پھر سن لیں جو پہلے بھی کئی بار بیان کی جا چکی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((سَتَكُوْنُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ .))

"عنقریب ایسے فتنے پیدا ہوں گے کہ بیٹھا ہوا شخص کھڑے شخص سے بہتر ہوگا۔"

((وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ .))

"کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا۔"

((وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ .))

"اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔"

((مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ .))

"جو شخص دور سے بھی جھانکے گا ان میں مبتلا ہو جائے گا، یعنی وہ فتنے اسے بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔"

((فَمَنْ وَجَدَ فِيْهَا مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ .))

(صحيح البخاری: ۷۰۸۲۔ صحيح مسلم: ۲۸۸۶)

"اس وقت جس کو جہاں کوئی ٹھکانہ اور پناہ ملے پناہ حاصل کر لے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخلاق و آداب کی موجودگی خوش سیرتی اور شائستگی کی دلیل

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝﴾

(الشمس : ۷-۹)

انسانی زندگی میں اخلاق و آداب کی ضرورت و افادیت سے کسی باشعور اور سلیم الفطرت انسان کو ہرگز انکار نہیں ہوسکتا اس کی انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی میں بھی اخلاق و آداب کی اشد ضرورت ہے ورنہ انسان اور جانوروں کے طرز زندگی میں فرق کرنا دشوار ہو جائے گا۔

اخلاق و آداب کی انسانی زندگی میں اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قوموں کا عروج و زوال انہی سے وابستہ ہے۔قرآن وحدیث میں اس حقیقت کو جابجا بیان کیا گیا ہے اور انسانی تاریخ بھی اس پر شاہد ہے۔

قومیں اپنے حسنِ اخلاق سے ترقی اور عروج سے ہمکنار ہوتی ہیں اور شان وشوکت اور عزت وعظمت کی بلندیوں پر فائز ہوتی ہیں ،اور اپنی اخلاقی گراوٹ اور پستی کے سبب ذلیل ورسوا اور تباہ و برباد ہوتی ہیں۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ حسنِ اخلاق کا مطلب صرف اچھی اور سلجھی ہوئی گفتگو کرنا ہی نہیں ، بلکہ حسنِ اخلاق میں تمام صفاتِ حمیدہ شامل ہیں اس میں عدل وانصاف ہے رواداری ہے،شرم وحیا ہے،آدابِ مجلس ہیں،آدابِ طہارت ہیں امانت ودیانت ہے،اور دیگر تمام خصالِ حسنہ ہیں۔اخلاق سے محرومی انسان کو ذلت ورسوائی، تباہی و بربادی اور پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیتی ہے۔

قوموں کی ہلاکت اور تباہی و بربادی ایک اصطلاح ہے،جس سے مراد انھیں نیست ونابود کردینا اور جڑ سے اکھاڑ دینا بھی ہے،اور اس کا معنی کمزوری ، بے بسی اور بے کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اور تکلیفوں، مصیبتوں اور بیماریوں میں مبتلا کر دینا بھی ہے

جیسا کہ قرآن پاک میں متعدد قوموں کو نیست و نابود کر دینے کا ذکر بھی فرمایا، اور بعض دوسرے مقامات پر اور احادیث مبارکہ میں بعض بداعمالیوں پر انھیں تنگیوں، تکلیفوں اور بیماریوں میں مبتلا کر دینے کی وعید بھی سنائی۔

جیسا کہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ ! خَمْسٌ اِذَا ابْتُلِیْتُمْ بِهِنَّ ، وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ .))

فرمایا! ''اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو گئے، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم وہ حالات پاؤ۔''

((لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَا ، اِلَّا فَشَا فِیْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ الَّتِیْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِیْ اَسْلَافِهِمُ الَّذِیْنَ مَضَوْا .)) (سنن ابن ماجه: ٤٠١٩)

''جب کسی قوم میں فحاشی جنم لیتی ہے حتیٰ کہ وہ اسے علی الاعلان کرنے لگ جاتے ہیں تو ان میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں، جو ان کے اسلاف میں نہ ہوتی تھیں۔''

اسی طرح کچھ اور کوتاہیوں اور بداعمالیوں کا ذکر بھی فرمایا، غرضیکہ کسی قوم کی تباہی و بربادی کا سب سے خطرناک سبب جو بات بنتی ہے وہ ہے اقدار کی تبدیلی، اخلاقیات کی پستی اور زوال کسی قوم کی سب سے خطرناک کمزوری ہوتی ہے۔

جب اقدار تبدیل ہو جاتی ہیں، اخلاقی اقدار کی بے قدری ہونے لگتی ہے اور مادی اقدار معزز ہو جاتے ہیں تو تباہی کا آغاز ہو جاتا ہے۔

قوموں کا اخلاقی زوال بڑے غیر محسوس انداز میں ہوتا ہے، عوام تو کیا اکثر خواص بھی اسے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، اخلاقی زوال اپنی آخری حدوں کو چھو رہا ہوتا ہے، اور عوا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

م اسے اک معمولی گناہ سمجھ رہے ہوتے ہیں، وہ یہ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔

جب بیدار مغز، دور اندیش، دین سے گہری وابستگی رکھنے والے لوگ موجود ہوں تو وہ فتنوں کو فوراً بھانپ لیتے ہیں اور لوگوں کو خبردار کر دیتے ہیں، لیکن جب ایسے لوگ معاشرے سے ناپید ہوجاتے ہیں تو پھر معاشرہ فتنوں کا شکار ہوجاتا ہے اور کوئی بتانے والا نہیں ہوتا۔

اب اندازہ کیجئے اور غور فرمایئے کہ ایک صاف ستھرے اور پاکیزہ معاشرے اور ایک اخلاقی پستی کا شکار اور فتنوں میں گھرے ہوئے معاشرے کے درمیان کس طرح فرق کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلاف میں الحُطَیْئَۃ نامی ایک شاعر تھا، مگر اپنی بد اخلاقی اور بدزبانی میں بڑی شہرت رکھتا تھا اور لوگ اس کی بدزبانی سے ڈرتے تھے، کیونکہ اس کی بدزبانی سے کوئی شخص بھی محفوظ نہیں تھا، حتی کہ اُس نے اپنی بیوی، اپنے بھائی، اپنے ماں باپ اور خود اپنے آپ کو بھی نہ بخشا۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج:۱۱،ص:۳۴۹)

اُس نے ایک بار حضرت الزِّبرِقان بن بدر رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی چند شعر کہہ دیئے۔ انھیں معلوم ہوا تو انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اُس کی شکایت کی اور بتایا کہ الحُطَیْئَۃ نے میرے خلاف یہ یہ شعر کہے ہیں: اور اُن میں سے ایک شعر یہ تھا:

دَعِ الْمَكَارِمَ لَا تَرْحَلْ لِبُغْيَتِهَا
وَاقْعُدْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الطَّاعِمُ الكَاسِيْ

''اِن اخلاقیات کو چھوڑو، اُن کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ نہ کرو، بلکہ بیٹھے رہو، تمھارا کام تو بس کھانا پینا اور لباس زیب تن کئے رکھنا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سمجھتے ہو کہ اس نے شعروں میں تمھاری ہجو بیان کی ہے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں، اُس نے میری جوان مردی کی توہین کی ہے، کیا میں اتنا گیا گزرا اور بے کار آدمی ہوں کہ میرا کام بس کھانا پینا اور کپڑے پہن کے بیٹھے رہنا ہے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے، حسّان کو بلاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: (أَتَرَاهُ هَجَاهُ) کیا الحُطَیئة نے الزِّبرِقان کی ہجو اور مذمت کی ہے؟ تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(لَمْ يَهْجِهِ يَاأَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّهُ سَلَحَ عَلَيْهِ سَلْحًا)

''کہ اس نے ہجو نہیں بلکہ اُس نے اس کے اوپر گندگی کی ہے یعنی پاخانہ کیا ہے۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سزا کے طور پر ایک کنویں میں ڈال دیا، تو اُس نے کنویں میں ہی بیٹھے چند شعر کہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منت سماجت کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کنویں سے نکالا، اور فرمایا: اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ بعد میں آنے والوں کے لیے یہ ایک مثال بن جائے گی تو میں تیری زبان کاٹ دیتا، لہٰذا آئندہ خیال کرنا اور کسی مسلمان کی تذلیل نہ کرنا۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج:۱۱، ص:۳۵۰)

اب معاشروں کے فرق کو ملاحظہ کیجیے کہ ایک طرف ایک ایسا معاشرہ ہے کہ ایک شعر پر ایک آدمی کو سزا ہوجاتی ہے اور دوسری طرف ایک ایسا معاشرہ ہے کہ جس میں ایک آدمی اور ایک شعر نہیں ہوتا بلکہ بہت سے لوگ ہوتے ہیں اور اس شعر جیسی بہت سی باتیں ہوتی ہیں اور وہ بھی سرعام Social Media اور Traditional Media پر، اور دن رات بہتان بازی اور الزام تراشی، مگر کوئی پوچھنے والا نہیں اور مجموعی طور پر معاشرہ کس قدر بے حس ہوچکا ہے کہ ان باتوں کو برا بھی نہیں سمجھا جاتا، جو جب چاہے جس طرح چاہے دوسروں کی پگڑی اچھال دے، کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ کیونکہ اخلاقی اقدار بدل گئی ہیں، اور بداخلاقی کو آزادیٔ اظہارِ رائے کا نام دے دیا گیا ہے، اور لوگوں کی توہین کرنا، انھیں الٹے ناموں سے پکارنا اپنا جمہوری حق سمجھ لیا گیا ہے۔

بات دراصل یہ سمجھنا اور سمجھانا چاہ رہا تھا کہ اخلاقی اقدار کی تبدیلی، اخلاق و آداب کا زوال و انحطاط بڑے غیر محسوس انداز میں ہوتا ہے، لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ یکسر بدل چکے ہوتے ہیں، ایک دوسری قوم بن چکے ہوتے ہیں، ایک ایسی قوم کہ جس پر اللہ کے عذاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا فیصلہ چسپاں ہو چکا ہوتا ہے۔

﴿وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَـٰهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾﴾ (بنی اسرائیل: ١٦)

''جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے، اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے اٹل اور غیر مبدل اصول ہیں کہ جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب تک کوئی قوم نافرمانیوں کے ذریعے اپنے آپ کو ثابت نہیں کر دیتی کہ اب وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کی مہربانیوں اور عنایتوں کی مستحق نہیں رہی، تب تک اللہ تعالیٰ ان سے وہ نعمتیں نہیں چھینتے۔

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ ۙ وَأَنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٣﴾﴾ (الانفال: ٥٣)

''یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کہ پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی اور یہ کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

ہمارے اسلاف جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مستحق قرار دیے گئے اور پھر جو نعمتیں انھیں دی گئیں ان میں سے ایک بہت بڑی نعمت امن و امان تھی، رزق کی فراوانی تھی، عزت اور شان و شوکت تھی، رعب و دبدبہ تھا، اب سوال یہ ہے کہ یہ تمام نعمتیں ہمیں وراثت میں ملی تھیں، مگر پھر کیا ہوا کہ وہ ہم سے چھن گئیں؟

اس لیے کہ ہم نے اپنی بداعمالیوں سے ثابت کر دیا ہے کہ ہم ان نعمتوں کے مستحق نہیں رہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ آج ہماری غیر مسلم معاشرے میں بالخصوص کوئی عزت نہیں ہے ،ہمیں گھٹیا سمجھا جاتا ہے، توہین کی جاتی ہے ڈرایا دھمکایا جاتا ہے، در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجبور ہیں، اپنے ملکوں میں اپنی مرضی کے قوانین نہیں بنا سکتے، اپنی مرضی کا معاشرہ ترتیب نہیں دے سکتے، ہمیں ہدایات دی جاتی ہیں کہ انسانی حقوق کیا ہیں، آزادئ نسواں کیا اور ملک کا نظام جمہوری ہونا چاہیے کہ نظامِ خلافت ہونا چاہیے اس سے بڑھ کر بے بسی، بے کسی اور ذلت ورسوائی کیا ہوگی!

مگر یہ تمام تر تکلیفیں، مصیبتیں اور آزمائشیں اس بدبختی کے سامنے ہیچ ہیں جو ہم پر مسلط ہے، اور جانتے ہیں وہ کیا ہے؟

وہ ہے ہماری بے حسی یعنی یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ہمیں احساس نہیں ہے کہ ہم ذلت ورسوائی کی زندگی گزار رہے ہیں ہم ناچ گانے کو بے حیائی اور فحاشی نہیں سمجھتے، بلکہ ایک ہاتھ اس سے بھی آگے ہیں، کہ اس بے حیائی کو سپورٹ کرنے پر فخر کرتے ہیں، بلکہ ایک ہاتھ اس سے بھی آگے ہیں کہ ایسے بے حیائی اور فسق و فجور پھیلانے والوں کو اپنے ملک کا سربراہ بنانا چاہتے ہیں۔

عجیب بات ہے! غیرت جو ایک مسلمان کا خاصہ ہے اس کا زیور ہے جو اس کی جوان مردی ہے، اس سے یکسر دستبردار اور بے نیاز ہوگئے ہیں!

یہ بات یاد رہے کہ ہم اپنا وہ کھویا ہوا مقام، وہ شان وشوکت، عزت وافتخار اور رعب ودبدبہ مصنوعی طریقوں سے ہرگز واپس نہیں لا سکتے، چاہے جتنے بھی منصوبے بنالیں، جتنے بھی تجزیہ نگار، دانشور اور تھینک ٹینک بٹھالیں اور جتنے بھی جتن کرلیں، کیونکہ جو اللہ کا فیصلہ ہے وہ اٹل ہے، اس میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں آسکتی اور اللہ کا فیصلہ کیا ہے؟

﴿ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ ﴾ (آل عمران : ١٣٩)

غلبہ تمھارا ہی ہے، بشرطیکہ تم مومن بن جاؤ۔

مسلمانوں کی تمام پریشانیوں اور مصیبتون کا اور تمام مسائل کا حل صرف ایک بات میں ہے، ایک شرط سے مشروط ہے اور وہ یہ ہے کہ مومن بن جائیں، اور یہی فیصلہ دوسرے الفاظ میں جو لوگوں میں زیادہ مشہور ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ (الرعد: ۱۱)

''اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہیں بدل لیتی''، یعنی اپنے اخلاق اور اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

مسلمانوں کے عروج اور زوال کے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو مسلمہ اصول ہیں، وہی اصول غیر مسلموں کے عروج و زوال کے بھی ہیں، سوائے اس کے کہ مسلمانوں کے عروج میں ایک اضافی شرط ہے اور وہ یہ کہ وہ مومن بن جائیں، اور پھر اس اضافی شرط کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی مدد اور تائید و نصرت بھی حاصل ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ دنیا میں قوموں کے عروج و زوال کے اصول تقریباً یکساں ہیں، اور اُن کا خلاصہ تین باتیں ہیں عدل وانصاف، رواداری یعنی tolerance اور اخلاق و آداب۔

جو قومیں ان تین اوصاف کی حامل ہوں گی انھیں دنیا میں کامیابی اور عروج نصیب ہوگا اور جو قومیں ان صفات سے محروم ہوں گی وہ محکوم و مقہور ہوں گی اور ان کے تابع ہوں گی۔

مسلمان اس دور میں زوال اور انحطاط کا شکار ہیں اس میں تو کوئی شک نہیں، ہماری بدحالی اور کسمپرسی اس کا واضح اور بین ثبوت ہے، مگر ایک بات جو علی وجہ البصیرت، برملا اور فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان اس دور میں بھی انفرادی طور پر اپنی تمام تر کوتاہیوں، خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود دنیا کی تمام قوموں سے بہتر ہیں۔

البتہ ہمارے اداروں میں ان چیزوں کا فقدان ہے اور وہ اس معیار پر پورے نہیں اترتے، لیکن وہ قومیں جو اس وقت دنیا پر حکمرانی کر رہی ہیں آج وہ بھی ان اوصاف سے دستبردار ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہیں عدل و انصاف کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے، رواداری کو خیر باد کہہ دیا گیا ہے اور اخلاق و آداب تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔

یہ دور قربِ قیامت کا دور ہے، اس کی بہت سی علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور بہت ابھی باقی ہیں بالخصوص بڑی بڑی نشانیاں، جو علامات ظاہر ہو چکی ہیں ان میں سے ایک خون ریزی کی کثرت بھی ہے، جسے دہشت گردی بھی کہا جا سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامًا ، يُرْفَعُ فِيْهَا الْعِلْمُ ، وَيَنْزِلُ فِيْهَا الْجَهْلُ ، وَيَكْثُرُ فِيْهَا الْهَرْجُ ، وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ))

(صحيح مسلم ، كتاب العلم : ٢٦٧٢)

''قیامت سے پہلے ایسے ایام آئیں گے کہ ان میں علم دین اٹھالیا جائے گا، جہالت نازل ہوگی یعنی عام ہوگی اور ہرج کی کثرت ہوگی'۔ اور فرمایا: ہرج کا مطلب ہے: ''قتل۔''

تو قتل و غارت اور دہشت گردی، علاماتِ قربِ قیامت میں سے ہے، یہ پوری دنیا کا مسئلہ ہے اور مسلمان بالخصوص اس کا شکار ہیں۔ اور مسلمان خصوصی طور پر اس کا شکار اس لیے ہیں کہ اس کے پیچھے کچھ خفیہ ہاتھ ہوتے ہیں جو کسی کو نظر نہیں آتے۔

دہشت گرد جس قوم، جس ملک اور جس مذہب سے بھی تعلق رکھتے ہوں وہ دہشت گرد ہی کہلاتے ہیں۔ اور عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ دہشت گردی کسی قوم اور مذہب کے ساتھ نسبت نہ کی جائے اور اگر کی جائے تو پھر ہر دہشت گردی کی جائے، کسی ایک دہشت گرد کو دہشت گرد کہنا اور دوسروں کو: mentally sick یا depression کا شکار قرار دینا سراسر ناانصافی ہے اور عدل وانصاف کے منافی ہے، اس سلسلے میں نت نئے قوانین اس کی واضح دلیل اور منہ بولتا ثبوت ہیں۔

دوسری چیز رواداری اختتام پذیر ہے، بالخصوص مذہبی رواداری اور نسلی رواداری، اور تیسری چیز اخلاقیات کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے، کسی ایسی شخصیت کو اپنا سربراہ منتخب کر لینا جو اخلاقیات میں ناکام اور انتہائی پست اور پنچ ہو، لوگوں کی مجموعی سوچ کی نمائندگی کرتا ہے۔

تو وہ تین چیزیں جو کسی قوم کے عروج، برتری اور کامیابی کی علامت اور ضمانت سمجھی جاتی ہیں جب کسی قوم کا اُن میں زوال اور انحطاط شروع ہوجائے تو مطلب ہوگا کہ اُس قوم کے زوال کا آغاز ہوگیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور قومیں بنتی مشکل سے ہیں مگر ٹوٹتی آسانی سے ہیں، قومیں بنانے میں اجتماعی کوششیں درکار ہوتی ہیں، مگر توڑنے میں کسی ایک نااہل اور جنونی شخص کا کردار بھی کافی ہوسکتا ہے۔

تاہم وہ اوصاف جو کسی قوم کو دوسری قوموں پر برتری دلاتے ہیں اور بام عروج تک پہنچاتے ہیں وہ مسلمانوں کا خاصہ ہیں، آج مسلمان ضرور ان اوصاف سے ایک درجہ پیچھے ہیں مگر بعید نہیں کہ وہ اوصاف پھر سے مسلمانوں میں لوٹ آئیں، مسلمانوں میں وہ اوصاف دنیا کے مفادات حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہیں۔

آج اپنے اسلاف کے کارناموں، ان کے اخلاق و آداب کی بلندی، ان کے عدل و انصاف اور رواداری کو یاد کرتے ہیں تو دنیا میں وہ صفات کہیں نظر نہیں آتیں۔

آج اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اپنے اسلاف کی رواداری کے واقعات پڑھ کر سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔اور تاریخ بھی مسلمان مصنفین کی لکھی ہوئی نہیں بلکہ عیسائی اور یورپین مصنفین کی لکھی ہوئی، صرف ایک واقعہ عرض کرتا ہوں ملاحظہ کیجیے:

خلیفہ معتضد باللہ (سن ۸۹۲ سے ۹۰۴) ان کے دربار میں جہاں تمام وزراء و امراء دست بستہ کھڑے رہتے تھے، وہاں ان کا وزیر اعظم ثابت بن قُرّ ۃ کو مقرر کیا گیا تھا، جو کہ ایک صابی المذہب عالم تھا۔

ایک دن خلیفہ معتضد اور ثابت بن قُرّ ۃ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ٹہل رہے تھے کہ دفعتاً معتضد نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، ثابت ڈر گیا، معتضد نے کہا ڈرو نہیں، میرا ہاتھ اوپر تھا، میں نے گستاخی پسند نہ کی، اہل علم کا ہاتھ اوپر ہونا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخلاق و آداب سے متصف ہونا کامیاب معاشرتی زندگی کا اک لازمہ

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۞ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۞ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۞﴾

(الشمس : ۷-۹)

چند جمعوں سے اخلاق و آداب کے حوالے سے بات ہورہی تھی، اخلاق و آداب انسان کی انفرادی زندگی کے لیے بھی ضروری ہیں اور اس کی اجتماعی زندگی کے لیے بھی۔

اجتماعی زندگی کے لیے ضروری ہیں یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ چونکہ انسان کا دوسرے لوگوں کے ساتھ معاملہ رہتا ہے، اُن سے میل جول، لین دین، کاروبار، رشتہ داری اور دوستی یاری رہتی ہے، اس لیے اچھے اخلاق ہونا بھی ضروری ہے اور آداب کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے۔

مگر اس کی انفرادی زندگی کے لیے اخلاق و آداب کیونکر ضروری ہیں شاید یہ بات اکثر لوگوں کو سمجھ میں نہ آتی ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اخلاق و آداب کے بارے میں ہمارے ہاں تصور یہ پایا جاتا ہے کہ صرف دوسروں کے ساتھ معاملات کرتے ہوئے اخلاق و آداب کی ضرورت پڑتی ہے جبکہ اخلاق و آداب حقیقت میں زندگی جینے کے طریقوں اور سلیقوں کا نام ہے اور اس میں اس کی اجتماعی زندگی بھی ہے اور انفرادی زندگی بھی۔

اس میں جہاں باہمی معاملات شامل ہیں وہاں شخصی اور ذاتی معاملات بھی شامل ہیں، اس میں آدمی کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا اور کھانا پینا، حتی کہ قضائے حاجت کا معاملہ بھی شامل ہے، لہٰذا اخلاق و آداب کا جاننا اور سمجھنا اور اُن پر عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخلاق و آداب کے موضوع پر گفتگو کرنا اور انھیں جاننا اور سمجھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ عموماً لوگ اس کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں اور انھیں دینی فرائض و واجبات اور مسائل سے ہٹ کر کوئی اضافی چیز سمجھتے ہیں، چنانچہ دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ دین کے مشکل سے مشکل کام تو کر لیتے ہیں جیسے: تہجد پڑھنا، نفلی روزے رکھنا اور صدقہ خیرات کرنا وغیرہ مگر اخلاقیات میں وہ بالکل ناکام ہوتے ہیں، جبکہ اخلاق و آداب کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بڑا مقام و مرتبہ ہے اور انسانی معاشرے میں بھی اس کی بڑی اہمیت ہے۔

بد اخلاق شخص کی معاشرے میں کوئی عزت، کوئی حیثیت، کوئی احترام اور کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی، ہر شخص اس سے دور بھاگتا اور نفرت کرتا ہے اور خود بھی وہ شخص محسوس کرتا ہے کہ وہ لوگوں کی نظروں میں گر چکا ہے، چنانچہ وہ اس پر غمگین اور پریشان ہوتا اور اس اذیت کو محسوس کرتا ہے، بداخلاقی کی وجہ سے اسے جس اذیت اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ یقیناً انتہائی تکلیف دہ امر ہوتا ہے، ایسے شخص سے عزت و احترام اور مدح و تعریف کے تمام نام چھین کر اسے دوسرے ناموں سے موسوم کر دیا جاتا ہے۔

مثلاً: اچھا آدمی، بااخلاق، رحم دل، خوش اخلاق، ہمدرد انسان، متقی، پرہیز گار اور سخی وغیرہ الفاظ اس سے چھین لیے جاتے ہیں اور ان کی جگہ بداخلاق، کنجوس اور بخیل، فتنے باز، دھوکے باز، جھوٹا، مکار، بددیانت، فسادی جیسے نام اس پر چسپاں کر دیئے جاتے ہیں۔

اندازہ کریں! بداخلاقی کی یہ کتنی بڑی سزا ہے کہ معاشرے میں اس کی کوئی عزت و حرمت ہی نہ ہو، حتی کہ اگر وہ آدمی دین دار بھی ہو مگر اخلاقیات سے عاری ہو تو پھر بھی معاشرے میں اس کی کوئی عزت اور حیثیت ہوتی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی دین داری کی کوئی قدر کی جاتی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

((قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ فُلانَةً تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ ، وَتَفْعَلُ وَتَصَّدَّقُ وَتُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا))

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”کسی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! فلاں عورت راتوں کو تہجد پڑھتی ہے، دن کو روزے رکھتی ہے، نیکیاں کرتی اور صدقہ خیرات بھی کرتی ہے، مگر زبان سے پڑوسیوں کو اذیت دیتی ہے۔“

((فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاخَيْرَ فِيْهَا ، هِيَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ))

”تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں کوئی خیر نہیں ہے، وہ جہنمیوں میں سے ہے۔“

((قَالُوْا : وَفُلَانَةٌ تُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ وَتَصَّدَّقُ بِأَثْوَارٍ وَلَا تُؤْذِي أَحَدًا))

”صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اور ایک عورت ہے وہ صرف فرض نمازیں پڑھتی ہے اور پنیر کے ٹکڑوں کا تھوڑا بہت صدقہ بھی کر لیتی ہے اور کسی کو اذیت نہیں دیتی۔“

((فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هِيَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) (الادب المفرد ، كتاب الجار : ١١٩)

”تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جنتیوں میں سے ہے۔“

اخلاق وآداب کی اہمیت کو مزید جانیے ،حسنِ اخلاق کا اجر وانعام اور بداخلاقی کا انجام ملاحظہ کیجئے، حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ وَ اَقْرَبِكُمْ مِنِّى مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا .))

”تم میں سے سب سے پسندیدہ اور محبوب شخصیتوں میں سے میرے نزدیک اور قیامت کے دن میری مجلس میں تم میں سے سب سے قریب وہ ہوں گے جو تم میں سے سب سے اچھے اخلاق والے ہوں گے۔“

((وَ اِنَّ أَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ وَ اَبْعَدَكُمْ مِنِّى مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ)) (ترمذي : ٢٠١٨)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''اورتم میں سے میرے نزدیک سب سے ناپسندیدہ اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے دور وہ لوگ ہوں گے جو بک بک کرنے والے، لوگوں کی پگڑیاں اچھالنے والے اور متکبرانہ انداز میں بات کرنے والے ہیں۔''

لہٰذا اسلام میں اخلاق و آداب کی اہمیت کے پیشِ نظر آ گاہی کا یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے تا کہ ہم اپنے اخلاق درست کرسکیں۔

مگر اخلاق کی درستی کے حوالے سے یہ بات ذہن میں رہے کہ اخلاق کی درستی کوئی آسان کام نہیں ہے، یہ اتنا آسان کام نہیں ہے کہ اِدھر ہم نے حسن اخلاق کی فضیلت سنی اور اُدھر ہمارے اخلاق درست ہوگئے بلکہ اس کے لیے صبر، تحمل اور برداشت کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، تکلیف اٹھانا پڑتی ہے، توہین برداشت کرنا پڑتی ہے، فضیلت، عزت، شرف اور بلند مرتبے کو حاصل کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کرنا پڑتی اور محنت درکار ہوتی ہے۔

جیسا کہ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

إِذَا كَـانَـتِ الـنُّـفُـوسُ كِبَـارًا
تَـعِبَـتْ فِـيْ مُـرَادِهَـا الْأَجْسَـامُ

''جب نفوس بلند ہمت اور ستاروں پہ کمند ڈالنے والے ہوتے ہیں تو ان کے جسموں کو بڑی مشقتوں سے گزرنا پڑتا ہے۔''

جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَـا زَعِيـمٌ بِبَيْـتٍ فِـيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا .))

''میں اُس شخص کے لیے جنت کے اطراف میں محل کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرے۔''

((وَ بِبَيْـتٍ فِـيْ وَسَـطِ الْـجَـنَّةِ لِـمَـنْ تَـرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَـانَ مَازِحًا .))

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''اور اس شخص کے لیے جنت کے وسط میں محل کی ضمانت دیتا ہوں جو مزاح میں بھی جھوٹ سے بچے۔''

((وَ بِبَيْتٍ فِيْ اَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهٗ .))

(سنن ابی داود: ٤٨٠٠)

''اور اسے جنت میں اعلیٰ مقام پر محل کی ضمانت دیتا ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔''

یہ اتنا بڑا اجر وثواب یونہی نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے کہ کام بہت بڑا اور بہت مشکل ہے، اور حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ)) (ترمذي: ٢٣٩٦)

''یقیناً بڑا اجر، بڑی آزمائش اور مصیبت کے ساتھ ہوتا ہے۔''

آپ جانتے ہیں کہ فریقین جب آپس میں کسی بات پر جھگڑتے ہیں تو اُن میں سے ایک اکثر وبیشتر غلط ہوتا ہے مگر پھر بھی جھگڑ رہا ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جھگڑے سے بچنے اور خاموشی اختیار کرنے کو اپنی شکست سمجھتا ہے اور شکست میں شرمندگی ہوتی ہے۔

یعنی وہ غلطی پر ہونے کے باوجود اپنی شکست اور شرمندگی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتا، اور اگر وہ حق پر ہو تو پھر تو اسے گویا لڑائی اور جھگڑے کا جواز مل جاتا ہے اور ہمت بڑھ جاتی ہے، وہ جھگڑے سے پیچھے کیسے ہٹ سکتا ہے!

یعنی ایسی صورت میں جھگڑے سے اجتناب کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، نفس پر بہت گراں گزرتا ہے، دوسرے پر اپنی برتری ثابت کرنے کا گویا موقع ضائع کر دینے کے مترادف ہوتا ہے تو ایسے موقع پر اپنی شکست، توہین اور شرمندگی برداشت کرتے ہوئے جھگڑے سے اجتناب کرنا یقیناً بہت بڑا عمل ہوتا ہے، لہٰذا اسے اتنا بڑا اجر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح مزاح کے وقت جھوٹ سے اجتناب کرنا اور حسن اخلاق اختیار کرنا، یہ دونوں کام بہت مشکل ہیں، لہٰذا اخلاق و آداب اختیار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، البتہ انسان اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضبوط اور بلند اور عظیم شخصیت کا مالک ہو تو اُس کے لیے نہ صرف یہ کہ یہ کام آسان ہو جاتا ہے بلکہ وہ اس میں لذت محسوس کرتا ہے۔

لہٰذا اپنی شخصیت کو پہچانیں، اس کی قدر کا اندازہ لگائیں آپ کے نزدیک آپ کی شخصیت کا مقام و مرتبہ کیا ہے! جب آپ نے اپنے نفس کی قدر پہچان لی تو پھر خفت اور شرمندگی کوئی معنے نہیں رکھتی، جب تک کوئی غلط کام کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يُخَاطِبُنِي السَّفِيهُ بِكُلِّ قُبْحٍ
فَأَكْرَهُ أَنْ أَكُونَ لَهُ مُجِيبًا

نادان آدمی بدتہذیبی اور بداخلاقی سے پیش آتا ہے، مگر میں اسے جواب دینا ناپسند کرتا ہوں۔

يَزِيدُ سَفَاهَةً فَأَزِيدُ حِلْمًا
كَعُودٍ زَادَهُ الْإِحْرَاقُ طِيبًا

وہ اپنی نادانی اور حماقت میں بڑھتا جاتا ہے اور میں اپنی حلم و بردباری میں بڑھتا جاتا ہوں، جیسا کہ عود جیسے جیسے جلتی ہے، تیسے تیسے اس کی خوشبو میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

ایسے ہی چند دوسرے اشعار میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس کی قدر و قیمت پہچاننے کی اہمیت کو یوں بیان کرتے ہیں:

عَلَيَّ ثِيَابٌ لَوْ تُبَاعُ جَمِيعُهَا
بِفِلْسٍ لَكَانَ الْفِلْسُ مِنْهُنَّ أَكْثَرَا

میرے تن پر جو لباس ہے، اگر سارے کا سارا ایک پیسے میں فروخت کیا جائے تو وہ ایک پیسہ بھی قیمت میں زیادہ ہوگا۔

وَفِيهِنَّ نَفْسٌ لَوْ تُقَاسُ بِمِثْلِهَا
نُفُوسُ الْوَرَى كَانَتْ أَجَلَّ وَأَخْطَرَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس لباس میں ایک ایسا نفس ہے کہ اگر اس کا اپنے جیسے دنیا کے تمام لوگوں کے نفوس سے مقارنہ کیا جائے تو وہ اُن سب سے عظیم اور خطیر ہے۔

اور پھر ایسے نفس کی انکساری کی ایک خوبصورت تشبیہ بیان کی، فرمایا:

فَـمَـا ضَرَّ نَصْلَ السَيْفِ إِخْلَاقُ غِمْدِهِ
إِذَا كَـانَ عَـضْبًـا حَيْـثُ أَنْـفَذْتَـهُ بَرَّا

(حلية الأولياء وطبقات الاصفياء، ج۹، ص ۱۳۱)

''اور تلوار کے نیام اور غلاف کے بوسیدہ ہونے سے اس کی دھار کو کوئی فرق نہیں پڑتا اگر وہ کاٹ دار ہو کہ جہاں چلائیں کاٹتی چلی جائے۔''

یعنی اگر آپ اپنی شخصیت کی قدر و منزلت سے آگاہ ہیں تو پھر لڑائی جھگڑے سے اجتناب کے لیے خاموش رہنے، پیچھے ہٹنے اور خفت برداشت کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے کہ اس سے آپ کی شخصیت پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ اس کی عزت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

آخر میں اخلاق و آداب کی اہمیت کو ایک اور پہلو سے بھی جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ انسان کے اخلاق و آداب، اس کے طرز زندگی، اس کی خوش اخلاقی یا بداخلاقی ، اس کے اخلاق حسنہ یا خصالِ سیئہ کا اثر، نتیجہ اور انجام اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ظاہر ہوگا، مگر ان کے علاوہ ایک تیسرا مقام بھی ہے جہاں انسان کو اپنے حسنِ اخلاق کا پھل ملتا ہے، یا اسے اپنی بداخلاقی کا انجام بھگتنا پڑتا ہے اور وہ ہے عالمِ برزخ کا وقفہ، دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کا درمیانی وقفہ، یعنی آدمی کے فوت ہونے کے بعد سے لے کر قیامت تک کا درمیانی وقفہ، آدمی کے فوت ہونے کے بعد لوگ اس کے اخلاق و آداب اور عادات و اطوار کی تعریف کرتے ہیں یا اُس کی مذمت کرتے اور اس کی بداخلاقیوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

بظاہر ایسے لگتا ہے کہ آدمی فوت ہوا تو بات ختم ہوگئی ، اسے کسی کی تعریف و تنقیص سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی فرق نہیں پڑتا، مگر بات ایسے نہیں ہے، حقیقت میں اسے بھی فرق پڑتا ہے اور اس کے اعزاء واقارب اور دوست واحباب کو بھی سہنا پڑتا ہے یا انھیں خوشی ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر غور فرمایئے، ان کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر فرمائی ہے:

﴿وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝﴾ (الشعراء: ٨٤)

''اور میرا ذکرِ خیر بعد والے لوگوں میں رکھ دے۔''

یعنی جو لوگ میرے بعد قیامت تک آئیں وہ میرا ذکر اچھے لفظوں میں کرتے رہیں۔

لہٰذا یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے اور پلّے باندھ لینی چاہیے کہ خوش اخلاقی انسان کو فوت ہونے کے بعد بھی فائدہ دیتی ہے، اور بد اخلاقی اور بد زبانی مرنے کے بعد بھی اس کا پیچھا کرتی ہے۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ مستریح اور مستراح منه سے بھی یہ بات عیاں ہوتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخلاق و آداب خلاصۂ دینِ اسلام

﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ ﴾ (الشمس: ۷ ـ ۱۰)

''اور نفس کی قسم! اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا، پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری اس کے دل میں ڈال دی۔ یقیناً کامیاب ہوگیا جس نے اسے پاک کرلیا۔ اور یقیناً نامراد ہوگیا جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔''

گذشتہ خطبات میں اخلاق و آداب کی ضرورت و اہمیت کی بات ہو رہی تھی، جس میں ہم نے یہ جانا کہ اخلاق و آداب انسانی زندگی کے ہر ہر شعبے، ہر ہر معاملے اور حتی کہ تمام حرکات و سکنات کے لیے ضروری ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ موضوع ایک نہایت ہی وسیع موضوع ہے اور اس میں ایسی وسعت ہے کہ پورے کے پورے دین کو شامل اور محیط ہے، بلکہ اس کی وسعت اور شمولیت سے بڑھ کر اسے خلاصۂ دین اور مقصدِ بعثتِ نبوی ﷺ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ .)) (مجمع الزوائد: ۹/ ۱۸، السلسلة الصحيحة: ٤٥)

''میں صرف اور صرف مکارمِ اخلاق کی تکمیل اور اتمام کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔''

یعنی آپ ﷺ کو (دنیا میں اچھے اخلاق جہاں کہیں بھی موجود تھے مگر اپنی ادھوری شکل میں تھے، انہیں اُن کی مکمل شکل میں اور جہاں کہیں مفقود تھے وہاں انہیں نئے سرے سے متعارف کروا کر) تمام کے تمام اخلاق اپنی مکمل شکل میں لوگوں تک پہنچانے کے لیے بھیجا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے۔

گویا کہ پورے کا پورا دین مجموعۂ اخلاق ہے اور حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور خود آپ ﷺ اخلاق کے سبب سے بلند مرتبے پر فائز ہیں، جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ (القلم: ٤)

''اور بے شک آپ اخلاق کے بلند مرتبے پر ہیں۔''

تو دین کو جہاں سے بھی شروع کریں، اس کے جس پہلو کا بھی ذکر کریں، سراسر اخلاق ہی اخلاق ہے، اس کے کوئی چند مخصوص اقوال و افعال کا نام اخلاق نہیں، بلکہ سارے کا سارا دین ہی اخلاق ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت سعد بن ہشام بن عامر رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور عرض کیا:

((يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَنْبِئِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.))

''اے ام المؤمنین! مجھے رسول ﷺ کے اخلاق کے بارے میں کچھ بتائیے؟''

((قَالَتْ: أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟))

''تو انہوں نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟''

قُلْتُ: بَلٰى.

تو حضرت سعد کہتے ہیں، میں نے کہا: ہاں کیوں نہیں۔

((قَالَتْ: فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ الْقُرْآنَ.)) (مسلم: ٧٤٦)

''تو انہوں نے فرمایا: نبی ﷺ کا اخلاق قرآن ہی تھا۔''

تو یوں تو پورا دین ہی اخلاق ہے، اس کا تعلق عقیدے سے ہو، عبادات سے ہو، معاملات سے ہو، ہر ایک چیز میں اخلاق اور آداب لازم ہیں۔

البتہ اخلاق و آداب کو علماء کرام نے ایک لحاظ سے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے اور وہ ہیں:

١۔ الادب مع اللّٰه.

٢۔ الادب مع الرسول ﷺ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٣۔ الادب مع الخلق .

سب سے پہلے، سب سے بنیادی اور سب سے اہم اخلاق وآداب تو یقیناً اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہیں، مگر ہم اس وقت صرف الادب مع الخلق کے حوالے سے بات کر رہے ہیں اور اس میں انسان بھی ہیں اور دیگر جاندار مخلوقات بھی شامل ہیں۔

لہٰذا فی الحال اس سے متعلق ہی گفتگو کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اخلاق اور آداب کے فرق کو سمجھتے ہیں، اخلاق سے مراد وہ عادات و اطوار ہیں جو یا تو انسان کی فطرت اور جبلت میں موجود ہوتی ہیں، یا انہیں محنت و ریاضت کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے، حتی کہ وہ اس کی عادتِ ثانیہ بن جاتے ہیں جیسا کہ حلم و بردباری ہے، حیا ہے، خوش اخلاقی ہے، سخاوت ہے وغیرہ۔

جبکہ آداب وہ مسنون اقوال واعمال ہیں جو انسان کسی بات اور عمل کو خوش اسلوبی سے انجام دینے کے لیے ادا کرتا اور اپناتا ہے، جیسا کہ طہارت کے آداب، کھانے پینے کے آداب، مجلس کے آداب، گفتگو کے آداب وغیرہ۔

اخلاق کا لفظ عادات کے معنوں میں جانوروں کے لیے بھی بولا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار صحابہ کرام کے ہمراہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو حدیبیہ کے مقام پر اونٹنی رک گئی۔

لوگوں نے کہا:

((خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ .))

”قصواء بیٹھ گئی، قصواء رک گئی۔“

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ، وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ .)) (صحیح البخاری: ٢٧٣١)

”فرمایا: قصواء خود نہیں رکی اور نہ ہی یہ اُس کی عادت ہے، بلکہ اسے ہاتھی کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

روکنے والے نے روکا ہے۔"

تو آپ ﷺ کو معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ آپ اس وقت مکہ میں داخل ہوں تاکہ مشرکین کے ساتھ اس وقت کسی قسم کا ٹکراؤ نہ ہو۔

تو اِس فرمان میں آپ ﷺ نے اونٹنی کے لیے خُلُق کا لفظ استعمال فرمایا، کہ یہ اس کے اخلاق اور اس کی عادت نہیں ہے۔

تو اگر ہم اخلاق کے متعلق گفتگو کرنا چاہیں اور جاننا چاہیں کہ ایک مسلمان کے اخلاق کیسے ہونے چاہیں اور یہ کہ ہم اپنے اخلاق کی اصلاح کیسے کرسکتے ہیں تو اُس کے لیے اس حقیقت کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ اخلاق وہ عادات ہیں جو پیدائشی طور پر انسان کی فطرت اور اس کے خمیر میں موجود ہوتے ہیں اور وہ عموماً برے اخلاق ہی ہوتے ہیں، الا ما شاء اللہ

یعنی انسان کے امتحان اور آزمائش کی خاطر وہ منفی اخلاق اس کی فطرت میں رکھ دیئے جاتے ہیں، انہیں خامیاں، کوتاہیاں اور آلائشیں کہہ سکتے ہیں، بہت کم ایسا ہوتا کہ کسی انسان میں اُن خامیوں کی جگہ خوبیاں ہوں، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اپنی اُن خامیوں کو خوبیوں میں بدل کر دکھائے۔

وہ خامیاں کسی میں ذرا ہلکے درجے کی ہوسکتی ہیں اور کسی میں شدت کے ساتھ اور کسی میں کسی ایک خامی کی جگہ کوئی خوبی بھی ہوسکتی ہے، مگر عموماً اور اکثر و بیشتر لوگوں میں خامیاں ہی ہوتی ہیں، سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور اُن میں سے بھی بالخصوص رسول کریم ﷺ کے، کہ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ خصوصی معاملہ فرمایا ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت سے پہلے ہی معصوم ہوتے ہیں، مگر اس کے باوجود جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر آپ ﷺ کا سینہ چاک کرکے دل باہر نکالا، اور ایک طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا۔

تو بات ہو رہی تھی کہ اگر ہم اپنے اخلاق کی اصلاح کرنے کے حوالے سے کچھ جاننا چاہیں تو سب سے پہلے یہ جان لینا ہوگا کہ کسی عادت کو بدلنا آسان کام نہیں ہے، اور دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ کہ اگر عادت کو بدلنے کی کوشش نہ کی جائے تو وہ مزید پختہ ہوجاتی ہے اور تیسرے یہ کہ عادت خود بخود نہیں بدلتی، بلکہ اس کے لیے بہت زیادہ محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے۔

پہلے انسان کے اخلاق و عادات میں سے چند عادات پر نظر ڈالتے ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کیا ہے: ان میں سے ایک یہ ہے:

﴿ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴾ (الاحزاب: ۷۲)

''انسان بے شک بڑا ظالم اور جاہل ہے۔''

﴿ وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴾ (العادیات: ۸)

''انسان مال و دولت کی محبت میں بڑا سخت اور بری طرح مبتلا ہے۔''

﴿ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴾ (الاسراء: ۱۰۰)

''انسان بڑا تنگ دل واقع ہوا ہے'' یعنی بخیل ہے۔

﴿ اَوَ لَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴾

(یٰس: ۷۷)

''کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا۔''

﴿ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴾ (الاسراء: ۱۱)

''اور انسان بڑا ہی جلد باز واقع ہوا ہے۔''

قرآن پاک میں ذکر کی گئی انسان کی عادات میں سے یہ چند عادات ہیں۔

یہ اور دیگر بری عادات کا انسان کی ذات اور معاشرے پر یقیناً ایک اثر ہوتا ہے، دلوں میں نفرتیں پیدا ہوتی ہیں، خود غرضی اور لالچ رونما ہوتے ہیں، لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، اختلافات ہوتے ہیں۔

اگر ہم اپنے اخلاق اچھے بنانے کے خواہش مند ہوں تو پھر سب سے پہلے ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ بری صفات ہم میں موجود ہیں، کیونکہ جب تک کوئی شخص یہ ماننے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے تیار نہیں ہوگا کہ وہ بیمار ہے تو اپنے علاج کی کوشش نہیں کرے گا، اور دوسرے یہ کہ ہمیں اس تبدیلی کی ضرورت کو سمجھنا اور تسلیم کرنا ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ ہر بری صفت آدمی کی شخصیت کو مجروح کرتی ہے، لوگوں کے نزدیک اسے مکروہ، بدبودار اور ناپسندیدہ بنا دیتی ہے، ممکن ہے ظاہری طور پر کچھ لوگ اس کی بدزبانی کے ڈر سے، اس کی دولت اور اس کے عہدہ ومنصب کی وجہ سے اس کی عزت کرتے ہوں مگر کسی بری صفت والے کو کوئی اچھا اور شریف آدمی ہرگز اچھا نہیں سمجھے گا، الا یہ کہ کوئی اس جیسا ہی ہو۔

بُری صفات کو اچھی صفات میں بدلنے کا فائدہ یہ ہے کہ ایک تو وہ لوگوں کے نزدیک معزز ومحترم سمجھا جاتا ہے، اس کی عزت کی جاتی ہے اور دوسری طرف عنداللہ بھی اس کا اجروثواب ہے۔

اچھی صفات لباس کی مانند ہوتی ہیں، جس طرح لباس انسان کے ستر کو چھپانے کے لئے، سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے، تزئین وآرائش اور خوبصورتی کے لیے ہوتا ہے، اس کے جسمانی عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے، اسی طرح اچھی صفات اس کی شخصیت کو خوبصورت محبوب اور پسندیدہ بنا دیتی ہیں۔

اب دیکھئے جیسے ایک طرف بخل اور کنجوسی ایک بری صفت ہے، بخیل آدمی لوگوں کی نظروں میں ایک مکروہ شخصیت کے طور پر دیکھا جاتا ہے، حتی کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی ناپسندیدہ شخصیت شمار کیا جاتا ہے جنہیں اس کے بخل سے کوئی واسطہ اور کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

اسی طرح دوسری طرف سخاوت اور فراخدلی ہے، ایسا شخص تمام لوگوں کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ شخصیت گردانا جاتا ہے حتی کہ کسی کو اس کی سخاوت کا فائدہ نہ بھی ہو تب بھی وہ اس کی تعریف اور اس کا احترام کرتے ہیں۔

اور امام الشافعی رحمہ اللہ نے تو اس کے اور بھی فوائد کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ فرمایا:

وَإِنْ كَثُرَتْ عُيُوْبُكَ فِي الْبَرَايَا
وَسَرَّكَ أَنْ يَكُوْنَ لَهَا غِطَاءُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر دنیا میں تمھارے عیوب اور خامیاں بہت زیادہ ہو جائیں اور تم چاہو کہ اُن کی پردہ پوشی ہو جائے۔''

تَسَتَّر بِـالسَّخَـاءِ فَكُلُّ عَيْبٍ
يُـغَـطِّيْـهِ كَـمَـا قِيْلَ السَّخَـاءُ

''تو پھر سخاوت کے ساتھ اپنے عیبوں کی پردہ پوشی کرو، کہ کہا جاتا ہے کہ سخاوت عیبوں کو ڈھانپ دیتی ہے۔''

اور حقیقت یہ ہے کہ معاشرے میں عموماً ایسے آدمی کی خامیوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور یہ خوبی اس کی خامیوں پر چھا جاتی ہے۔

سخاوت کی یوں تو مختلف صورتیں اور شکلیں ہیں، جیسے: وقت کی سخاوت، وعظ و نصیحت کی سخاوت، علم کی سخاوت، مگر معروف معنوں میں مال کی سخاوت کو ہی سخاوت کہا جاتا ہے۔

اور سخاوت کے شرف و فضیلت کا یہ عالم ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((سَادَةُ النَّـاسِ فِي الدُّنْيَا الأَسْخِيَاءُ ، وَفِي الْآخِرَةِ الأَتْقِيَاءُ))

(شعب الایمان: ١٠٣٩٥)

''دنیا میں لوگوں کے سردار سخی لوگ ہیں اور آخرت میں متقی۔''

سخاوت کی فضیلت میں زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا بس اتنی بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اپنے لیے جینا بھی کوئی جینا ہے یہ تو دوسری جاندار مخلوقات ایسے جیتی ہیں بلکہ وہ بھی کچھ نہ کچھ اپنی ذات سے آگے بڑھ کر سوچتی ہیں، تو آدمی کی اصل خوبی یہ ہے کہ وہ دوسروں کے کام آئے، ضروری نہیں کہ مال ہی کے ذریعے کسی کے کام آئے، کسی اور طرح سے بھی کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں تو ضرور پہنچائیں اور عادت ڈالیں کسی کے کام آنے کی۔ اور جہاں تک مال و دولت کا تعلق ہے وہ تو حدیث میں ہے، کہ تمھیں صرف غریبوں کی وجہ سے دیا جاتا ہے:

((اِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ .)) (سنن ابی داود: ٢٥٩٤)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے صرف تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے۔''

مگر اس چیز کو ہم نے نظر انداز کر رکھا ہے اور اپنی کوٹھیاں، کاریں اور بینک بیلنس دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہتے ہیں، جبکہ ان کمزور مگر متقی اور پرہیز گار لوگوں کا امت پر احسان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا يَنْصُرُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا .))

''اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد کمزور لوگوں کے ذریعے کرتے ہیں۔''

((بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ .)) (سنن نسائی: ٣١٧٨)

''ان کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص کی بدولت۔''

آخر میں ایک عالم گیر اصول عرض کرتا چلوں، فرمان الٰہی ہے:

﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ﴾

(الرعد: ١٧)

''جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے فائدے اور نفع کی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔''

یعنی دنیا میں نام اسی کا رہتا ہے جو لوگوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کی بات کرتا ہے، جو اُن کے فائدے کی بات کرتا ہے، جو انھیں کسی بھی طریقے سے کوئی فائدہ پہنچاتا ہے، اور ایسے ہی آخرت میں بھی یہ چیز بندۂ مؤمن کے نامۂ اعمال میں ان شاء اللہ اک بھاری چیز ہوگی کیونکہ لوگوں کی بھلائی کے کام بہت سی عبادات سے افضل ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخٍ فِي حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ الْمَدِينَةِ شَهْرًا .))

(صحیح الترغیب والترھیب: ٢٦٢٣)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”میں اپنے کسی بھائی کے ساتھ اُس کے کام کے لیے چل کر جاؤں مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس مسجد میں، یعنی مسجد نبوی میں مہینہ بھر اعتکاف بیٹھوں۔“

اس لیے مرنے کے بعد بھی اسی کا نام زندہ رہتا ہے جو لوگوں کے کام آتا ہے، باقی جو لوگ کروڑوں اور اربوں کماتے ہیں، کوٹھیاں بناتے اور کارخانے لگاتے ہیں، فارم ہاؤسز بناتے ہیں، لوگوں پر رعب و دبدبہ جماتے ہیں، بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ سیلفیاں بناتے اور ان کی دعوتیں کرتے اور خوشیاں مناتے ہیں تو یہ سب جھاگ ہے اور ایسے شخص کو دنیا میں کوئی یاد کرنے والا نہیں ہوتا، دنیا میں آئے، پیسے کمائے، کھائے، پیے اور مر گئے۔

ہاں تو ہم نے اپنی ایک خامی، کوتاہی اور آلائش کا ذکر کیا ہے اب دیکھئے ہم میں سے کتنے لوگ اپنے آپ میں تبدیلی کی ہمت پاتے ہیں۔

آپ کو یقیناً اندازہ ہوگیا ہوگا کہ انسان کی فطرت میں جو خامیاں، کوتاہیاں اور آلائشیں ہیں انہیں خوبیوں میں تبدیل کرنا کتنا مشکل ہے لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ ہم اپنی ایک بری عادت تو تبدیل کر نہیں سکتے مگر پورے ملک کی تقدیر کو بدل دینے کا دعوی ہے، اپنے آپ کو تبدیل کر کے نمازی تو بنا نہیں سکتے مگر پوری قوم کی قسمت بدلنے کا نعرہ لگاتے ہیں، ٹھیک ہے برسوں کی بری عادت کو راتوں رات تبدیل نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کی ابتدا تو کریں، اپنے آپ سے کوئی عہد تو کریں، وعظ ونصیحت کس کام آئے گا اگر ہم اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش ہی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ﴾ (التوبہ: ۳۸)

”تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے۔“

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لینا زمین کے ساتھ چمٹ کر رہ جانا ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

، اور زمین کے ساتھ چمٹ کر رہ جانے کی اصطلاح اور محاورے پر غور کریں تو اس کا مطلب ہوگا کہ جس طرح کوئی شخص کسی کو پکڑ کر زمین سے اوپر اُٹھانا چاہتا ہو مگر وہ شخص اپنا سارا بوجھ زمین پر ڈال دے تا کہ اسے اوپر اُٹھایا نہ جا سکے ، اسی طرح آخرت کے مقابلے میں دنیا کو پسند کرنے والا گویا دنیا کے ساتھ ہی چمٹ گیا ہے ، ورنہ اس کے دنیا کی دلدل سے نکلنے کے سامان تو بہت ہیں ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ ﴾

(الاعراف : ١٧٦)

’’اگر ہم چاہتے اسے ان آیتوں کے ذریعے سے بلندی عطا کرتے ، مگر وہ تو زمین کی طرف جھک کر رہ گیا ، اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنے نفس کو آداب و اخلاقِ حسنہ کا خوگر کیسے بنائیں؟

﴿وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝﴾ (الشمس: ۷ ۔ ۱۰)

”اور نفس کی قسم! اور اس کی جس نے اس کو بنایا۔ پھر اس کی نافرمانی اور اس پرہیزگاری اس کے دل میں ڈال دی۔ یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اسے پاک کرلیا۔ اور یقیناً نامراد ہوگیا جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔“

قرآن و حدیث کی روشنی میں اخلاق و آداب کی اہمیت جاننے کے بعد گذشتہ جمعے انسان کی متعدد فطری اخلاقی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری بخل کا ذکر ہوا، کہ انسان فطرتاً بڑا بخیل اور تنگ دل ہے۔

انسان میں یہ کمزوری کس درجے اور کس حد تک ہے، اس کی شدت کا اندازہ کیجئے، اللہ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝﴾ (الاسراء: ۱۰۰)

”اے پیغمبر ﷺ کہہ دیجئے، اگر کہیں میرے رب کی رحمت کے خزانے تمہارے قبضے میں ہوتے تو تم خرچ ہوجانے کے اندیشے سے ضرور اُن کو روک لیتے، واقعی انسان بڑا تنگ دل واقع ہوا ہے۔“

اللہ کی رحمت کے خزانے یقیناً نہ ختم ہونے والے خزانے ہیں مگر انسان کے دل میں فطرتاً جو ایک کمی اور نقصان کا ڈر رہتا ہے اس کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کے نہ ختم ہونے والے خزانوں کو کھلے دل سے خرچ کرتا ہوا ڈرتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تو بحیثیت انسان ہر انسان کی فطرت میں یہ خامی اور کمزوری موجود ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کا سینہ کشادہ کر رکھا ہو کہ وہ کھلے دل سے خرچ کرتا ہو۔

چنانچہ یہ خامیاں اور کمزوریاں جو امتحان اور آزمائش کی غرض سے انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہیں، اِن کی اصلاح اور تزکیہ مطلوب و مقصود ہے اور یہ انسان کی دنیوی اور اخروی کامیابی کے لیے لازمی اور ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو خوب کھول کر بیان کر دیا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا ۝﴾ (الشمس: ۱۰ ـ ۹)

''یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اُس کو دبا دیا۔''

لہٰذا ہمیں اپنی اخلاقی کمزوریوں کی اصلاح اور تزکیۂ نفس کی فکر کرنی چاہیے اور اس کی طرف توجہ دینی چاہیے، اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے کہ اصلاحِ نفس آسان کام نہیں ہے اور اس حقیقت کو سامنے رکھنا اس لیے ضروری ہے تاکہ کہیں ہمت نہ ہار جائیں۔

کوئی عام سی عادت انسان کو اگر پڑ جائے تو اس کا چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے، چہ جائیکہ ایک ایسی عادت جو اس کی سرِشت میں ہو اسے آسانی سے ختم کیسے کیا جا سکتا ہے۔

یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ کسی بری عادت کو ترک کرنا، کسی بری خصلت کو اچھی صفت میں تبدیل کرنا بہت مشکل کام ہے، جان جوکھوں میں ڈالنا ہے۔

اگر انسان واقعی کسی بری عادت کو ترک کرنے کی خواہش رکھتا ہو تو اسے چند باتوں کا خیال رکھنا ہوگا، ایک تو یہ کہ اس کے لیے بلند ہمتی درکار ہے، مضبوط، پختہ اور مصمم ارادہ چاہیے، ماحول سازگار ہو اور دیگر اسباب دستیاب ہوں۔

اور دوسرے یہ کہ نفس انسانی کا مزاج بچوں کی نفسیات اور ان کے طرز عمل کی مانند ہے، یعنی جس طرح بچہ کسی عادت کو آسانی سے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اگر اسے کوئی عادت چھڑانے کی کوشش کی جائے تو وہ روتا اور چیختا و چلاتا ہے، لیکن اگر ایک بار چھوٹ جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو پھر اسے چھوڑے رکھنے کی عادت بھی ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ بچہ دودھ پینے کا شوقین اور عادی ہوتا ہے اور اُس کے بغیر وہ زندگی کا تصور بھی نہیں کرسکتا ہوتا، چنانچہ جب اسے دودھ چھڑایا جاتا ہے تو وہ روتا اور چیختا ہے، مگر جب ایک بار چھوڑ دیتا ہے تو پھر اُسے اُس کی کمی محسوس نہیں ہوتی، چنانچہ شاعر کہتا ہے:

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلَى
حُبِّ الرَّضَاعِ ، وَإِنْ تُفْطِمْهُ يَنْفَطِمُ

''نفس انسانی بچے کی مانند ہے کہ اگر اسے نظر انداز کر دیں اور اُس کے حال پر چھوڑ دیں تو وہ رضاعت کی محبت پر پروان چڑھتا ہے اور اگر اسے چھڑوا دیں تو چھوڑ بھی دیتا ہے۔''

اسی طرح یہ حقیقت بھی سامنے رہے کہ انسان دنیا کی طرف ایک فطری میلانِ طبع رکھتا ہے، جیسا کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَثَلُ الطَّبْعِ فِي مَيْلِهِ إِلَى الدُّنْيَا كَالْمَاءِ الْجَارِيْ ، فَإِنَّهُ يَطْلُبُ الْهُبُوْطَ .))

''انسان کے دنیا کی طرف میلان طبع کی مثال ایسے ہے جیسے بہتا ہوا پانی، کہ پانی نیچے کی طرف بہتا ہے۔''

((وَإِنَّمَا رَفْعُهُ إِلَى فَوْقَ يَحْتَاجُ إِلَى التَّكَلُّفِ .))

''جبکہ پانی کو اوپر کی طرف اٹھانے کے لیے محنت درکار ہوتی ہے۔''

((فَأَمَّا الطَّبْعُ فَجَوَاذِبُهُ كَثِيْرَةٌ .))

''نفس انسانی کو اپنی طرف کھینچنے والی اور مائل کرنے والی چیزیں بے شمار ہیں۔''

((وَلَيْسَ الْعَجَبُ أَنْ يَغْلِبَ إِنَّمَا الْعَجَبُ أَنْ يُغْلَبَ .)) (صيد الخاطر ، جواذب الطبع كثيرة : ٢٥)

''نفس کے اُن چیزوں کی طرف مائل ہونے اور کھچے چلے جانے میں تعجب اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیرانی نہیں، بلکہ حیرانی اس میں ہے کہ نفس مغلوب ہو جائے اور اسے دین کی طرف ڈھال لیا جائے۔''

اس لیے اپنی کسی بڑی خصلت کو ترک کرنے اور اپنے آپ میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش سے پہلے ان حقائق کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے، تاکہ ذہنی طور پر اس کے لیے تیار ہوں۔

نفس کو دین کی طرف مائل کرنے کے لیے محنت اور مشقت کرنا پڑتی ہے، اور ایسے کام کرنا پڑتے ہیں جو نفس، طبیعت اور مزاج کو ناپسند ہوں، جو نفس پر ناگوار گزرتے ہوں جنہیں وہ ناپسند کرتا ہو، جیسا کہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا زِلْتُ أَسُوْقُ نَفْسِي إِلَى اللّٰهِ وَهِيَ تَبْكِيْ .))

''میں مسلسل اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی طرف دھکیلتا رہا جبکہ وہ روتا اور چلاتا رہا۔''

((حَتَّى سُقْتُهَا وَهِيَ تَضْحَكُ .)) (المدهش ، الفصل الثالث والثمانون : ٤٦٣)

''حتی کہ اب میں اسے اللہ کی طرف لے کر چلتا ہوں تو وہ ہنستا اور مسکراتا ہوا جاتا ہے۔''

تو آیئے ہم بھی اصلاح نفس کے لیے اخلاق ردیئہ اور صفات ذمیمہ کو ترک کرنے کے لیے سعی و جہد کریں، اپنے نفس کو سمجھائیں اسے صفات حسنہ اپنانے کے لیے مجبور اور آمادہ کریں۔

یہ دور اخلاق حسنہ اور صفات جمیلہ کے فقدان کا دور ہے یہ دور قحط الرجال کا دور ہے، یہ دور نیکی اور بدی، اچھائی اور برائی کے الٹ پلٹ اور خلط ملط ہو جانے کا دور ہے، یہ دور معیار اور کسوٹی بدل جانے کا دور ہے اور یہ دور اخلاقی قدریں گر جانے کا دور ہے جیسا کہ احادیث میں علاماتِ قرب قیامت کے حوالے سے بتلا دیا گیا ہے۔

آج اخلاقی قدروں کا جو حال ہے، اُن کی بے قدری کا جو عالم ہے، وہ تو سب کے سامنے ہے مگر آج سے ہزار سال پہلے شاعر ابوالعلاء المعری نے یہ سب کچھ بھانپتے ہوئے کیا خوب کہا تھا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِذَا عَيَّرَ الطَّائِيَّ بِالْبُخْلِ مَادِرٌ
وَعَيَّرَ قِسًّا بِالْفَهَاهَةِ بَاقِلُ

''جب حاتم طائی کو مادِر جیسا بخیل شخص بخل کا طعنہ دینے لگے اور قس بن ساعدہ جیسے اخطب العرب کو باقل جیسا گُنگ اور کند ذہن آدمی غیر فصیح کہنے لگے۔''

وَقَالَ السُّهَى لِلشَّمْسِ أَنْتِ كَسِيفَةٌ
وَقَالَ الدُّجَى لِلْبَدْرِ وَجْهُكَ حَائِلُ

''جب سُہی تارہ جو خود ایک مدہم روشنی والا تارہ ہے سورج سے کہے کہ تیری روشنی ماند ہے، تو گہن زدہ ہے اور رات کی تاریکی چاند سے کہے کہ تیرا تو چہرہ ہی صاف نہیں، متغیر ہے۔''

فَيَامَوْتُ زُرْ إِنَّ الْحَيَاةَ ذَمِيمَةٌ
وَيَا نَفْسُ جِدِّيْ إِنَّ دَهْرَكِ هَازِلُ

''تو پھر اے موت تو ہی ملاقات کے لیے آ جا اور اے نفس تو ہی سنجیدہ ہو جا کہ تیرا یہ دور تو ٹھٹھے مذاق کا دور ہے۔''

تو اِس دور میں جبکہ اخلاقی قدریں مضمحل ہوتی جارہی ہیں، ہمیں سنجیدگی سے انہیں پھر سے تر و تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔

گذشتہ جمعے ایک اخلاقی کمزوری بخل کا ذکر ہوا اور بخل کس شدت کے ساتھ انسان کی فطرت میں موجود ہے وہ بھی ہم نے جانا، اس کمزوری اور خامی کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے اور ہم اس میں کس طرح کامیاب ہوسکتے ہیں؟

یقیناً اُس بری اخلاقی خصلت کو اچھی صفت سخاوت سے بدلا جاسکتا ہے، مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ، اس کے لیے نفس کو رُولانا پڑتا ہے، اسے زبردستی سخاوت پر آمادہ کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر قرآن و حدیث میں ذکر کی گئی بخل کی قباحت و شناعت سمجھ میں آ جائے اور سخاوت کی فضیلت اور اجر و ثواب معلوم ہوجائے اور مال کی محبت کے دنیا و آخرت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقصانات کی حقیقت آدمی پر منکشف ہوجائے تو یہ کام آسان ہوسکتا ہے اوراس کے لیے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھنا ہوگا:

﴿ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (الحشر: ۹)

''جولوگ اپنے دل کی تنگی اور بخل سے بچالیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

دل کی تنگی اور بخل کے حوالے سے ایک بہت بڑی حقیقت اور قاعدہ بیان کردیا گیا ہے، کہ بخل اور کنجوس شخص کامیاب نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ جس کو اس بری صفت سے بچالے بس وہی کامیاب ہے، نفس کی تنگی، طمع، لالچ اور بخل کا کیا مطلب ہے؟

آیئے جانتے ہیں: نفس کے بخل، طمع اور تنگی کا مدار دو چیزوں پر ہے:

۱۔ ایک کسی ایسی چیز میں طمع کرنا، جس میں اس کا حق نہ ہو۔

۲۔ اور دوسرے کسی ایسی چیز سے ہاتھ روک لینا، جس کا خرچ اور ادا کرنا اس پر لازم ہو۔

مثلاً: جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نفس کی تنگی اور بخل سے بچالیا ہو، وہ پوری پوری زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے صدقات وخیرات کرتا ہے، تو یوں وہ واجب کو ادا کرنے کے بخل سے بچتا ہے۔

اور جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے حقوق تلف کرنے سے بچالیا ہو، وہ ایک ایسی چیز کے بخل سے بچ جاتا ہے جو اس کا حق نہ تھا۔

مال کی شدتِ محبت انسان کو بخل پر آمادہ کرتی ہے اسے ناجائز طریقوں سے حاصل کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور مال کی محبت کے جو دنیا وآخرت میں نقصانات ہیں وہ بہت واضح اور بہت زیادہ ہیں۔

مال کی محبت کے دنیا میں جو نقصانات ہیں انہیں کیا شمار کریں، لوگ انہیں اہمیت نہیں دیتے، کہتے ہیں کوئی بات نہیں پھول کے ساتھ کانٹے تو ہوتے ہی ہیں، مگر حقیقت میں وہ نقصانات کانٹوں کی تکلیف سے مختلف ہیں، کیونکہ کانٹوں کی تکلیف صرف جسم کو سہنا پڑتی ہے، جبکہ مال کی محبت کی تکلیف، غم اور پریشانی کی صورت میں ہوتی ہے، دل کی دھڑکنیں تیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتی ہیں، اضطراب اور بے قراری کا سامنا کرنا پڑتا ہے وغیرہ۔

مگر اصل نقصان آخرت کے حوالے سے ہے، کہ انسان جب مال کی محبت میں کھو جاتا ہے تو پھر اسے آخرت کا دھیان نہیں رہتا اس کی توفیق نہیں ہوتی، جیسا کہ جہاد سے پیچھے رہ جانے والے بدوؤں کے عذر کا ذکر کرتے ہوئے اللہ فرماتے ہیں:

﴿ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا ﴾

(الفتح: ١١)

''اے پیغمبر ﷺ جو بدوی لوگ پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے، اب وہ آ کر ضرور آپ سے کہیں گے کہ ہمیں اپنے اموال اور بال بچوں کی فکر نے مشغول کر رکھا تھا۔''

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مال کی محبت میں کھو کر دین سے غافل ہو جانے سے منع فرماتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۞ ﴾ (المنافقون: ٩)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمھاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں، جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔''

اور نفس کے بخل اور طمع و لالچ سے بچنے کے لیے اس حقیقت کو ضرور سامنے رکھیں، یہ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ دنیا کے کسی شخص کو بھی اس کا انکار نہیں، چاہے وہ کسی بھی دین و مذہب اور قوم سے تعلق رکھتا ہو۔

حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ .))

''تین چیزیں میت کا پیچھا کرتی ہیں۔''

یعنی جب آدمی فوت ہوتا ہے، تو تین چیزیں اس کے ساتھ جاتی ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

((فَیَرْجِعُ اثْنَانِ وَیَبْقَی مَعَهُ وَاحِدٌ.))

”دو چیزیں واپس آ جاتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہتی ہے۔“

((یَتْبَعُهُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ.))

”اس کے گھر والے، اُس کا مال اور اس کے اعمال اس کے ساتھ جاتے ہیں۔“

((فَیَرْجِعُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَیَبْقَی عَمَلُهُ.))

”اس کے اہل و عیال رشتہ دار اور دوست و احباب اور اس کا مال و دولت قبرستان سے واپس آ جاتے ہیں، اور اس کا عمل اس کے ساتھ رہتا ہے۔“

اس حقیقت سے واقف تو سبھی ہیں، لیکن بات یقین اور ایمان بن کر اگر دل و دماغ میں اُتر جائے تو مال کی محبت کافور ہو جاتی ہے اور بخل و کنجوسی کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

بخل کی مذمت قرآن و حدیث میں جا بجا بیان ہوئی ہے، مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے شر سے محفوظ فرمائے۔

جب تک مال کی محبت دل میں باقی ہے، بخل بھی کسی نہ کسی حد تک باقی ہے، کلی طور پر تو مال کی محبت سے منع نہیں کیا جا سکتا اور شاید یہ انسان کے لیے ممکن بھی نہیں ہے، البتہ اس کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ اور وہ یوں کہ دنیا کمانے کے لیے اسے ایک مناسب وقت ضرور دیں، مگر آخرت بنانے کے لیے بھی ایک مناسب وقت ہونا چاہیے، اب بارہ بارہ گھنٹے دنیا کمانے کے لیے ہوں اور دین کے لیے زیادہ سے زیادہ صرف اڑھائی گھنٹے اور اڑھائی گھنٹے بھی وہ لوگ دیتے ہیں جو نمازی ہوں، نمازی کا مطلب ہے کہ نماز باجماعت کا اہتمام کرتے ہوں، ورنہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نمازیں پڑھتی ہی نہیں، ایسے لوگوں کے لیے مال تو گویا سراسر تباہی ہے، حدیث میں ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ کُلَّ جَعْظَرِیٍّ جَوَّاظٍ، سَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ.))

”بے شک اللہ تعالیٰ متکبر، سخت گیر اور بازاروں میں شور شرابہ کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((جِيْـفَةٍ بِـاللَّيْلِ ، حِمَارٍ بِالنَّهَارِ ، عَالِمٍ بِأَمْرِ الدُّنْيَا جَاهِلٍ بِأَمْرِ الْآخِرَةِ .)) (ابن حبان : ۷۲)

''رات کو مردار (کی طرح سوتا ہے)، دن میں گدھے (کی طرح ہوتا ہے)، دنیاوی معاملات کو جاننے والا اور امور آخرت سے جاہل انسان ہے۔''

دوسری طرف جو شخص دنیا و آخرت کے ساتھ ان کی حقیقت اور قدر و قیمت کے حساب سے معاملہ کرتا ہے، اس کے لیے مال و دولت کو خوش بختی قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حیدث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ)) (الأدب المفرد : ۲۹۹)

''اچھا مال، اچھے آدمی کے لیے کیا ہی خوب ہے۔''

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکرِ آخرت

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ ﴾ (فاطر : ۵)

''اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس تمھیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ تمھیں اللہ کے بارے میں بڑا دغاباز ہرگز دھوکے میں ڈالے۔''

گزشتہ چند جمعوں سے اخلاق و آداب کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے بات ہورہی ہے، اخلاق و آداب نہ صرف یہ کہ اس دنیا کی زندگی کو خوشگوار، باعزت اور پُرامن طریقے سے گزارنے کے لیے ضروری ہیں بلکہ آخرت کی کامیابی میں بھی ان کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔

اخلاق و آداب کی فہرست بہت طویل ہے اور وہ تمام شعبہ ہائے زندگی پر پھیلے ہوئے ہیں، لہٰذا یہ سلسلہ تو ان شاء اللہ جاری رہے گا،لیکن چونکہ گاہے بگاہے اور وقفے وقفے سے آدمی کو تجدید ایمان کی ضرورت پڑتی رہتی ہے کہ جس کا حکم بھی ہے جس کے لیے اسے ایک زوردار طریقے سے جذبۂ ایمانی کو ابھارنے اور جوش وولولہ پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے لیے کسی ایسے موضوع پر گفتگو کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو آدمی کے لیے ایک زوردار جھٹکا ثابت ہو جو اسے خوابِ غفلت سے بیدار کردے اور اس کی آنکھیں کھول دے۔

چنانچہ فی الحال ایک ایسے ہی موضوع پر گفتگو کرنے جا رہے ہیں اور وہ موضوع ہے: فکرِ آخرت، یعنی آخرت کی باتیں اور موت کا ذکر۔

موت کا ذکر ایک ایسا ذکر ہے جو دنیا کی بھول بھلیوں میں کھوئے ہوئے، خواب غفلت میں سوئے ہوئے، لذتوں میں مگن اور جھوٹے اور عارضی مسائل میں بھٹکے ہوئے شخص کو جھنجوڑتا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور بیدار کرتا ہے اور اس پر دنیا کی حقیقت منکشف کر دیتا ہے۔

اور اگر وہ خود موت سے ہمکنار ہو رہا ہو تو پھر تو اس کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے اور اب اس کی نگاہ خوب تیز ہو جاتی ہے کہ وہ ہر دھوکے کو خوب دیکھ اور سمجھ رہا ہوتا ہے:

﴿لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا﴾ (ق: ٢٢)

''اس چیز کی طرف سے تو غفلت میں تھا۔''

﴿فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ﴾ (ق: ٢٢)

''ہم نے وہ پردہ ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا۔''

﴿فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿٢٢﴾﴾ (ق: ٢٢)

''اور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔''

جب تک پردہ تھا، تب تک اسے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا، کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا، کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، پہلے ہر سنی ان سُنی کر دیتا تھا، ہر دیکھی ان دیکھی کر دیتا تھا، ہر سمجھی ان سمجھی کر دیتا تھا۔

وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ جانچنے اور پرکھنے کی، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں سے کام نہیں لیتے تھے، ایسے لوگ اپنے عملوں سے ثابت کر دیتے ہیں کہ انھیں پیدا ہی جہنم کے لیے کیا گیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ﴾ (الاعراف: ١٧٩)

''بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔''

﴿لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ۚ﴾ (الاعراف: ١٧٩)

''اُن کے پاس دل ہیں مگر وہ اُن سے سوچتے نہیں۔''

﴿وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا ۚ﴾ (الاعراف: ١٧٩)

''ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ﴾ (الاعراف: ۱۷۹)

''ان کے پاس کان تو ہیں مگر وہ اُن سے سنتے نہیں۔''

﴿ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴾

(الاعراف: ۱۷۹)

''وہ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں۔''

یعنی غفلت میں کھوئے لوگوں کو جانور بلکہ ان سے بھی بدتر کہا گیا ہے، کیا ہم میں سے کوئی شخص پسند کرتا ہے کہ اسے جانور یا جانوروں سے بھی بدتر کہا جائے؟ یقیناً کوئی پسند نہیں کرتا۔ حالانکہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو جانور کہتا بھی ہے، تو اکثر اوقات وہ محض ایک گالی ہی ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جب کچھ مخصوص صفات کے حاملین کو جانور کہتے ہیں تو وہ حقیقت ہوتی ہے، جو اُن کے بُرے اخلاق وصفات کی وجہ سے انہیں وہ نام دیا گیا ہوتا ہے۔

تو کیا ہمیں یہ جاننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جنہیں جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے کہیں ہمارا نام بھی تو ان میں شامل نہیں ہے؟

یقیناً کرنی چاہیے، اس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جنہیں جانوروں سے بھی گئے گزرے قرار دے رہے ہیں، کہیں ہم بھی تو اسی فہرست میں نہیں ہیں!

تو آیئے غافلین کی چند خصلتیں معلوم کرتے ہیں اور پھر اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکتے ہیں۔ تو غافلین کی ایک خصلت تو یہ بیان کی گئی ہے کہ:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (النحل: ۱۰۷)

''یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا ہے اور اللہ کا قاعدہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو راہ نجات نہیں دکھاتا جو اُس کی نعمت کا کفران کریں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٠٨﴾﴾ (النحل: ۱۰۸)

’’یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے، یہ غفلت میں ڈوب چکے ہیں۔‘‘

اسی طرح غفلت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنا۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ﴿٢٠٥﴾﴾ (الاعراف: ۲۰۵)

’’اے پیغمبر ﷺ اپنے رب کو صبح اور شام یاد کیا کرو، دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ، اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ اور تم اُن لوگوں میں سے نہ ہوجاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔‘‘

جہاں تک دنیا کی محبت کا تعلق ہے تو اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ انسان کی فطرت میں ہے۔ ایک حد تک تو یہ انسان کی ضرورت بھی ہے اور مطلوب بھی ہے بلکہ اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ (القصص: ۷۷)

’’اور دنیا میں سے اپنا حصہ فراموش نہ کر، یعنی اللہ تعالیٰ نے تیرے نصیب میں جو کچھ لکھ رکھا ہے اس کے حصول کے لیے کوشش کر۔‘‘

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ﴾ (القصص: ۷۷)

’’اور جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔‘‘

اسی طرح ایک نہایت ہی جامع دعا کے الفاظ میں دنیا اور آخرت کی بھلائیاں مانگنے کی ترغیب دی اور اس میں دنیا کو مقدم رکھا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾

(البقرہ: ۲۰۱)

”اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾

(البقرہ: ۲۰۲)

”ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق دونوں جگہ حصہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چکانے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔“

لہٰذا ان حدود میں رہتے ہوئے اگر کوئی دنیا کے لیے سعی وجہد کرتا ہے تو اسے دنیا دار، یا دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرنے والا نہیں کہا جاسکتا۔مگر معاملہ وہاں خراب ہوتا ہے جہاں دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جانے لگتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴾ (الاعلیٰ: ۱۶)

”بلکہ تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔“

اور فرمایا:

﴿ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴾ (القیامۃ: ۲۱-۲۰)

”اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز یعنی دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔“

اور یہ جاننے کے لیے کون سا منطق اور فلسفہ سیکھنا پڑتا ہے کہ آدمی دنیا کو آخرت پر ترجیح دے رہا ہے کہ نہیں ، ایک بہت ہی سادہ ،آسان اور عام فہم سا قاعدہ ہے کہ اگر آپ فرائض کو ترک ،اور حلال وحرام کے فرق کو نظر انداز کر کے دنیا حاصل کرنے میں مشغول ہیں تو میرے بھائی آپ کو دینداری کے مفہوم پر نظر ثانی کرنا پڑے گی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات: غافلین کی دوسری صفت اور علامت کے حوالے سے یہ تھی کہ وہ اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں اور ایک دوسری آیت میں منافقین کی علامت بھی بتلائی گئی ہے۔

﴿وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (النساء: ١٤٢)

''اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔''

تو سوال یہ ہے اللہ تعالیٰ کا کم از کم کتنا ذکر کیا جائے کہ آدمی کا شمار غافلوں میں نہ ہو، تو آیئے جانتے ہیں: حدیث میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِيْ لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ .))

(السلسلة الصحيحة : ٢/ ٣٤٥ ، الترغيب والترهيب : ٢/ ٣٠٤)

''جس نے ایک رات میں دس آیات پڑھیں، وہ غافلوں میں نہیں لکھا جاتا۔''

اسی طرح جو سو آیات تلاوت کرتا ہے وہ قانتین یعنی نیکی اور اطاعت پر مواظبت، مداومت اور پابندی کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے اور جو ایک ہزار آیتیں پڑھتا ہے وہ مقنطرین یعنی ڈھیروں نیکیاں کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ اس سے مراد اگرچہ قیام اللیل، یعنی تہجد کی نماز میں اتنی آیات تلاوت کرنا ہے، مگر علماء علماء کرام فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی شخص نماز کے بغیر بھی رات کو اتنی آیات تلاوت کرتا ہے، رات کو سونے سے پہلے، رات کو جاگنے کے بعد تو امید ہے کہ وہ بھی ان شاء اللہ اس اجر اور اعزاز سے محروم نہیں رہے گا۔

بلکہ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ:

((مَنْ حَافَظَ عَلَى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ .)) (سلسلة الصحيحه: ٦٥٧ ، ابن خزيمة : ١١٤٢)

''جو شخص اپنی پانچ فرض نمازوں کی حفاظت کرتا ہے وہ غافلوں میں سے نہیں لکھا جاتا۔''

اور نمازوں کی حفاظت کا مفہوم یہ ہے کہ نمازیں ان کے مقررہ اوقات میں شروط و آداب کے ساتھ ادا کی جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم غافلین کی فہرست میں اپنا نام ڈھونڈ رہے تھے تاکہ اس سے نکل سکیں، اگر کسی کو اپنا نام اس فہرست میں نظر آیا ہو تو وہ سنجیدگی سے اس سے نکالنے کی کوشش کرے اور تسویف کا شکار نہ ہو، تسویف کا مطلب ہے عنقریب اور یہ شیطان کی بہت بڑی چال ہے، اور ہم میں سے اکثر لوگ، اکثر اوقات اس کا شکار ہوتے ہیں اور موت آپ جانتے ہیں کہ اچانک آتی ہے، آدمی کی ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ جاتی ہے کہ فلاں کام سے فارغ ہوں جاؤں تو پھر پابندی کے ساتھ نمازیں پڑھا کروں گا وغیرہ اور یہ شیطان کی بڑی بڑی چالوں میں سے ایک چال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

یہ وعظ ونصیحت کی باتیں یوں تو آدمی کو اچھی طرح سمجھ میں آتی ہیں، مگر ان پر عمل پیرا ہونے کی راہ میں بہت ساری رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ تسویف ہے، اس سے بچنے کے لیے اگر موت کا تصور اور قبر کی پہلی رات کا منظر ذہن میں لایا جائے تو اللہ کے فضل سے بآسانی اس سے بچا جاسکتا ہے۔ فتنۂ دجال کے بارے میں تو آپ نے سن رکھا ہے کہ روئے زمین پر سب سے بڑا فتنہ اور آزمائش دجال کا فتنہ ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَابَيْنَ خَلْقِ آدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ .))

(صحيح مسلم: ٢٩٤٦)

"آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر قیامت تک کوئی مخلوق (شر وفساد میں) دجال سے بڑھ کر نہیں۔"

چنانچہ ہر نبی نے دجال کے فتنے سے اپنی امت کو خبردار کیا، جیسا کہ حدیث میں ہے، اور فتنہ دجال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی دعا بھی سکھلائی اور آپ ﷺ نماز میں وہ دعا خود بھی فرمایا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ .)) (صحيح البخاري: ١٣٧٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے قبر کے عذاب سے، آگ کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

دجال کے فتنے کی شدت اور سنگینی تو سمجھ میں آ گئی ہو گی مگر شاید آدمی حساب کتاب لگا کر کہے کہ لگتا ہے کہ اس کی زندگی میں تو دجال کے آنے کے امکانات نہیں ہیں لیکن قبر کا فتنہ جس کا ہر آدمی کو سامنا کرنا ہے اس کی شدت اور سنگینی کا کیا عالم ہے، شاید اس کے بارے میں کم ہی لوگ جانتے ہوں۔ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَلَقَدْ أُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِیْباً مِنَ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَالِ .)) (صحیح البخاری: ١٨٤)

''بلاشبہ یقیناً میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمھیں (تمھاری) قبروں میں ضرور آزمایا جائے گا دجال جیسی آزمائش یا اس کی مثل یا اس کے قریب قریب۔''

((أَنَّـهُ سَـمِـعَ اَسْـمَـاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَتْ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَـطِیْبًـا ، فَذَكَرَ الْفِتْنَةَ الَّتِیْ یُفْتَنُ بِهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً .)) (سنن نسائی: ٢٠٦٢)

''عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ نے اپنی والدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ نے اس فتنہ کا ذکر کیا جس کے ساتھ ہر آدمی کو آزمایا جائے گا جب آپ نے یہ ذکر کیا تو مسلمانوں نے چیخ و پکار شروع کر دی۔''

بظاہر معمولی بات لگتی ہے، کہ تین سوال ہی تو ہیں، مگر وہ سوال ہوں گے کس طرح، ان کی شدت اور سنگینی احادیث میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی، جو پھر کسی وقت ان شاء اللہ عرض کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اقول قولی هذا واستغفر اللّٰه العظیم لي ولكم ولسائر المسلمین من كل ذنب انه هو الغفور الرحیم .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکرِ آخرت اک بھولا ہوا سبق

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ ﴾ (فاطر: ۵)

''اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس تمھیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے اور تمھیں اللہ کے بارے میں بہت دغا باز ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔''

گذشتہ جمعے فکرِ آخرت کے حوالے سے بات ہورہی تھی، فکرِ آخرت انسان کا بھولا ہوا سبق ہے، اس کی گمشدہ میراث اور کھوئی ہوئی حکمت ہے، جس کی تذکیر و یاد دہانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سارے انتظامات اور اسباب مہیا فرما رکھے ہیں۔

قرآن وحدیث میں مختلف پیرایوں میں عقیدۂ آخرت کی ضرورت اور اہمیت اور مراحل ومناظرِ آخرت کی شدت اور ہول ناکی بیان کی گئی اور اس کی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور بتکرار یاددہانی کرائی گئی ہے اور ایسے ایسے اسلوب اختیار کیے گئے ہیں کہ کوئی بھی ذی شعور انسان اس سے اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مشاہدے کے ذریعے موت اور آخرت کی حقیقت کو انسان کے دل و دماغ میں اتارا گیا اور ایسا راسخ اور پیوست کیا گیا کہ کوئی عقلمند انسان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

اور تذکیر و موعظت کے لیے مشاہدہ ایک نہایت ہی مضبوط اور مؤثر ترین ذریعہ اور وسیلہ ہے، لیکن تعجب کی بات ہے کہ انسان پھر بھی موت کی حقیقت کو سمجھنے اور اس سے اثر لینے کو تیار نہیں ہے، اگر اس سے اثر لیتا بھی ہے تو صرف تھوڑی دیر کے لیے اور اس کے بعد پھر وہی چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے والا معاملہ ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ایسی کون سی چیز ہے جو اپنے اندر اس قدر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شدید جاذبیت اور مقناطیسیت رکھتی ہے کہ نا پائیداری، زوال پذیری اور موت کی حقیقت کے عقلی اور نقلی دلائل جان لینے اور اس کی علامات کا عینی مشاہدہ کر لینے کے باوجود وہ انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور باقی سب کچھ بھلا دیتی ہے!

جی ہاں! دنیا ایک ایسی ہی چیز ہے، اُس میں کچھ ایسی ہی کشش ہے، دنیا میں بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو اپنے اندر ایسی کشش اور جاذبیت رکھتی ہیں جو انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں، بلکہ دنیا کی ہر چیز پرکشش ہے اور ارادتاً پرکشش بنائی گئی ہے اور یہی بات سمجھنے کی ہے جو کہ ہمارے اس مسئلے کا حل ہے، بلکہ تمام مسائل کا حل ہے۔

اس دنیا کی کشش ہی اصل امتحان اور اس کی کشش کا شکار ہونے سے بچ جانا ہی امتحان میں کامیابی ہے۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ ﴾ (الکھف: ۷ ۔ ۸)

”روئے زمین پر جو کچھ بھی سروسامان ہے ہم نے اسے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ لوگوں کو آزمائیں اِن میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے، آخر کار اس سب کو ہم ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔“

یہ تو تھا ہمارے اس سوال کا مختصر جواب کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ موت اور آخرت کی حقیقت کو جاننے اور سمجھنے کے باوجود آدمی دنیا کی طرف ہی کھچا چلا جاتا ہے اور آخرت کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

اب ذرا تفصیل سے اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرتے ہوئے اس کی ہدایت و رہنمائی کا پورا پورا بندوبست فرمایا ہے، اس کو بھٹکنے اور گمراہ ہونے سے بچانے کے لیے پورے پورے انتظامات فرمائے ہیں، اسے جہنم سے بچانے اور جنت کا وارث بنانے کے لیے صراط مستقیم کی صحیح صحیح رہنمائی کی ہے اور بے راہ روی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے ٹھیک ٹھیک خبردار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتانے کے بعد کہ موت وحیات محض ایک امتحان ہے:

﴿ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ (الملك: ٢)

''وہ ذات کہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔''

اور پھر یہ فرمانے کے بعد کہ:

﴿ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ ﴾

(الكهف: ٧)

''روئے زمین پر جو بھی سروسامان ہے ہم نے اسے زمین کی زینت بنایا ہے، تاکہ لوگوں کو آزمائیں ان میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔''

یعنی زندگی اور موت اور دنیا و مافیہا سب کا سب محض انسان کی آزمائش اور امتحان کے لیے ہے، یہ بتا دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دنیا کے فریبوں، اس کے جھانسوں اور اس کی تباہ کاریوں کو خوب کھول کھول کر بیان کیا۔

مثلاً: پہلے یہ کہہ کر ایک اجمالی ذکر فرمایا کہ روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں سے کون بہتر عمل کرتا ہے۔

پھر اُس زینت کا قدرے تفصیل سے ذکر فرمایا: اور زینت کی چند چیزوں کا باقاعدہ نام لے کر تذکرہ فرمایا، فرمایا:

﴿ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ ﴾ (آل عمران: ١٤)

''لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس مزین کردی گئیں۔''

یعنی جو چیزیں انسان کے جی کو اچھی لگتی ہیں فطرتاً اس کے دل کو بھاتی ہیں انہیں مزید مزین کردیا گیا ہے، ان میں کشش ڈال دی گئی ہے اور اُن میں سے چند یہ ہیں:

﴿ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ﴾ (آل عمران: ١٤)

''عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں۔''

﴿ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ﴿١٤﴾﴾

(آل عمران: ١٤)

''مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں، حقیقت میں جو بہترین ٹھکانہ ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔''

یعنی یوں تو دنیا ساری کی ساری پرکشش ہے جو انسان کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے، مگر یہ چند چیزیں بالخصوص انسان کے لیے کشش کا باعث بنتی ہیں۔

اِن چیزوں میں کتنی کشش ہے، اس کی تفصیل میں جانے کی تو چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر انسان اچھی طرح سمجھتا اور محسوس کرتا ہے مگر مثال کے طور پر ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

ان خصوصی طور پر مزین کردہ مرغوبات نفس کے سرفہرست اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا ذکر فرمایا ہے، وہ ہے عورتیں، اور انسان کو دنیا کی طرف مائل کرنے کے لیے عورتوں کی کشش اور تاثیر کا اندازہ اس حدیث سے لگائیے، مشہور حدیث ہے:

((خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ اِلَی الْمُصَلّٰی فَمَرَّ عَلَی النِّسَاءِ .))

''آپ ﷺ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کے موقع پر عیدگاہ تشریف لے جاتے ہوئے عورتوں کے پاس سے گزرے۔''

((فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ ، فَاِنِّيْ اُرِيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ .))

فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو، کہ مجھے عورتوں کی اکثریت کو جہنم میں دکھایا گیا۔''

((فَقُلْنَ وَبِمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟))

''انہوں نے عرض کیا: وہ کس وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: ((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ .))

فرمایا: ''اس لیے کہ تم اپنے ساتھی کو، یعنی خاوند کو بکثرت سَبّ وشتم اور گالی گلوچ کرتی ہو اور ناشکری اور احسان فراموشی کرتی ہو۔''

((مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَ دِيْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَاكُنَّ .))

''میں نے تم جیسی عقل اور دین میں کمی والی، مگر ایک بہت ہی محتاط، مضبوط شخصیت والے عقلمند انسان کی بہت زیادہ مت مارنے والی کوئی نہیں دیکھی۔''

((قُلْنَ: وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!))

''انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہماری دین اور عقل میں کمی کس صورت میں ہے؟''

قَالَ: ((اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟))

''تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی مرد کی آدھی گواہی کے برابر نہیں ہے؟''

قُلْنَ: بَلٰى

تو انھوں نے کہا: جی ہاں۔

قَالَ: ((فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا .))

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی اس کی عقل کا نقصان ہے۔''

((أَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ .))

فرمایا: ''کیا ایسا نہیں ہوتا کہ کچھ مخصوص ایام میں وہ نماز پڑھتی اور نہ روزے رکھتی ہیں؟''

قُلْنَ: بَلٰى

انھوں نے کہا: جی ہاں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: ((فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا .)) (صحيح البخاری: ٣٠٤)

تو فرمایا: ''یہی اُس کے دین کا نقصان ہے۔''

اب یہاں تھوڑی سی وضاحت جانتے چلیں۔

عورت کی عقل میں کمی کا مطلب اس کا بے وقوف ہونا نہیں ہے کیونکہ عورت اگر بے وقوف ہوتی تو آپ ﷺ صلح حدیبیہ کے موقعے پر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ نہ کرتے اوران کے مشورے پر عمل نہ کرتے۔

وہ واقعہ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ جب مشرکین مکہ نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو عمرہ کرنے نہ دیا، البتہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا، جو بظاہر مسلمانوں کے خلاف نظر آتا تھا اوران کی کمزوری اور بے بسی کا اظہار ہوتا تھا۔

معاہدہ طے پانے کے بعد، آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((يَاأَيُّهَا النَّاسُ انْحَرُوْا وَاحْلِقُوْا .))

''اے لوگو! قربانی کرلواور بال کٹا لو۔''

((فَمَا قَامَ اَحَدٌ .))

''تو کوئی نہ اٹھا، پھر فرمایا: پھر کوئی نہ اٹھا پھر فرمایا: پھر کوئی نہ اٹھا۔''

((فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَدَخَلَ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ .))

''آپ ﷺ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔''

فَقَالَ: ((يَا أُمَّ سَلَمَةَ! مَاشَأْنُ النَّاسِ؟))

آپ ﷺ نے کہا: ''اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا)! لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟''

قَالَتْ: ((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ دَخَلَهُمْ مَاقَدْ رَأَيْتَ .))

''عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! انہیں جو غم پہنچا ہے وہ آپ ﷺ کو معلوم ہی ہے۔''

((فَلَا تُكَلِّمَنَّ مِنْهُمْ اِنْسَاناً، وَاعْمِدْ اِلٰى هَدْيِكَ حَيْثُ كَانَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَانْحَرْهُ وَاحْلِقْ فَلَوْ قَدْ فَعَلْتَ ذَلِكَ ، فَعَلَ النَّاسُ ذَلِكَ .))

(مسند احمد: ۱۸۹۱۰)

"آپ ﷺ ان میں سے کسی بھی انسان سے بات نہ کریں اور جا کر اپنا اونٹ نحر کردیں اور اپنے بال منڈوا لیں اور اگر آپ ﷺ ایسا کریں گے تو لوگ بھی ایسا کریں گے چنانچہ جب آپ ﷺ نے ایسا کیا تو لوگوں نے بھی قربانی کرکے بال کٹوا لیے۔"

لہٰذا عورت کی عقل میں کمی کا مطلب اس کا بے قوف ہونا ہرگز نہیں ہے البتہ عورت چونکہ گھریلو معاملات میں، بچوں کی دیکھ بھال اور نگہداشت میں مگن ہوتی ہے اور وہی چیزیں اس کی توجہ کا مرکز ہوتی ہیں، ان چیزوں سے عورت کو شدید فطری لگاؤ ہوتا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ عورتیں جب آپس میں بیٹھتی ہیں تو ان کی گفتگو کا اکثر محور دو چیزیں ہی ہوتی ہیں، بچوں کی باتیں کرتی ہیں، کپڑوں کا ذکر ہوتا ہے، رشتہ داروں کی باتیں ہوتی ہیں اوران کے مسائل ڈسکس ہوتے ہیں۔

عورت کی ساری توجہ گھر کے معاملات میں ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے، یہ ایک فطری ضرورت ہے، یہ اُس کی خوبی اور صفت ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے گھر کے نظام کو چلانے کے لیے اس میں یہ عقل، سمجھ اور کشش رکھی ہے، مگر اس کا دوسرا پہلو یہ ہے جس کی وجہ سے وہ باہر کے معاملات کو اتنی توجہ نہیں دیتی جب کہیں کوئی واقعہ اور حادثہ ہوتا ہے تو وہ اسے ذہن نشین کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی، چنانچہ شاید اس وجہ سے اس کی گواہی آدھی رکھی گئی ہے۔

میں اس نظریئے کی تائید میں اس واقعے کو بھی سامنے رکھتا ہوں: میرے ایک دوست کہوٹہ میں کام کرتے ہیں اور وہ بتاتے ہیں کہ ہمارے سائنسدان جوکہ اپنے کام میں خوب مہارت رکھتے ہیں وہ جب لیب سے باہر نکلتے ہیں تو اپنے کام میں بہت زیادہ مگن ہونے کی وجہ سے اکثر انہیں یادنہیں رہتا کہ انہوں نے اپنی گاڑی کہاں پارک کی ہوتی ہے۔

تو مطلب یہ ہوا کہ کسی ایک کام میں منہمک ہونے کی وجہ سے عموماً آدمی دوسرے کام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں زیادہ توجہ نہیں دے پاتا، تو عورت کی عقل میں کمی شاید کچھ ان معنوں میں ہے۔

تو اس حدیث میں ہمارے موضوع سے جو بات تعلق رکھتی ہے وہ یہ کہ ایک نسبتاً کم عقل مخلوق، ایک نہایت ہی محتاط اور عقلمند انسان کی مت مار دیتی ہے ایک عام اور نارمل انسان کی بات نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ محتاط اور تجربہ کار انسان کی بات ہو رہی ہے، کیونکہ یہ اُن چیزوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے امتحان اور آزمائش کے لیے بالخصوص مزین اور پرکشش بنایا ہے۔

یہاں اس حدیث کی تشریح میں علماء کرام نے ایک یہ نقطہ بھی بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے جب عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم عقل میں ذرا کم ہونے کے باوجود نہایت ہی عقلمند آدمی کی مت مار دینے والی ہوتو عورتوں نے بھی یہ نہیں پوچھا کہ وہ کیسے؟ اور آپ ﷺ نے بھی اس بات کی مذمت نہیں فرمائی۔

مطلب یہ کہ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ انڈرسٹینڈنگ کی وجہ سے اس کی ہر جائز بات مانتا ہے، کہ جسے ہمارے معاشرے میں رن مرید یا زن مرید کہا جاتا ہے، حقیقت میں یہ بری بات نہیں ہے، بلکہ آدمی کے اچھا انسان ہونے کی دلیل ہے، آپ ﷺ نے آدمی کے اچھا ہونے کا معیار اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہونا مقرر فرمایا ہے۔

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي .))

(جامع ترمذی: ۳۸۹۵)

”تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔“

گویا کہ آدمی کی اصلیت کا پتا چلتا ہے اس کے اپنی بیوی کے ساتھ برتاؤ سے، گھر سے باہر تو ہر آدمی اچھا ہوتا ہے، تھوڑی دیر کے لیے ہنسی مذاق کی باتیں کیں، گپ شپ لگائی اور چلتے بنے، مگر حقیقت میں وہ کس ذہنیت اور کس قماش کا آدمی ہے وہ اس کے گھر سے پتہ چلتا ہے، اپنے سے کمزور انسان کو ذہنی اور جسمانی اذیت دینا اور وہ بھی قیدی کو کیوں کہ عورتیں آدمی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے پاس ایک قسم کی قیدی ہوتی ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں۔

تو آدمی اگر اپنے بارے میں جاننا چاہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق اچھا ہے یا بُرا ہے تو وہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتا ہے۔ خیر ہمارا اصل موضوع تو تھا فکرِ آخرت، بیچ میں عورت کی کم عقلی کا ذکر ہوا تو اس کی وضاحت بھی ضروری تھی۔ مگر اگلے دو جمعوں کے بعد ان شاء اللہ پھر اسی موضوع پر گفتگو کریں گے۔

آج کی گفتگو سے جو باتیں ہمیں معلوم ہوئیں وہ یہ کہ دنیا میں اس قدر شدید کشش ہے کہ سب کچھ جاننے بوجھنے کے باوجود انسان اس کے جال میں پھنس جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ﴾

"لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً برحق ہے۔" یعنی آخرت کا وعدہ۔

﴿ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ۝٥ ﴾ (فاطر : ۵)

"لہٰذا دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ وہ بڑا دھوکے باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے پائے۔"

تو دنیا کے اور شیطان کے دھوکے سے ہمیں بچنا ہے، لہٰذا یہ جاننے کی کوشش کرنی ہوگی کہ دنیا کیسے دھوکہ دیتی ہے اور شیطان کس طرح اپنے جال میں پھنساتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

یادداشت

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....